واصف علی واصفؒ

گفتگو ۔ ۱۰

10

واصف علی واصف

نام کتاب		گفتگو-۱۰
مصنف	-----	واصف علی واصف
سال اشاعت	-----	۲۰۰۲ء
بار	-----	اول
قیمت	-----	Rs 200

تجھ کو بھی کچھ آگہی مل جائے گی
تو مِری دیوانگی اپنا کے دیکھ

(واصف علی واصفؒ)

عرض ناشر

رنگ اور برش تو سب کو ملتے ہیں مگر ان کے استعمال سے شاہکار تخلیق کرنے کا سلیقہ کسی کسی کے حصے میں آتا ہے۔ ہر مصوّر اپنے مشاہدے کی قوّت اور اس مشاہدے کو کینوس پر منتقل کرنے کی اپنی اپنی لیاقت رکھتا ہے۔ یوں اس کا خیال ایک تصویر کا روپ ڈھال کر لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ قبلہ واصف صاحب ؒ کے پاس حرف کو تصویر بنانے کا یکتا فن تھا۔ وہ حروف سے فقرے اس طرح بناتے چلے جاتے کہ ان کا خیال الفاظ کا روپ اوڑھ لیتا اور پھر خیال صوت سے آگے نکل کر مشاہدے کی تصویر بن جاتا۔ اس طرح جب وہ اپنی گفتگو کو پھیلاتے تو سننے والے پر معانی اور آگہی کے نئے دریچے کھلنے لگ جاتے۔ یوں محفل کے شرکاء اس خاص علم سے سیراب ہوتے جو مومن کی میراث اور فقراءِ کرام کا خاصہ ہے۔ انسان کے خیال کو جلا بخشنے والی یہ روشنی جب پھیلنے لگی تو اُمّت کے ہر طبقۂ حیات و فکر کے لوگ ان سے جوق در جوق رابطہ کرنے لگے اور اپنے اپنے سوال اور مسئلے کا حل پانے لگے۔ یہی سوالات اور ان کے جواب جمع کر کے کتابوں کا یہ سلسلہ ''گفتگو'' کے زیرِ عنوان شروع کیا گیا تو ان قارئین کو وہی خوشبو ملنے لگ گئی جو واصف صاحب ؒ کی محافل کے شرکاء کو حاصل تھی۔ ''گفتگو'' کے سلسلے کی یہ کتابیں دلوں اور ذہنوں کے لیے طمانیت اور کشادگی کا تازہ پیغام بن گئیں اور ہر نئے والیوم کا بے کلی سے انتظار رہا۔ اس سلسلہ کا دسواں حصہ اب پیشِ خدمت ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ ہمیشہ کی طرح ادارے سے اپنی رائے اور تجاویز کا سلسلہ بحال رکھیں۔ شکریہ۔

فہرست

﴿ ۲ ﴾

﴿ ۳ ﴾

﴿۴﴾

﴿۵﴾

سوال :۔

حسد اور رشک کیا ہے؟

جواب :۔

آپ مجھ سے ایسا سوال کریں جس کا جواب حاصل ہونے پر آپ کا ذاتی سفر آسان ہو جائے۔ اگر علم میں اضافہ چاہتے ہیں تو علم کی تو کتاب موجود ہے' ایک حسد پر لکھی ہوئی ہے اور ایک رشک پر لکھی ہوئی ہے۔ اچھا تو حسد دوسرے آدمی کو کسی کی اس صِفت کے بارے میں ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ اس میں نہ رہے اور رشک اس صفت کے بارے میں ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ یہ اس میں آ جائے۔ تو آپ جو صفت کسی میں سے نکالنا چاہو تو یہ حسد کہلائے گا اور اپنے آپ میں ڈالنا چاہو تو یہ رشک کہلائے گا۔ فرق سمجھ آ گیا آپ کو! حسد کرنا غلط ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے' حسد کرنے کو شر کہا گیا ہے قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفّٰثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد تو اس کو شر کہا گیا ہے اور حاسد کے شر سے بچنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کہ یا اللہ ہمیں حاسد کے شر سے بچا۔ حسد کرنے والا اپنے آپ میں تو وہ صفت نہیں پیدا کرنا چاہتا بلکہ آپ کو آپ کی صفت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے یہ شر کہلاتا ہے۔ ایک دفعہ

ایک آدمی کی چوری ہو گئی' وہ رو رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔ لوگوں نے کہا اب بس کرو۔ کسی نے پوچھا روتا کیوں جا رہا ہے؟ کہتا ہے کہ رو تا اس لیے نہیں ہوں کہ میری چوری ہو گئی ہے بلکہ اس لیے ہوں کہ تمہاری نہیں ہوئی ہے۔ یہ حاسد کا کام ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ تمہاری بھینس بھی مر جائے۔ حاسد کہتا ہے کہ یا اللہ میں تو لوگوں کی چیزیں دیکھ دیکھ کے تھک گیا ہوں' یا تو مجھے بھی یہ چیزیں دے یا پھر ان سے بھی چھین لے۔ تو دو طرح کی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ مجھے دے یا اس سے چھین لے' اب "دنے" والی بات جو ہے ناں یہ رشک ہے اور جب "چھین لے" والی بات آ جاتی ہے تو وہ حسد ہے۔ حسد کرنے والا اپنے اندر اس صفت کے پیدا کرنے کی اہلیت نہیں پاتا اور چاہتا یہ ہے کہ دوسرا اس صفت سے محروم ہو جائے۔ عام طور پر حسن کے حاسد ہوتے ہیں' خوب صورتی کے حاسد ہوتے ہیں' مال کے حاسد ہوتے ہیں اور اچھی صفت کے حاسد ہوتے ہیں یعنی جو بھی اعلیٰ' Competent صفت ہو اس کا حاسد ہوتا ہے۔ حسد کرنے والا چھوٹا آدمی ہوتا ہے' اس لیے اس میں خود بخود حسد پیدا ہو جاتا ہے' وہ بے چارہ کمزور آدمی ہوتا ہے' بے چارہ چھوٹا آدمی ہوتا ہے' اس کے دل میں سے ایسے ہی غبار نکلتا ہے۔ یہاں سے نظر بد لگتی ہے کہ ایک آدمی نے دوسری چیز کو دیکھا' کسی کی خوب صورتی کو دیکھا' پھر یک لخت پتھر جو ہے وہ پھٹ گیا۔ حاسد کی نگاہ یوں ہوتی ہے۔ اس بے چارے کے اندر سے آہ نکلتی ہے' فریاد نکلتی ہے کہ یا اللہ یہ کیا اس کو تو نے دے دیا' اس سے واپس لے' چھین لے۔ اب یہ ہے حاسد کا کام۔ رشک کرنے والا اس صفت کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے

صرف یہ نہیں کہ یہ صفت اسی کو ملے بلکہ کچھ ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ تو رشک والا مقابلہ کرے گا اور کوشش کرے گا' حاصل کرے گا' اپنے آپ میں Achieve کرے گا' پھر وہ بلند ہو گا اور دوسرے کو پست نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں کہ دوزخ کے ایک گڑھے میں کچھ لوگوں کو پھینکا گیا اور وہ بے چارے گڑھے سے باہر نکلتے تو اوپر ایک ایک فرشتہ مقرر کیا گیا جو انہیں مار کے واپس گڑھے میں بھیجتا۔ تو ایک گڑھے پر دیکھا گیا کہ وہاں پہ فرشتہ کوئی مقرر نہیں تھا۔ اس نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے تو انہوں نے کہا کہ یہاں کسی کو باہر مقرر کرنے کی ضرورت کوئی نہیں کیونکہ جو باہر آئے اسے نیچے والا ہی ٹانگ سے کھینچ لیتا ہے۔ یہ حسد ہے! تو حسد کیا ہے؟ دوسرے کی ٹانگ کو کھینچنا۔ رشک اور چیز ہے۔ قابل رشک ہونا' بلند ہونا اور بلند پرواز ہونا یہ اور چیز ہے۔ چھوٹے ذہن کا اور چھوٹے دل کا آدمی حسد کرے گا اور بلند آدمی رشک کرے گا۔ مگر زیادہ رشک کی ضرورت کوئی نہیں ہے بلکہ آپ اپنی صفت پر راضی رہیں۔ چڑیا کبوتر نہیں بن سکتی' کبوتر کوا نہیں بن سکتا۔ سب کا اپنا اپنا نصیب ہے' تو تم جو ہو تم وہی بنے رہو گے۔ اس لیے رشک کیا ہے اور پھر حسد کیا ہے کیونکہ تم نے وہی رہنا ہے' سو بار کوشش کرو' ہزار بار کرو مگر اپنے وجود سے باہر نہیں نکلنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ہر آدمی کو اس کی تشکیل پر رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور ہر آدمی اپنی تشکیل کے مطابق عمل کرے گا۔ قل کل یعمل علٰی شاکلتہ ان سے کہ یہ سارے کے سارے عمل کریں گے اپنی شکل کے مطابق۔ شکل کے معنی یہ ہے کہ جو کچھ باطن کے اندر مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی جو کمینہ آدمی ہے

وہ کمینگی ہی کرے گا' دنیا کا طلب گار جو ہے وہ دین کو بیچ کے بھی دنیا بنائے گا اور دین کا طلب گار جو ہے وہ دنیا لٹا کے بھی دین بنائے گا۔ یہ پیدائشی طورپر مقرر کر دیا گیا ہے۔ سخی جو ہے یہ بھی پیدائشی طور پر ہے۔ غریب آدمی بھی سخی ہوتا ہے۔اور یہ ہو سکتا ہے کہ امیر سخی نہ ہو۔ سخی تب ہو گا اگر اس کے پاس دولت ہو اور وہ غریبوں کو دے۔ غریب بھی مزاج کا سخی ہو سکتا ہے۔ پوچھا گیا کہ غریب کیسے سخی ہو سکتا ہے کیونکہ غریب تو غریب ہے۔ وہ غریب سخی ہے جو امیر کی دولت کی طرف نگاہ نہ اٹھائے۔ یہ ہے سخی غریب اور اس طرح ہر آدمی سخاوت کر سکتا ہے۔ احسان کرنے والا بھی سخی ہے' معاف کرنے والا بھی سخی ہے' دوسرے کے مال کی تمنا نہ کرنے والا بھی سخی ہے' سخی کا معنی دوسروں کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے۔ بس تو اپنا سفر کرتا جا اور اِدھر اُدھر جھگڑا نہ کر۔ تو سخی ہونا' بخیل ہونا اور چھوٹے ذہن کا ہونا پیدائشی صفت ہے۔ کہتے ہیں کہ مجاہدہ' کوشش کرنے سے انسان بہت کچھ حاصل کرتا ہے' لیکن کوشش کرنے کے باوجود گدھا جو ہے وہ گھوڑا نہیں بنتا۔ ہاں کوشش سے گدھا جو ہے وہ اچھا گدھا بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہی تمہارا اصل ہے اور اس کے مطابق کام کرو گے تو تمہاری ترقی ہو جائے گی۔ چھپانے کی بات نہیں ہے' بدلنے کی بات نہیں ہے' غلط مزاج ظاہر کرنے کی بات نہیں ہے کہ جتنا تم ہو' اتنا ہی اس نے مقرر کر دیا' ہر آدمی اس کے اپنے عمل کے اندر رہن رکھ دیا گیا ہے کیونکہ ایک اور جگہ پر اس نے فرمایا ہے کہ ہر آدمی اپنے عمل میں رہن رکھ دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ تیری حدود ہے اور تم اس سے باہر نہیں جا

سکتے۔ پرندہ بلند پروازی میں اتنا ہی رہے گا جتنی اس کی حد مقرر ہو گئی ہے اور سمندر میں تیرنے والے اتنے ہی رہیں گے جتنی ان کی حد مقرر ہو گئی۔ ہر آدمی ایک دوسرے کی حد کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے رشک کرنا بھی کوئی خاص صفت نہیں ہے بلکہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس شخص کو اس کی صفت میں محفوظ رکھے اور ہمیں ہماری صفات میں محفوظ رکھے۔ اگر حسد پیدا ہو جائے تو اس کے لیے تو بڑی ہی توبہ کرنی چاہیے کہ یا اللہ میرے دل میں دوسرے کے لیے حسد پیدا ہو رہا ہے' مجھے بچا۔ حسد پیدا ہوا تو آپ کا دل رحمت سے محروم ہو گیا۔ اللہ اس شخص کو صفت دینے والا ہے اور تم نکالنے والے ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ تو فطرت کے ساتھ ضد ہو جائے گی۔ اور یہ گناہ ہے کہ اللہ نے تو اس کو بادشاہت دی ہے اور تم چھین رہے ہو' اللہ کا مال ہے' اس کو جو ملا ہے' سو چلنے دو۔ کسی کی صفت سے جھگڑا نہ کرنا۔ یہ ضروری بات ہے اور یہ واضح کر لو کہ اگر اللہ کریم نے اس کو صفت دی ہے تو تم وہ صفت منظور کر لو۔ یہ ایک مقام ہے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ بعض اوقات وہ صفت تو نہیں ہوتی مگر صفت نما کوئی چیز ہوتی ہے۔ وہاں حکم ہے اس کے ساتھ مہربانی کرنے اور احسان کرنے کا۔ اگر بادشاہ کو اللہ تعالیٰ مہربانی کے ساتھ بادشاہت عطا کرتا ہے تو اس میں دیکھو کہ وہ قرب کی طرف مائل ہے یا بغاوت کی طرف مائل ہے۔ اگر بادشاہ اللہ کے قرب کی طرف مائل ہے تو اس بادشاہ کے ساتھ تمہیں پسندیدگی کی نگاہ کرنی چاہیے۔ اگر بادشاہ بغاوت کی طرف مائل ہے تو پھر جہاد "علی الاعلان" ہو اور وہ یزید ہو گا۔ پھر تمہیں کربلا سے گزر کر اس کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے۔ یہ تم نے

ضرور دیکھنا ہے کہ بادشاہ جس صفت کا مالک ہے اس میں وہ صفت عطا ہے یا نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے اس کو عطا ہے تو پھر تسلیم کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر وہ عطا خلاف امرالٰہی ہے تو پھر اس کے ساتھ لڑنا ہی بہتر ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ عطا ہو مہربانی والی اور تم لڑنا شروع کر دو' تو پھر تم برباد ہو جاؤ گے۔ یعنی کسی شخص کو اللہ کی عنایت ہو تو عنایت کے خلاف رنجش رکھنا جو ہے وہ تمہیں عنایت سے محروم کردے گی۔ آپ محروم ہو جاؤ گے۔ آپ یہ ضرور دیکھ لو کہ دوسرے کی صفت جو ہے وہ اللہ کی عنایت ہے اور اس کی مہربانی ہے۔ اگر اس کی مہربانی ہے تو تم اس کو تسلیم کر لو۔ یہی مہربانی حاصل کرنے کا طریقہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو قبول کر لیا جائے اور اگر وہ صفت آزمائش ہے اور وہ طاقت اللہ کے خلاف ہے تو پھر تم اس کے خلاف جہاد کر لو۔ اس لیے یہ مقام اہم ہے کہ اس کو پہچانا جائے۔ باقی یہ کہ رشک بھی اور حسد بھی دونوں آپ کی انسانی صفات ہیں مگر وہ بلند صفت تو یہی ہے کہ آپ اپنے آپ میں راضی رہو۔ اپنی صفت کا خیال کرو اور اس کو پہچانو کہ تم کیا ہو۔ حسد یا رشک کرنے کی بجائے یہ کہو کہ اس کا مقدّر اس کو مبارک ہو اور ہمیں اپنا مقدّر۔ ہم نے وہی استعمال کرنا ہے' ہم نے اپنے اپنے مزار میں رہنا ہے ؎

اپنے اپنے مزار میں واصفؔ
اپنی اپنی صفات کی خوشبو

سب نے اپنی اپنی صفات کی خوشبو لے کے جانی ہے۔ جس طرح آدمی دن بھر ہجوم میں رہتا ہے اور رات تنہا بستر میں بسر کرتا ہے' اسی طرح

زندگی ہجوم میں رہے گی اور موت تنہا بسر کرے گا' وہاں نہ حسد ہو گا نہ رشک ہو گا' صرف اپنی صفات ہوں گی اور اپنا خیال ہو گا۔ تو آپ اپنی صفات پر راضی رہنے کی کوشش کرو' اس کو دریافت کرنے کی کوشش کرو اور تقربِ الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ------ اب اور سوال کرو ------

سوال :۔

میں اپنی معروف عبادت کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو' اس کے لیے کوئی رہنمائی فرمائیں؟

جواب :۔

دیکھو اگر آپ نے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر کر رکھا ہے تو پھر آپ جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو پابند نہیں ہونا کیونکہ اس کا وقت تو ہمہ وقت ہے۔ معروف عبادت کی بات ٹھیک ہے اور وہ تو وقت کے ساتھ ہے۔ مثلاً" نماز کا اپنا وقت ہے' حج جو ہے وہ حج کے ایام میں ہو گا' زکوٰۃ کے دن ہوں گے روزے' رمضان کے دنوں میں ہوں گے۔ یہ تو ہو گئی معروف عبادت۔ آپ کی معروف عبادت کے علاوہ جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان باتوں سے منع ہو جائیں اور جن باتوں کا حکم دیا ہے' ان کو حتی الوسع پورا کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ اگر شوق پیدا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں تو اگر وہ شوق صرف ایک ٹائم میں ہوتا ہے مثلاً" رات کے نو بجے تو پھر دنیا داری کر رہا ہوں

اور اب میں اللہ سے بات کر رہا ہوں۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ پھر دنیا داری یوں نہیں کرتا بلکہ ہر وقت اس کی کمیونیکیشن اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ ٹی وی کا سیٹ نہیں ہے کہ آپ آن کر دو تو آن ہو جائے گا اور آف کر دو تو آف ہو جائے۔ وہ ہمہ حال' ہمہ وقت آپ کے خیال میں رہے اور ہر حال میں ساتھ رہے یعنی اللہ اس طرح ساتھ ہو کہ ۔

خلقت کوں جیندی گول اے
او ہر دم فریدؒ دے کول اے

یعنی مخلوق جس کو ڈھونڈ رہی ہے وہ ہر دم فریدؒ کے پاس ہے۔ تو ہر دم "اس" میں ہونا ضروری ہے۔ پہلی غلطی آپ کی یہ ہے کہ آپ ایک وقت میں یا تنہائی میں اللہ سے بات کرنا' سننا چاہتے ہیں اور باقی اوقات میں اپنی دنیا میں رہتے ہو۔ آپ نے یہ نہیں کرنا۔ اگر آپ نے کہا کہ اپنے اللہ سے رات آٹھ بجے بات کرنا چاہتا ہوں' فرض کرو وہ جواب دے کہ رات کو تین بجے بات ہو گی تو اس وقت تو آپ سوئے ہوئے ہوں گے۔ پھر جب پتہ چل گیا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ جب آپ کل دوپہر کو بازار میں شاپنگ کر رہے ہوں تو اس وقت بات کر لیں' تو پھر یہ نہ ہو کہ آپ شاپنگ میں لگے ہوئے ہوں اور بات نہ ہو سکے۔ پھر اس کا انتظار کرو۔ اور ایسا انتظار کرو کہ باقی کا کام جو ہے یہ پابند ہو جائے بلکہ بند ہو جائے۔ پھر ہے کمیونیکیشن۔ تو پھر آگے اس نے کہا تھا کہ میں جواب دوں گا تو وہیں جواب آئے گا۔ جواب کب آئے گا۔ چاہے دو سال میں آئے' پانچ سال میں آئے بلکہ کئی سال بعد آئے' سوال کرنے کے بعد چٹھی ڈال کے آپ انتظار کریں پھر یہ نہ کہنا کہ یہاں سے میں

نے پیغام بھیجا ہے‘ Message بھیجا ہے‘ میرا خیال ہے میں انگلینڈ سے ہو آؤں‘ واپسی پہ آ کے Message کا پتہ کروں گا۔ پھر یوں بات نہیں ہو گی بلکہ آپ پھر اسی جگہ پر ٹک جاؤ جہاں پہ بات ہوئی تھی اس جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ پھر دیکھا جائے گا‘ وہ جب بھی ہو گا‘ جہاں بھی ہو گا‘ آپ اس خیال کے اندر مصروف رہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کبھی مہمان کا انتظار ہو تو انسان بے قرار رہتا ہے۔ مہمان کا اس کی قدر کے مطابق آپ انتظار کرتے ہیں‘ اگر ایسا نہ کریں تو وہ مہمان واپس چلا جائے گا۔ بات کا جواب لینے کے لیے کم از کم اتنا انتظار تو کرنا چاہیے جو اس کا حق ہے۔ جن لوگوں کے ساتھ اللہ کی کمیونیکیشن ہے وہ بھرپوری توجہ کے ساتھ اس خیال میں گم رہتے ہیں اور ان کو اس خیال کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آتا۔ اگر آپ باقی کے خیالات کی نفی کر دیں تو پھر آپ کو کمیونیکیشن والا خیال مل جائے گا۔ تو معروف عبادتوں میں بھی وہی خیال رہے۔ آپ روز ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں‘ اس سے گفتگو کرتے ہو کہ اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ تو کہاں ہے اللہ؟ آپ کیسے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا؟ اگر کوئی ہے تو آ جائے تو آپ اس پر چل پڑیں مگر وہاں آپ الجھ جاتے ہیں تو سیدھی راہ کے مفہوم کا پتہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ سیدھی راہ کا مفہوم کیا ہے یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اگر کوئی انعام یافتہ آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ ساتھ چل پڑیں۔ تو سیدھی راہ تو یہی ہے مگر آپ اس کے ساتھ جھگڑتے ہیں اور سیدھی راہ کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی راہ دکھاتا ہے تو آپ پھر الجھ جاتے ہیں آپ یہ اندازہ

لگائیں کہ پیغمبروں کے ساتھ لڑنے والے لوگ موجود تھے اور امام عالی مقامؑ کو شہید کرنے والے لوگ موجود تھے۔ انسان دعا مانگتا ہے اور جب تاثیر قریب آتی ہے تو الجھ جاتا ہے۔ اس بات سے بہت ڈرنا چاہیے۔ ایک بزرگ تھے، ان کا نام آغا تجمل حسین تھا۔ ان کے پاس ایک نوجوان مرید ہوا۔ اس نے بابا جی سے کہا کہ دعا کریں مجھے کوئی مرتبہ ملے۔ بابا جی نے کہا کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا "گورنر" بن جاؤں۔ تو وہ نوجوان کچھ عرصے بعد، Due course میں گورنر بن گیا، یعنی سردار عبدالرب نشتر۔ پھر ایک دن وہ گورنری ملنے کے بعد اپنے بزرگ کے پاس گئے! کہنے لگے کہ سکون نہیں ہے۔ تو بابا جی ہنسے، پھر قہقہہ لگایا اور کہا "بات سن تو نے سکون مانگا ہی کب تھا۔ تو نے تو بادشاہی مانگی تھی، سکون تو تُو اب مانگ رہا ہے، ادھر بادشاہی میں تجھے کیا سکون ملے گا" اللہ سے تم دنیا مانگتے ہو تو تم خود ہی دیکھو کہ تم مانگتے کیا ہو یعنی یہ کہ "اے اللہ اپنے علاوہ باقی سب کچھ ہمیں دے دے" جب تم اللہ سے اللہ مانگو گے تو پھر تمہیں باقی کی پسندیدگیاں ترک کرنی پڑیں گی۔ وہ آدمی جو اللہ کے علاوہ کی تلاش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ سے اللہ مانگوں گا تو پھر وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے ۔

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

بات اتنی ساری ہے کہ پھر دونوں جہاں کی نعمتیں کس بات کی۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے یہ کہہ کر دیکھیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تم سے بات چاہتے ہیں، ہم تم سے کلام چاہتے ہیں چاہے دنیا جہان کی نعمتیں مجھ

سے چھن جائیں تو بھی میرا گلہ نہ ہو گا۔ تو کم لوگ ہیں ایسا کرنے والے' اس کی راہ میں شہید ہونے والے اور اس کی راہ میں جان دینے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔ پھر اللہ سے کمیونیکیشن' گفتگو اور مشاہدہ ان کو نصیب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ تلوار کی دھار پہ ہوتا ہے یا نیزے کی نوک پہ ہوتا ہے یا شہادت کے اندر ہوتا ہے۔ اور مشاہدۂ حق سنگِ درِیار پہ ہوتا ہے جس کی چوکھٹ پہ سر جھکایا جائے۔ مشاہدہ عبادت نہیں ہے کہ عبادت سے مشاہدہ بن جائے' اس پر ایکسٹرا لیبر' محنت کرنی پڑے گی' ایکسٹرا ایثار کرنا پڑے گا۔ جو کچھ آپ نے دنیا سے حاصل کیا اگر وہ سارے کا سارا قربان کر دیں تو پھر بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس پہلے ہی تھوڑے سے پیسے ہیں تو کہو کہ تو وہی تھوڑے سے لٹا دے' تھوڑی سی گریجویٹی ہے تو وہ بھی دے دے' ایک چھوٹا سا جھونپڑا سا مکان بنایا ہے تو وہ بھی خیرات کر دے فی سبیل اللہ۔ پھر جو بات نہیں کرنے والی' اگر وہ کرو گے تو وہ بات جو نہیں ہونے والی' وہ ہو جائے گی۔ بس یہ ہے آپ کا کام۔ اللہ کی طرف جانے کے لیے کئی فارمولے ہیں۔ جیسے جنگ کے دوران او۔ پی ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہاں فائر کرو' وہاں فائر کرو' اسی طرح اللہ تعالیٰ کو تم کہتے ہو کہ اس طرح کر' یہاں جلوہ دے دے' یہاں دشمن کو غرق کر دے' یہاں ان سے مال چھین لے' یہاں ہمیں دے دے۔ اس طرح تو نہیں چلتا۔ وہ اللہ ہے اور تم جیسے بندے وہ بناتا ہے وہ کیسے چلے گا تمہارے کہنے پر۔ وہ اللہ آپ ہی اللہ ہے۔ اس لیے آپ ہی اللہ کے کہنے پر چلو اور اسے اپنے کہنے پر نہ چلاؤ۔ ہمت نہ ہو تو بہتر ہے کہ اسے نہ پکارو۔ اگر محبت کا

دعویٰ کرنے کی ہمت ہے تو پھر باقی محبتوں سے بیزار ہو جاؤ۔ وہ سب سے پیاری چیز سب سے پہلے لے گا اور پھر تم شور مچا دو گے۔ اس نے مثال دی ہے کہ اس نے پیغمبر سے کہا کہ بیٹا ذبح کر دو اور وہ بیٹا ذبح کرنے چلے' ذبح نہ ہوا تب بھی ہو گیا۔ باپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ذبح کرتا ہوں تو وہ ذبح ہو گیا۔ اب جو باپ یہ فیصلہ کر سکتا ہے' مشاہدہ اسی کا حق ہے۔ اور آپ سے اگر کہا جائے کہ بیٹے کی انگلی کاٹ کے لاؤ تو مشکل ہو جائے گی۔ وہ کہے گا کہ میری جان حاضر ہے۔ تو پھر آپ آرام سے اپنی عبادت کرتے جائیں اور اللہ سے کبھی دیدار کی تمنا' مکمل Surrender کیے بغیر نہ کرنا۔ آپ کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ یا اللہ تو مہربانی کرتے جانا۔ دیدار کا مقام یہ ہے کہ جب تک نگاہوں سے غیر اللہ نہ نکلے تو پھر اللہ کا مشاہدہ کیسے ہو۔ تو اپنی نگاہوں کا جائزہ لیں' اپنے دل کا جائزہ لیں کہ ان میں کس کس کی محبت بھری پڑی ہے۔ جس کمرے میں آپ اللہ کو بلا رہے ہیں۔ اس میں کوئی اور قباحت نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ اس کے اندر کہیں مال' کہیں سکہ' کہیں زر' کہیں زمین' کہیں زن وغیرہ پڑے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ آپ نے مہمان کو بلا لیا ہو اور اس کے مطابق انتظام نہ ہو۔ جس طرح کعبہ تھا' کعبۃ اللہ میں تب بت رکھے ہوئے تھے اور جب تمام بت صاف کر دیے گئے تو وہ کعبۃ اللہ بن گیا۔ آپ دل سے خواہشات کے بت نکال دو تو پھر یہ اللہ کا عرش ہے۔ اگر اس کی صفائی ہو گئی ہے تو پھر یہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ نے کچھ اور نہیں کرنا' صرف آئینہ صاف کرنا ہے اور اس میں خود بخود عکس نظر آ جائے گا۔ اس لیے آپ انتظار کریں' اپنے آپ کو صاف رکھیں' منکرات

سے بچیں، اپنے آپ کو الائشوں سے بچائیں تو خود بخود زیبائش ہو جائے گی۔

سوال:۔

لوگ جھگڑا کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔

میں نے بتایا ہے کہ ہر آدمی کو اس کے مزاج میں رہن رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ نے یہ بات واضح فرما دی کہ ہم نے انسانوں کو زمین پر خلیفہ بنایا اور فرشتوں سے کہا کہ میں نے یہ کام کرنا ہے۔ پھر کہا کہ اس کے آگے سجدہ کرو تو ایک نے انکار کر دیا، سب نے سجدہ کر دیا لیکن ابلیس نے نہیں کیا، اس نے بڑا غرور کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ خود بتا رہے ہیں کہ زندگی کی ابتدا ہو گئی۔ سجدہ کرنے والوں کے لیے یہ سیدھی راہ تھی جنھوں نے حکم مان لیا، اور ایک دوسری متبادل راہ پیدا ہو گئی جو شر کی راہ تھی۔ خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالیٰ تو اس نے شر کا راستہ بھی خود بنا دیا اور خیر کا راستہ بھی بنا دیا اور اس راستے پر چلنے والے اور اس راستہ پر چلنے والے دونوں طرح کے لوگ ہیں۔ ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ تو اگر آپ کافروں کو ہزار سمجھاؤ مگر وہ نہیں ایمان لائیں گے۔ تو وہ سمجھ سے باہر ہیں، اس لیے جھگڑا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ختم اللہ علٰی قلوبھم تو وہ شر کے ساتھ رہیں گے، تو یہ مزاج ہیں۔ اب وہ شخص جو صدا بلند کرتا ہے، حقیقت کی دعوت دیتا ہے، اخلاق کی دعوت دیتا ہے، سیدھے راستے

کی دعوت دیتا ہے اس کے ساتھ دو قسم کے لوگ جھگڑا کرتے ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو یہ نہیں چاہتے کہ سیدھا راستہ ایسا ہو جائے کہ لوگوں کے اندر انصاف کا شعور پیدا ہو جائے، جو نا انصافی کرنے والا ہے، وہ انصاف کا شعور پیدا نہیں ہونے دے گا کیونکہ اس سے ناانصافی کرنے والے کا استحقاق مجروح ہو گا اور اِن ظالم کے خلاف آواز بلند ہو گی۔ اس لیے وہ یہ راستہ روکتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زیادہ خطرناک ہیں، وہ لوگ یہ راستہ روکتے ہیں اور اللہ کے نام پر اللہ کی راہ کو روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کے اندر ہی اسلام کو روکنے والے مسلمان ہیں۔ باہر کا دشمن تو پہچانا جائے گا مگر خطرناک دشمن وہ ہوتا ہے جو دوست کے لباس میں آئے۔ تو سب سے، زیادہ خوف ناک وہ دشمن ہے جو دوست بن کے آیا اور اس سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ اب یہ لوگ جھگڑا کر دیں گے کہ یہ بات یوں نہیں ہے، اسلام کی وضاحت، Interpretation یوں نہیں ہے اور اسلام یوں نہیں ہے۔ ان کی نیت میں فتور ہے۔ اس لیے اسلام پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ یہ بنیادی بات ہے اور آپ اس پر غور کرنا۔ مثلاً" ایک کانفرنس ہوئی "مشائخ کانفرنس" اور دوسری کانفرنس ہوئی "علماء کانفرنس" اب یہ دونوں الگ الگ کانفرنسیں ہیں حالانکہ دونوں ایک جیسے لوگ ہوں گے، مشائخ علماء ہوں گے اور علماء مشائخ ہوں گے لیکن ان دونوں کی آپس میں نہیں بنتی۔ دونوں میں کوئی نہ کوئی تو حق پر ہو گا یا حق والا اِس میں بھی ہو گا اور اُس میں بھی ہو گا۔ لیکن یہ دو طبقے ایسے ہیں جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ لاہور میں شاہی مسجد کے اندر جھگڑا ہوا تھا۔ ایک نے کہا نعرۂ رسالت" یا

رسولؐ اللہ" تو دوسرے نے اس کے خلاف نعرہ لگا دیا تھا۔ بڑا جھگڑا ہوا' شاید کوئی آدمی بھی مر گیا۔ تو ایک نام کے لینے والے' ایک نام کے لینے کے انداز پر آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم یا رسولؐ اللہ کیوں کہتے ہو تو وہ کہے گا کہ مجھے حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ دوسرے سے پوچھو کہ تم یا رسولؐ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ تو وہ کہے گا کہ مجھے حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ "یا" تو حرفِ ندا ہے مگر اس کے خیال میں یہ غیراللہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ اپنا اپنا مقام ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کے علماء نے' علم جاننے والوں نے آپ کے اندر رخنہ ڈال دیا اور مزاجا" اختلاف پیدا کر دیا۔ یہ علماء یہ مشائخ' یہ فقراء اور پیر صاحبان بڑے بڑے کمال کے حامل ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ہمہ حال مسجد میں ملیں گے' کوئی دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ملیں گے اور لنگوٹی کسی ہوئی ہو گی' اور کسی کے پاس کوے بیٹھے ہوں گے اور وہ ذات سائیں کانواں والی سرکارؒ ہو جائے گی۔ یہ ہر روپ میں آتے رہے ہیں اور ہر رنگ میں آتے رہے ہیں۔ Common Man کو' عام آدمی کو اپنے مانوس چہرے کے علاوہ جب دوسرا چہرہ غیر لگتا ہے تو یہ جھگڑا کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کو مانوس راہ کے علاوہ باقی راہ غیر لگتی ہے۔ تو عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو اس کے بزرگ نے جو راستہ بتا دیا ہے' وہی صحیح ہے اور وہی مانوس لگتا ہے اور باقی اس کو غیر لگتے ہیں۔

ایک جگہ ایسا واقعہ ہوا کہ رات بھر قوالی ہوئی۔ پیر صاحب بھی موجود تھے۔ تو قوالی ہوتی رہی' حال ہوتا رہا' قال ہوتا رہا' دھمال ہوتا رہا اور یہ سارا واقعہ ہوتا رہا' اور صبح اذان ہوئی تو ان میں سے ایک آدمی کہتا

ہے کہ دیکھو جی یہ مُلّا اب خدا کو پکارنے لگا ہے حالانکہ ساری رات ہماری محفل میں رہا۔ تو معاملہ یہاں سے Degenerate ہوتا ہے' بگڑتا ہے۔ تو بات محبت سے چلتے چلتے یہاں پر رخ بدل جاتی ہے۔ اب یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ اللہ نے شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ دے دیا ہے۔ راستہ وہی اٹل رہے گا' بات یہی رہے گی' یہ وہ راستہ ہے جو اللہ کے ساتھ ساتھ رہے۔ آپ شرعی لائن کے ساتھ ساتھ رہیں تو پھر آپ کے لیے راہ محفوظ ہو جائے گی۔ یہ اندھوں والا جھگڑا ہے کہ کچھ اندھے ہاتھی کو دیکھنے کے لیے گئے اور بعد میں جھگڑا کرنے لگ گئے کہ اس نے پوچھا ہاتھی کیسا تھا تو ایک نے کہا ستون تھا کیونکہ اس نے ہاتھی کی ٹانگ دیکھی تھی۔ دوسرا کہتا ہے کہ پنکھا تھا کیونکہ اس نے کان دیکھے تھے۔ تو وہ جھگڑنے لگے مگر جس نے پورا ہاتھی دیکھا ہوا ہے' وہ کہہ رہا ہے کہ دیکھو تم دونوں سچ کہہ رہے ہو' ایک نے اس کی ٹانگیں دیکھی ہیں' دوسرے نے اس کے کان دیکھے ہیں مگر پورا ہاتھی نہیں دیکھا۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ جس کو جتنا نظر آیا وہ اس کو حقیقت سمجھتا ہے' وہ سمجھتا ہے کہ یہی Piece فائنل ہے اور یہی Masterpiece ہے۔ عام طور پر لوگ Generally جھگڑا کرتے ہیں' یہ نہیں کہ بدنیتی کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ ایک کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ غلط کر رہا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے۔ یہ اس جھگڑے کی انتہائی کہانی ہے۔ ایک ایسا بھی واقعہ ہے کہ اللہ معاف دے۔ ایک مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کی نماز کی جماعت ہو رہی تھی۔ میں لیفٹ کی طرف سے آخری صف میں تھا۔ میرے ساتھ ایک اور آدمی آ کے کھڑا ہو گیا۔ جب قاری نے قرأت کی تو

کہا ولا الضّالین تو زور سے سب بولے آمین وہ جو میرے ساتھ کھڑا تھا وہ کہنے لگا لا حول ولا قوۃ اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میں کہاں آ کے پھنس گیا ہوں۔ سب نماز پڑھنے میں مصروف تھے اس لیے کوئی بولا نہیں۔ تو یہ اس کی ٹریننگ ہوئی تھی کہ جہاں اونچی آمین پڑھی جائے وہاں لا حول پڑھ کے بھاگ جاؤ کیونکہ ان لوگوں کا ایمان صحیح نہیں ہوتا۔ تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اس لیے لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں اصل میں کوئی بتانے والا نہیں تھا' کوئی سمجھانے والا نہیں تھا' کسی نے کچھ کہہ دیا' کسی نے کچھ اور کہہ دیا' اور پھر چلتے چلتے قوالی والے نے سمجھا کہ قوالی ہی راستہ ہے۔ اسی طرح ذکر ہوتا ہے۔ بعض اوقات ذکر خفی بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات بلندی کے ساتھ بھی ذکر ہوتا ہے' اللہ ہُو بلند آواز بھی اور بعض اوقات دل میں بھی اللہ ہُو۔ ایک آدمی نے بلند آواز میں کہا۔ اللہ ہُو اللہ ہُو تو دوسرے نے کہا کہ یہ کیا ہے کیا اللہ چلا گیا ہے کہیں دور چلا گیا ہے جسے تو آوازیں دے رہا ہے' کیا اسے نزدیک تلاش نہیں کر سکتا۔ تو یہ ہیں Details' توضیحات اور اس فرق کی وجہ سے بنیاد میں' Fundamentals میں فرق آ گیا ہے جو کہ ہونا نہیں چاہیے تھا۔ بات تفصیل کی' Details کی ہو رہی تھی اور فرق بنیاد میں کر دیا گیا کہ یہ راستہ غلط ہے اور وہ راستہ غلط ہے۔ اس لیے اگر ایسا سلسلہ کر دیا جائے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر اتحاد کر لیا جائے تو یہ اتحاد مکمل ہو گا۔ پوچھو کہ تم کون ہو؟ میں مسلمان ہوں بجائے اس کے کہ تم کہو کہ ہم مسلمان ہیں لیکن آگے تفصیل' تقسیم اور سلسلہ۔ اگر آپ سلسلۂ واردات نکال دیں تو صرف مسلمان ہونا کافی ہے

تو پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے' پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ بس ہوا یہ کہ جس نے جو انداز دیکھا اس نے اس انداز سے چلنا شروع کر دیا اور جس نے دوسرا انداز دیکھا اس نے اسی انداز سے چلنا شروع کر دیا۔ تو ہر ایک نے الگ الگ راستہ دیکھا۔ لیکن اب ایک راستہ ہونا چاہیے۔ جس دن' جب اسلام مکمل ہو گیا تھا تو مکمل ہو گیا۔ اب یہ جو وضاحتیں ہیں انہوں نے اختلاف پیدا کیا ہے۔ اس زمانے میں' جو آدمی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کلمہ پڑھتا' مسلمان ہوتا تو وہ پوچھتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے تو آپؐ فرماتے کہ جو ہم کر رہے ہیں' وہی کرنا ہے' امن کا زمانہ ہے اپنی آمدن کا خیال رکھ' خرچ کا خیال رکھ' اگر جہاد کا زمانہ ہے تو مجاہدوں کے ساتھ مل کر لڑو۔ یہ نہیں کہا گیا کہ کتابیں پڑھو۔ ان کتابوں نے' علم کی تشریحات نے اور وضاحتوں نے فرق پیدا کیا۔ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ اگر اسلام پر لکھی ہوئی کتابوں کے نام آپ پڑھنا شروع کر دیں تو اس کے لیے کئی زندگیاں چاہئیں۔ اسلام تو خیر بڑا وسیع لفظ ہے' اگر آپ یہ کہو کہ تصوف پر لکھی ہوئی کتابیں جو ہیں ان کا نام لکھنا شروع کرو تو یہ بے شمار نام ہیں' عمر ختم ہو جائے گی۔ دین کی تعریف کیا ہے؟ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ Who is a Muslim یہ اگر آپ کتابوں میں پڑھنا چاہیں تو کئی سال لگ جائیں گے۔ سیدھی سادھی بات ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے' تو مسلمان "ہو" جانا چاہیے بجائے اس کے کہ مسلمان کی تعریف ہو۔ آپ لوگ صرف Oral اسلام کے قائل ہیں' زبانی اسلام کے قائل ہیں۔ Oral اسلام کا مطلب کیا ہے؟ بیان' وضاحت والا۔ ورنہ مسلمان ہونا جو ہے یہ آپ کا Behaviour ہے۔ آپ کا اپنا Code'

آپ کا اپنا ضابطۂ حیات ہے۔ تو نیکی کیا ہوتی ہے؟ بڑی آسان سی بات ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ سلوک ہو' وہی سلوک آپ دوسروں کے ساتھ شروع کر دیں تو یہ نیکی ہو جائے گی لہٰذا آپ جو سلوک چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کے ساتھ کریں' وہی سلوک آپ لوگوں کے ساتھ کرنا شروع کر دیں' یہ دنیا آپ کی ہو تو پھر آپ مالک ہونے کی حیثیت سے کیا چاہیں گے۔ آپ کہیں گے کہ یہاں ادھر فساد نہ کرو' تو یہ اسلام کا اصول ہے کہ فساد نہ کرو' جھگڑا نہ کرو' ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرو' ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرو' کوئی تجاوز نہ کرے' تم سارے ایک امت وحدت سے پیدا ہوئے ہو' اس میں جھگڑا کرنے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ دین کا راستہ ہے' اس پر چلو اور اللہ کا خیال رکھو سارے واقعات ٹھیک ہیں' اللہ کا شکر ادا کرو۔ ایک یہ زندگی ہے اور اس کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اس کے بعد ایک اور زندگی آئے گی۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تم پر ناراض ہے تو دراصل وہ خود ہی تم پر ناراض ہوتا ہے۔ تو خدا کے ناراض ہونے کا تو کسی کو تو پتہ نہیں' اللہ تعالیٰ نے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے کہ میں اس شخص پر ناراض ہوں کیونکہ وہ تو کہتا ہے کہ میں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں داخل کرنے والا ہوں یخرجونھم من الظلمٰت الی النور اور یہ کہ یغفر ذنوب جمیعا اور بعض اوقات سیئات کو Convert کر کے' بدل کے' حسنات میں بدل دیتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ کون سے گناہ معاف کر دے' کوئی پتہ نہیں ہے اور کون سی نیکی برباد ہو جائے' اس کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے۔ اس لیے لوگوں کے بارے میں ان کی زندگی ختم

ہونے سے پہلے رائے نہ دیا کرو۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ آدمی نیک نظر آتا ہے تو کہتے ہیں اللہ کرے کہ آخری دم تک نیک ہو۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہ آدمی بدنظر آتا ہے تو پتہ نہیں آگے جا کے توبہ کر لے۔ تو آپ یہ سب دل میں رکھا کریں۔ کوئی آدمی ضرور برا ہو گا لیکن کسی وقت بھی اسے توبہ کی توفیق ہو گئی تو وہ آدمی اچھا ہو جائے گا۔ تو برے کو برا نہ کہو' اس کے لیے اچھا گمان رکھو' ممکن ہے اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے' ایک توبہ کے ساتھ ستر سال کا کافر مومن ہو سکتا ہے' اگر کلمہ پڑھ لے تو پرانا کافر' پکا کافر' پکا مومن ہو سکتا ہے۔ اب آپ لوگ اپنی بات دیکھیں کہ کلمہ پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہیں' کیا ابھی مومن ہوئے کہ نہیں؟ اپنے آپ کو مومن سمجھنے والا دوسرے کو ضرور مومن سمجھتا ہے۔ تو اچھا مومن کون ہے؟ جو دوسرے مومن کے لیے جنت کا گمان رکھے۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ یہ جتنے لوگ بیٹھے ہیں' سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے' یہی ہم سفر ہیں' یہی ہمارے ساتھ وہاں بھی ہوں گے تو پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑا اس وقت ہوتا ہے' جب انسان اپنے آپ کے لیے جنت الاٹ کرتا ہے اور دوسرے کو دوزخی کہتا ہے۔ پھر جھگڑا ہوتا ہے تو آپ دوسرے کو بھی جنت میں جانے دیں جہاں آپ جا رہے ہیں' پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ اس کے حق میں بھی دعا کرو تو جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑا کرنے والا جھگڑا کم ظرفی میں کرتا ہے' لا علمی میں کرتا ہے' مطلب پرستی میں کرتا ہے' ورنہ جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھوٹا علم جھگڑتا ہے اور بڑے علم والے نہیں جھگڑتے۔ جس کو بات سمجھ آ گئی تو جھگڑا نہیں ہو گا۔ پھر جھگڑا ختم ہو جاتا ہے جس نے کچھ دیکھ لیا تو جھگڑا ختم ہو گیا اور جس کو علم

نہیں ہوتا وہ جھگڑا کرتا رہتا ہے کہ یہ ہے' وہ ہے' اِدھر ہے' اُدھر ہے۔ اس کے پاس بحثیں اور جھگڑا ہے اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا کہ تم فساد نہ کرنا۔ جب فرشتوں کے ساتھ ڈائیلاگ ہوا تھا تو فرشتوں نے کہا کہ آپ اس انسان کو پیدا کر رہے ہیں جو من یفسد و یفسک الدماء کہ یہ تو خون بہائے گا۔ جھگڑا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا بات یہ ہے کہ انی اعلم مالا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور اس کو میں جانتا ہوں کہ یہ تو بہت اچھا ہے۔ جو جھگڑا کرنے والا ہے۔ اس کے اندر شر ہے یہ فرشتوں کا اندازہ تھا کہ انسان جھگڑا کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا یقین تھا کہ یہ جھگڑا نہیں کرے گا تو جو جھگڑا چھوڑ دے وہ اللہ کے اعتماد پر پورا اترا اور جو جھگڑا کر رہا ہے' وہ فرشتوں کے اعتماد پر قائم کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ خود ہی سوچ لو کہ وہ تو جھگڑا کر رہا ہے۔ لیکن تم جھگڑا نہ کرو۔ یہ حضور پاک ﷺ کا معجزہ تھا کہ جھگڑا کرنے کے لیے ایک آدمی تلوار لے کے آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ نے فرمایا کہ جھگڑا نہیں کرنا اور السلام علیکم کہہ دیا' کہ تجھ پر سلامتی ہو۔ پھر تلواریں کدھر رہتی ہیں۔ کلمہ پڑھا گیا اور ختم ہو گئی بات۔ جھگڑا نہ کرنا ہی اخلاق ہے۔ تو آپ جھگڑا نہ کرو بلکہ اس کو محبت کے ساتھ نوازو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سوال :۔

نفس اور روح کے بارے میں ذرا تفصیل سے وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔

یہ دو الگ الگ نہیں ہیں اور ان میں جھگڑا نہیں ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ' ایک Hormony ایک توازن میں ہیں۔ ایک سوار ہے اور دوسرا گھوڑا ہے۔ گھوڑا بغیر سوار نہیں ہے اور سوار بغیر گھوڑا نہیں ہے۔ یہ جسم جو ہے ایک گھوڑا ہے اور روح جو ہے اس کا سوار ہے۔ کہیں سوار کو بیمار نہ کر لینا کہ صرف گھوڑا ہی پالتے جاؤ' وہ شاہسوار ہونا چاہیے۔ گھوڑا صحت مند ہونا چاہیے اور سوار بہتر ہونا چاہیے۔ سفر دور کا ہے۔ وہ لوگ جو صرف گھوڑے کو پالتے رہتے ہیں تو سوار مریل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو سوار کو پالتے رہتے ہیں گھوڑا مریل ہو جاتا ہے اچھا سوار اور مریل گھوڑا یہ بھی اچھی بات نہیں ہے۔ اس لیے گھوڑا جو ہے سوار کے مطابق ہو' Sound mind اور Sound body دونوں ہونے چاہئیں۔ پھر یہ جھگڑا نہیں کرتے اور جب آپ دل سے اللہ کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ کا نفس بھی آپ کو تنگ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ نفس پھر نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔ وہ لوگ گناہ کو یاد نہیں کرتے کیونکہ انہیں نفسِ مطمئنہ مل جاتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ کا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو یہ نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔' ویسے بھی ایک عمر کے بعد یہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ جب ایسی عمر آ جائے کہ ختم ہو جائیں تو پھر تو کھانے کے لیے آپ جھگڑا نہیں کریں گے کیونکہ اب ذائقہ ہی ختم ہو گیا ہے۔ یا اگر آپ کھانا کھاؤ اور ہضم نہ ہو تو پھر بھی آپ جھگڑا نہیں کریں گے اور ایک ایسا وقت آ جائے جب خدانخواستہ آپ کی نگاہ ذرا کمزور ہو جائے تو پھر آپ رنگین چیزیں انتخاب

نہیں کریں گے۔ خدانخواستہ کان سنائی دینا کم کر دیں تو پھر آپ میوزک کی طرف رجوع نہیں کریں گے کیونکہ کان تو بیچارے پہلے ہی بند ہو گئے ہیں۔ تو ایسا وقت آخر آ ہی جاتا ہے اور اگر جوانی میں یہ وقت آ جائے' یہ کیفیت مل جائے تو سبحان اللہ! تو رنگین ہو گیا انسان۔ تو نفسِ مطمئنہ کیا ہوتا ہے؟ کہ تمام صفات کی موجودگی میں ایک طرف کا خیال لگ جانا۔ ورنہ ایک ایک کر کے سب چھن تو جانا ہی ہے مثلاً" آپ کے جسم کے قوا' آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے خلاف ہو جائیں گے' آپ کے خلاف گواہی دینے کا مطلب ہے کہ آپ کا ہاتھ جو ہے آپ کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتا' آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا ہاتھ کانپنا شروع ہو گیا۔ آپ کی بینائی' آپ کا خیال اور آپ کا وجود جو ہے یہ آپ کے تابع فرمان نہیں رہے گا۔ انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ تحلیل ہو رہا ہے۔ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ہو تو ضرور جاتا ہے' پھر کیوں نہ وقت پر ہو جائے۔ تو آپ اسے کنٹرول میں رکھ لیں۔

جوانی میں ہم ہو گئے ہیں جو پیر
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر

اس لیے جوانی کے اندر ہی توبہ ہو جانی چاہیے تاکہ انسان اس راستے پر ہو۔ تو آپ روح کو سنبھالیں کہ یہ اصل مسافر ہے کیونکہ جسم نے یہیں رہ جانا ہے اور روح جو ہے یہ اگلے سفر پہ روانہ ہو جانی ہے۔ روح کے لیے جسم کا پردہ ہونا ضروری ہے۔ ایک شاہین نے جھپٹا مارا کیونکہ اسے زمین پر کوئی چیز نظر آئی' اس نے پکڑ لیا اور اس کو اوپر لے گیا۔ راستے میں دیکھا تو کوئی مری ہوئی چیز تھی' اس نے وہیں پھینک

دی۔ اب جتنا عرصہ وہ مری ہوئی چیز اس کے پنجے میں تھی' پرواز کر رہی تھی اور پھینکنے پر وہ زمین پر واپس آ گئی اور وہ سوتے لامکاں اڑ گیا۔ اس طرح روح آئی ہے اور یہاں اس نے مٹی کو اڑایا' آپ کی مٹی جو ہے وہ بھاگم دوڑ کرتی جا رہی ہے' روح نے پھر اس کو یہیں چھوڑ جانا ہے' مٹی میں مل جائے گا اور وہ لامکاں کی طرف چلا جائے گا۔ بات اتنی ساری ہے۔ جب تک یہ دونوں اکٹھے ہیں' آپ کلمہ شکر ادا کرو۔ تو خالی روح کی عبادت نہیں ہے اور خالی وجود کی عبادت نہیں ہے۔ جسم کو' مٹی کو جب روح جھکائے گی اور آپ جب دل کے ساتھ جھکیں گے تو پھر یہ عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خاص کرم رکھا ہے کہ مٹی کو روح کے ذریعے کنٹرول کیا ہے۔ اچھے لوگ جو ہیں وہی ہوتے ہیں جن کا وجود پہلے جان لیتا ہے کہ وہ جانے لگا ہے پنچھی اڑنے لگا ہے اور پھر پنجرہ خالی رہ جائے گا۔ وہ پہلے بتا دیتے ہیں کہ دیکھو یہ جگہ ہے ہماری اور اس جگہ پر ہمارا مزار بننا چاہیے بلکہ اپنا مزار پہلے ہی اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں۔ تو اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو انتخاب کر لیتے ہیں یہ جگہ میری ہے' عام طور پر وصیت بھی کر جاتے ہیں یا پہلے کہتے ہیں کہ میری جگہ یہاں رکھو۔ عین گرمئی حیات میں' Heat of life میں یہ بات سمجھ نہیں آتی اور جب Heat' گرمی ختم ہوتی ہے اور Fire جو ہے وہ Ash بن جاتی ہے' آگ جو ہے راکھ بن جاتی ہے' پھر سمجھ آتی ہے کہ کرنا کیا ہے اور رہنا کہاں ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ جانا کہاں ہے۔ یہاں پر رہنا ہے' تو وہ تو ہے مگر اب دیکھو کہ جانا کہاں ہے۔ زندگی میں اگر وہ جگہ آپ نے دیکھ لی ہے جس جگہ زندگی کے بعد پہنچنا ہے تو آپ آدھے فقیر تو پکی طرح بن گئے۔

فقیری کا یہ نسخہ بڑا پکا نسخہ ہے۔ جس آدمی نے زندگی میں اپنا مزار دیکھ لیا وہ شخص بہت فلاح پا گیا۔ تو آپ کبھی یہ بھی دریافت کر لیں کہ آپ کا وہ مکان کہاں بنتا ہے۔ تو آپ وہ دریافت کر لیں تاکہ آپ کو پتہ ہو کہ کہاں جانا ہے' غور کرو اور پہچانو کہ آپ نے کہاں جانا ہے' اس جگہ پر جا کے Visit کرو اور کہو کہ اے زمین ہم آ رہے ہیں' مہمان کا انتظار کرو۔ دیکھو پھر آپ کی درویشی پکی ہو جائے گی۔ تو ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ پکی بات ہے کہ یہاں کسی نے نہیں رہنا۔

جس سر کو غرور آج ہے یہاں تاجوری کا
کل شور اسی سر پہ ہے پھر نوحہ گری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اپنا مزار ضرور دیکھو۔

تُو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار
تُو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تو آپ نے بے شمار جنازے Attend کیے ہیں تو یہ بھی دیکھو کہ آپ نے بھی جانا ہے' تو پھر کیسے جانا ہے اور کون کون لوگ ساتھ ہوں گے۔ آپ یہ اندازہ ضرور کر لیں۔ یہ پکی درویشی کی بات ہے۔ درویشوں کو بتایا جاتا ہے کہ اپنا مزار ضرور دیکھنا۔ کچھ لوگ پہچان بھی لیتے ہیں۔

زمین بولتی ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ یہ جگہ ہے جہاں پر ہم نے آنا ہے۔ ایسے نہ اپنے آپ کو چھوڑ دینا کہ جہاں مرضی دریا لے جائے۔ تو خودکودریا کے حوالے نہ کرنا بلکہ جہاں جانا ہے اس جگہ کا پتہ ہونا چاہیے۔ پھر یہ درویشی ہے اور پھر یہ فقیری ہے۔ یہ زمین کی بات نہیں ہو رہی اور نہ قبرستان کی بات ہو رہی ہے بلکہ مقام کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو آشنا کرا سکتا ہے' وہاں پر کروڑوں سال کا سفر کرنا ہے تو اس پر جگہ کا پتہ ہونا چاہیے۔ اس لیے اچھا یہ ہے کہ جگہ کا انتخاب کر کے پہلے ہی طے کر لینا چاہیے۔

سوال :۔

حاسد کی نظر سے کیسے بچنا چاہیے؟

جواب :۔

حاسد کی نظر سے اللہ بچائے گا۔ اس لیے دعا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ دعا کیا کرو۔ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد اللہ سے دعا کی جاتی ہے کہ تو نے شر تخلیق فرمائی ہے' اس سے تو ہی بچا کیونکہ اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو حاسد کی نگاہ سے خالق ہی بچا سکتا ہے۔ اور سوال کرو ——— ضرور پوچھو ———

سوال :۔

آپ کہتے ہیں کہ سوال کرو تو ہمارا ذہن خالی ہوتا ہے' اس میں سوال ہی کوئی نہیں ہوتا' ہم مصنوعی سوال کیا کریں؟

جواب :۔

نہیں' یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہوتی ہے کہ سوال بھی اللہ کے فضل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ دیکھو کہ مختلف ذہنوں میں مختلف سوال پیدا ہوتے ہیں' حالانکہ پہلے سب خالی ذہن ہوتے ہیں اور پھر تمام سوالوں کا جواب ہوتا ہے۔ جو جواب پیدا کرنے والا ہے' وہی سوال پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم اپنے لیے یہ "سوال جواب" کر رہے ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ بہت سارے لوگوں کے یہ سوال ہوں اور بہت سارے لوگوں کو یہ جواب ملے۔

سوال :۔

میری ایک تجویز ہے کہ آدھا گھنٹہ آپ کسی موضوع پر لیکچر دیں اور پھر سوالوں کے جواب دیا کریں۔

جواب :۔

موضوع پر اگر لیکچر دیا جائے تو موضوع کو پہلے تیار کرنا پڑے گا اور پھر کتابوں سے استفادہ ہو گا۔ پھر وہ اسی کا اسی طرح ہو جائے گا جس طرح ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس سے بچنا ہے۔ یہ ایک ٹائپ بن جائے گی کہ آج آپ ایمان کے اوپر تقریر کرتے ہیں کہ ایمان کسے کہتے ہیں' تو ایمان کہتے ہیں شخصیت پر اعتماد کرنا' پھر ختم ہو گئی تعریف۔ اب اس سے آگے' ایمان پر اس سے آگے کچھ نہیں کہنا۔ تو ایمان کیا ہے؟ اعتماد شخصیت۔ اللہ پر ایمان کیا ہے؟ اللہ کے نبیؐ پر اعتماد۔ تو ختم ہو گئی بات۔ اب اس سے آگے ایمان کیا ہے۔ اس سے آگے کوئی ایمان نہیں ہے۔ پھر ایمان

کی تعریف یہ ہے کہ ایمان بھی حضور پاک ﷺ پر نثار۔ تو یہ ایمان ہے۔ پھر مزید نہیں کہہ سکتے کہ ایمان یہ ہے اور ایمان وہ ہے۔ آخری بات ' Ultimate بات ' ایمان کی بات یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ پر ایمان بھی نثار۔ تو ختم ہو گئی بات۔ اب اس پر لیکچر کیا ہو گا۔ ویسے اگر ایمان پر تقریر کرنے لگ جائیں تو اس میں کئی سال لگ جاتے ہیں کہ ایمان کیا ہے ایمان کے کتنے حصے ہیں' اس میں کتنی صفات ہیں' کیا کیا واقعات ہیں' کلمے پر شروع ہو جاؤ تو کلمے ہی چلتے جائیں گے۔ اس لیے اس ٹائپ سے نکلو۔ آپ کہتے ہیں کہ ذہن میں نہیں آتا لیکن پھر بھی آپ کے ذہن میں سوال آتا ہے۔ آج کے دن دو سوال آپ نے کیے ہیں حالانکہ خالی ذہن آپ بھی ہیں' پھر بھی سوال آئے' حالانکہ سوال بظاہر معمولی تھا لیکن اس کی واضح طور پر حد بندی ہو گئی کہ رشک کیا ہے اور حسد کیا ہے۔ اس لیے ان سب کو اللہ کے حوالے کر دو۔ جب میں کہوں کہ سوال پوچھو تو اگر اس وقت ذہن میں جو آ جائے وہ بول دیا کرو۔ سوال کا مطلب یہ نہیں کہ آپ گھر سے کوئی سوال لے کے آئے ہیں یا میں کوئی جواب لے کے آیا ہوں' تو نہ میں لے کے آتا ہوں نہ آپ لے کے آتے ہیں۔ اور یہیں جواب آئیں گے۔ آپ نے بھی سنا' میں نے بھی سنا۔ پھر یہ دونوں یہاں محفوظ ہو جائیں گے جنہیں ہم کتاب کی شکل میں دے کے چلے جائیں گے اللہ میاں کے پاس۔ ٹھیک ہے! اس لیے تقریر جو ہے تیار نہیں کرنی چاہیے۔ تقریر تیار کرنے کے لیے عنوان ہوتا ہے' وہ پہلے کتاب سے پڑھتے ہیں' پھر خطبہ کرتے ہیں' پھر اس کے بعد قال اللہ تعالٰی فی کلام مجید' پھر آیات پڑھتے ہیں کہ

کل من علیھا فان و یبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ہر چیز جہاں کی فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات تیرے رب کریم کی ہے۔ فانی سے مراد کیا ہے کہ یہاں کچھ نہیں رہے گا۔ اور پھر ایک تقریر شروع کر دو کہ ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے' جو آیا وہ ضرور گیا۔ کسی کی تاریخ میں بات رہ گئی اور کسی کا تاریخ میں نام نہیں آیا' کسی کا تو مردم شماری میں بھی نام نہیں آیا' آنے والا چلا جاتا ہے اور پھر یہاں تقریر ختم ہو جائے گی کہ اس دنیا میں انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ کچھ پاتا ہے۔ وہ تو آتا ہے اور جاتا ہے' یہاں پانا کیا اور لے جانا کیا۔ وہ چیز جو آپ کے ساتھ جائے گی وہ کیا ہے' وہ کسی کا کلمہ خیر ہے جو آپ کے ساتھ جائے گا' آپ کا عمل صالح آپ کے ساتھ جائے گا۔ یہ جو آپ کی دنیا میں ٹھوس انعامات ہیں یہ ساتھ نہیں جاتے۔ اس لیے یہاں ہر چیز فانی ہے' جو بھی آیا اس نے جانا ضرور ہے۔

پیر' پیغمبر' ولی' درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذاتِ ربِ ذوالجلال

ایک چیز قائم رہے گی' اسی کا ذکر قائم رہے گا اور وہ قائم ہی ہے' آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا ذکر قائم ہوتا چلا جا رہا ہے' اس کے نام قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں' اس کے ماننے والے اس کے بندوں کے مزار پہ چلے جا رہے ہیں۔ تو یہ ہے طاقت کی بات۔ داتا صاحبؒ کا دربار دیکھ لو ایسے لگتا ہے جیسے آج کل کی بات ہو۔ پتہ چلا کہ یہ تو بڑے پرانے

زمانے کی بات ہے لیکن بالکل تازہ دم لگتا ہے۔ ان لوگوں نے ہزار سال کیسے طے کر لیے۔ ان کا مزار زندہ ہے اور ادھر تمہاری زندگی مزار بنی پڑی ہے۔ تو کوئی بات ضرور ہے کہ وہاں جو آدمی جاتا ہے' قرآن شریف پڑھتا ہے' نماز پڑھتا ہے' درود شریف پڑھتا ہے' کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے' کسی کو پتہ ہے اور کسی کو پتہ نہیں ہے کہ یہ مزار کس کا ہے اور یہ راز کیا ہے؟ راز یہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ "ہمارا ذکر کر' ہم تمہارا ذکر کریں گے"۔ تو جن لوگوں نے اللہ کا ذکر کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر ہمیشہ کے لیے لوگوں سے کروا دیا۔ اب جو نہیں جانتے وہ بھی جانتے ہیں داتا صاحبؒ کو۔ داتا صاحبؒ کون ہیں؟ کہتا ہے یہ نہیں پتہ کہ داتا صاحبؒ کون ہیں لیکن یہ شہر لاہور جو ہے یہ داتا صاحبؒ کی نگری ہے۔ کتنا علاقہ ہے داتا صاحبؒ کی نگری کا اور اس کی رینج کیا ہے' اس کا کچھ نہیں پتہ۔ یہ پتہ ہے کہ بس یہ داتا صاحبؒ کی نگری ہے اور یہ خوب صورت جگہ ہے۔ تو یہ مزاج کی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بھی اتنا بلند کرا دیا کہ دنیا بھی ان کا ذکر کرنے لگ گئی۔ باقی ہر شے فانی ہے۔ اس زمانے کا لاہور کیا ہو گا جب داتا صاحبؒ آئے۔ شہر سے کتنی دور ہوں گے؟ یہ کل ہی کی بات تو ہے۔ میاں میر صاحبؒ کا مزار شہر سے کتنی دور ہو گا؟ اس وقت نہ تانگہ تھا نہ بس تھی' شہر سے دور وہ پرانا شہر' شہر سے دور آ کے یہ بزرگ بیٹھے تھے اور انہوں نے شہر آباد کر دیے۔ یہ ہے اللہ کا نام' باقی ہر شے فانی ہے۔ جہانگیر بادشاہ کا مزار دیکھو' فاتحہ درود کا نام نہیں ہے اور یہ درویش کا مزار ہے' دیکھو فاتحہ ہے' درود ہے اور دیگیں پکتی چلی جاتی ہیں' اس بزرگ کی صندوقچی سے خزانہ نکل رہا

ہے۔ اب مزار پر دینے والا وہ آدمی ہے جو کسی فقیر کو بھی پیسہ نہیں دیتا۔
بڑا سخت آدمی ہے چیک کاٹ کے لا رہا ہے کئی کئی لاکھ کا چیک ہوتا ہے۔
اس واقعہ کے پیچھے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔ دنیا دار بے وقوف
نہیں ہوتا۔ دنیا دار جب پیسہ دیتا ہے تو سمجھو واقعی اچھی بات ہے' کوئی
خاص بات ہے' دنیا دار کھانا کیسے کھلاتا ہے دیگیں کس طرح پکا کے لاتا
ہے' اس میں کوئی بات ضرور ہے۔ وہ بات کیا ہے؟ وہی تو بات ہے کہ
ان کا نام ہمیشہ رہتا ہے جن لوگوں نے نیک کمائیاں کیں۔ تو ان کا نام
ہمیشہ رہا۔ اگر کبھی سلطان باہوؒ آپ چلے جائیں تو آپ کے اندر بھی "ہو"
کا ذکر شروع ہو جائے گا۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور وہاں آپ ایک
رات رہ کے دیکھیں تو صبح آپ ذکر کرنے لگ جائیں گے۔ بالکل ذکر
جاری ہو جائے گا۔ پورے کا پورا ذکر۔ ایک واقعہ ہے۔ بری امامؒ جاؤ تو
اور کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ جن لوگوں نے اللہ کا نام دل سے یاد کیا تو
اللہ تعالیٰ نے ان کا نام امر کر دیا۔ باقی ہر شے فانی ہے۔ پتہ نہیں اس
وقت کا لاہور کیا تھا' راجہ کون تھا' مہاراجہ کون تھا اور یہ واقعہ کیا تھا؟
درمیان میں سے ہر شے غائب ہے لیکن وہ مقام بلند ہے' آج بھی وہ قبر
ہے پھر بھی بلند ہے۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلٰل
والاکرام تو میں نے تقریر کر دی آپ کے سامنے۔ اب سوال کرو آپ۔
تو میں نے بتایا تھا کہ جو سوال کا موسم ہے وہی جواب کا موسم ہے' موسم
ایک ہی ہے۔ جواب دلانے والا ہی خود سوالات مہیا فرماتا ہے۔ اس لیے
کبھی آپ کا سوال وارد ہو جائے تو سوال برملا کرنا چاہیے۔ یہ بات دل
میں رکھنے والی ہے اور کسی سے نہ کہنا مگر یہ بڑا دعویٰ ہے کسی سے کہہ

دینا کہ سوال کرو اور یہ کہہ دینا کہ سوال کرو اور جواب کے حوالے سے دعوت دینا' Invite کرنا اور یہ کہ کوئی سوال کسی قسم کا ہو۔ تو یہ ہر آدمی ہر وقت نہیں کر سکتا یہ بڑی بات ہے' یہ بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ یہ کہا جائے کہ آپ سوال کرو' کسی قسم کا سوال ہو' پھر اس کا جواب بھی آرہا ہے۔ یہ دعویٰ بھی نہیں ہے' لیکن اللہ کی مہربانی ہے۔ یہ کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ عرفان جو ہے وہ ہو جانے کا نام نہیں ہے بلکہ مسلسل' Constantly ہونے والا عمل ہے۔ آپ عرفان کی تعریف دیکھو کہ علم عام طور پر معلوم پر ناز کرتا ہے لیکن جسے آگہی کہتے ہیں عرفان کہتے ہیں' لا معلوم' عاجز ہو گی' تو معلوم کی بات نہیں ہو رہی ہے' یہ دیکھو کہ کتنا لامعلوم ہے' نامعلوم ہے' تو اس نامعلوم کے احساس کا نام ہے آگہی۔

عرفان کیا ہے؟ اللہ کے نہ پا لینے کا عرفان۔ جنہوں نے اللہ کا عرفان حاصل کیا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ یااللہ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ یہی اللہ کا پانا ہے۔ جاننا کیا ہے؟ ہم تجھے نہیں جان سکتے۔ پانا کیا ہے؟ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ اس کا قرب کیا ہے؟ ابھی قرب کی بات نہیں ہے۔ تیرا وصال کیا ہے؟ تیرا فراق ہی تیرا وصال ہے۔ اللہ کا فراق ہی اللہ کا وصال ہے۔ اس لیے پانے کی بات نہیں ہے۔ نہ پانے کے احساس کا نام عرفان ہوتا ہے۔ عرفان کیا ہوتا ہے؟ نہ پا سکنے کے احساس کا نام۔ تو آپ عرفان کا سوچنے کی بجائے اس کی طرف چل پڑیں' جیسے بھی ہو۔ ففروا الی اللّٰہ اللہ کی طرف بھاگ پڑو' فرار کر جاؤ۔ تو عرفان کا لفظ کہہ دینے سے انسان عارف نہیں ہو جاتا۔ جن لوگوں کا وصال ہو چکا ہے ان کی ماضی کی زندگی کے حوالے سے ہم کہتے ہیں کہ یہ عارف تھا۔ یہ نہیں کہتے کہ کوئی عارف

"ہے" بلکہ کہتے ہیں کہ عارف "تھا" جس نے کہا کہ "وہ" عارف ہے تو اس کو خطرہ ہے' "وہ درویش ہے' اس کو عرفان حاصل ہے" تو یہ خطرہ ہے۔ دنیا داروں میں یہ ہوتا ہے کہ وہ "زندہ باد" کہہ دیتے ہیں اور پھر "مردہ باد" کہنے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ لوگ یہی کرتے ہیں کہ زندہ باد کہہ کر جلوس شروع کرتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد تنگ آ جاتے ہیں' وزیروں سے تنگ آ جاتے ہیں' حتیٰ کہ ایک چہرہ دیکھتے دیکھتے تنگ آ جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ منظر بدلو اور پس منظر بدلو تو یہ انسان کا مزاج ہے۔ تو عارف کون ہے! وہ مستقبل کا ہوتا ہے۔ اللہ کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اِس کو نہ پا سکنے کا ادراک ہو جائے کہ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ تو آپ اس بات کا ادراک اور یقین کر لیں اور عاجزی کے ساتھ کر لیں تو یہ عرفان ہے۔ عرفان ماضی کا نام نہیں ہے' پا لینے کا نام نہیں ہے بلکہ تشنگی کا نام ہے' پیاس کا نام ہے' قلزم کی پیاس کا نام ہے اور اللہ جو ہے وہ سمندر ہے' کبھی مل گیا تو مل گیا ورنہ اس کی مرضی' جس نے اسے پایا وہ بول نہ سکا' بولنے والا صرف شور مچاتا ہے۔ پانے کا نام خاموشی ہے اور وصال ہے۔ گویا کہ زندگی فراق ہے اور آگے وصال ہے۔ آخری وقت آ جائے تو ہم کہتے ہیں کہ وصال ہو گیا' تو وصال سے پہلے کا وقت کیا تھا؟ فراق! مگر آپ لوگ فراق کو نہیں مان رہے' اس زندگی کو فراق نہیں کہہ رہے تاکہ اگلی زندگی کو وصال کہہ سکیں۔ تو یوم وصال سے پہلے کے ایام جو ہیں وہ فراق کے دن ہیں' جدائی کے دن ہیں۔ اس لیے فرمایا فرمانے والوں نے کہ اس آنکھ سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا' اس آنکھ سے کبھی مشاہدے کا نام نہ لینا' اس حال میں آپ اللہ کو نہیں پا سکتے کیونکہ آپ

وجود کی حالت میں ہیں، اس حالت میں اسے دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ تو وہ خیال کا عالم ہے، خواب کا عالم ہے، روح کا عالم ہے، احساس کا عالم ہے اور وہاں پر وجود کا عالم ہے ہی نہیں، اس نگاہ سے اسے نہیں دیکھ سکتے ــــــ اب اور سوال پوچھو ــــــ

سوال :۔

میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے مگر رکاوٹ آ جاتی ہے ــــ

جواب :۔

میں نے یہ بتایا تھا کہ جو کوئی آدمی معروف عبادت کے علاوہ ذکر کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔ اگر آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کی طرف سے معذرت نہیں ہونی چاہیے، یہ آپ کا دعویٰ اور خواہش ہے کہ محبت کریں گے تو پھر اس پر آپ معذرت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں محبت نہیں کر سکتا۔ پھر اگر آپ کو حکم دیا جائے کہ محبت کرو تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں معذور ہوں۔ اس وقت آپ کی طرف سے یہ خواہش ہے کہ معروف سے زیادہ ذکر کرنا چاہتا ہوں اور آپ ہی کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تو یہ آپ کا اپنا شوق ہے۔ اور شوق کی تعریف یہ ہے کہ شوق وہ ہوتا ہے جو اپنی راہ میں مجبوری نہ آنے دے۔ اور اگر مجبوری ہو رہی ہے تو پھر یہ شوق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کسی کا حکم ہو اور شوق جو ہے وہ حکم کا نام نہیں ہے۔ اگر کوئی حکم دے کہ اللہ کو دریافت کرو تو یہ عرفان والی بات نہیں ہے بلکہ عرفان جو

ہے وہ شوق کا نام ہے۔ اگر شوق پیدا ہو جائے تو پھر رکاوٹ کیسی۔ پھر کون منع کر سکتا ہے' جس کو شوق ہو اس کے لیے کھلا میدان ہے اور وہ تلاش کرے۔ انسان اس وقت ڈگمگا جاتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ مجھے شوق تو ہے لیکن مجبوری ہے' محبت کرنے کا جذبہ ہے لیکن ہم کر نہیں سکتے' میں بڑے کام کرتا لیکن نہیں کروں گا۔ تو یہ سب دنیا داری کی باتیں ہیں۔ ایسا آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس ایسا گھوڑا ہے جو سمندر کو عبور کر جائے اور آسمان کی طرف چلا جائے مگر یہ ہمت نہیں کرتا۔ اس لیے اگر شوق ہے تو وہ کام کرو کیونکہ شوق کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جس آدمی کا جو دعویٰ ہے اسی کے ذمے ثبوت مہیا کرنے کا فرض ہے تو شوق کا ثبوت کون دے گا؟ جو دعویٰ کرے گا وہی ثبوت دے گا۔ اور شوق کیا ہے؟ مجبوری کو راہ سے ہٹانا' معذرت کی راہ سے ہٹانا۔ تو شوق وہ ہے جو اپنے راستے میں مجبوری اور معذوری کو نہ آنے دے؟ شوق کا مطلب یہ ہے کہ اس طرف انتھک سفر کرنا۔ شوق میں تھکاوٹ نہیں آ سکتی' شوق میں بیزاری نہیں آ سکتی' شوق میں مجبوری نہیں آ سکتی' شوق چلتا چلا جاتا ہے' شوق بے دم نہیں ہوتا۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

جن لوگوں کو یہ شوق ہوا آپ ان کی زندگی پڑھ لیں' کوئی ایک مثال اپنے سامنے رکھ لیں تو پتہ چل جائے گا کہ شوق کیسے چلتا گیا۔ شوق دریا کی طرح ہے اور یہ منزل سے پہلے نہیں رکتا' شوق چلتا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ شوق پیدا ہو جائے۔ شوق میں نہ دن ہے اور نہ رات ہے نہ صبح ہے نہ شام ہے وہاں ہر موسم ایک ہی موسم ہے' بس شوق چلتا جاتا

ہے' شوق جو ہے وہ غم میں بھی اللہ کے آگے جھکتا ہے' خوشی میں بھی جھکتا ہے' ہر کیفیت اسے اللہ کے قریب رکھتی ہے' کوئی موسم اسے اللہ سے دور نہیں کر سکتا کیونکہ شوق والے نے اللہ کو مان لیا اور محبت سے اس کی طلب کی۔ شوق اور محبت سے اللہ کو پکارنے والا رکتا نہیں' وہ چلتا چلا جاتا ہے' جس قیمت پر ہو وہ جاتا ضرور ہے' اس نے جانا ضرور ہے۔

اساں سر بھر ماہی دے دیس جانا

تو شوق والے نہیں رکتے۔ جس کو ذکر کا شوق ہو وہ پھر نہیں رکتا' وہ ضرور ذکر کرتا ہے ----- اور کوئی سوال -----

سوال :۔

کیا نماز میں آمین بلند کہنی چاہیے؟

جواب :۔

یہ تو بعد میں آنے والوں کے جھگڑے ہیں۔ آپ آمین ضرور کہو چاہے بلند کہو۔ میں نے تو مثال یہ دی تھی کہ اونچی آمین کہنے والے اور نہ کہنے والے دونوں نماز میں جھک گئے اور وہ شخص نماز سے بھاگ گیا کیونکہ اس کی ٹریننگ اور طرح سے ہوئی تھی۔ اب یہ ٹریننگ کا فرق ہے ورنہ اسلام تو ایک ہی ہے ----- ہاں تو اور سوال پوچھو -----

سوال :۔

آج کل اخباروں میں آتا ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آنے والی ہے؟

جواب:۔

میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ۲۰۱۵ء تک زندہ رہیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی قیامت تو روز ہی آتی جا رہی ہے۔ موت کی سمجھ آ جائے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ سکتی ہے۔ آپ نے آخری سانس کے ختم ہونے کا نام موت رکھا ہوا ہے حالانکہ موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے اور موت ساتھ ساتھ چلتی ہے' پہلے بچپن مر گیا لیکن آپ کو پتہ نہیں چلا' پھر دوست احباب چلے گئے اور آپ کو پتہ نہیں چلا' ماں باپ اور بزرگ چلے گئے اور آپ کو پتہ نہیں چلا' آپ نے مکان بدل لیا تو یہ موت کا عمل ہے' محلہ چھوڑ دیا تو یہ موت کا عمل ہے' دفتر چھوڑ دیا تو یہ موت کا عمل ہے' گزشتہ دن مر گیا تو یہ موت کا عمل ہے اور آج کا دن ختم ہونے لگا تو یہ موت کا عمل ہے۔ آپ اس عمل کو دیکھ نہیں رہے اور آخری سانس کو موت کا عمل سمجھتے ہیں حالانکہ موت جاری ہے۔ ہر دن کی قیامت ہر شام کو ہو جاتی ہے۔ جب آپ سو گئے تو سمجھو کہ آپ گئے۔ جب انسان سو جاتا ہے تو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کدھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیند میں انسان مر جاتا ہے اور پھر ہمارے حکم سے یہ دوبارہ زندہ ہوتا ہے اور یہ ڈیلی ہوتا ہے۔ تو قیامت جو ہے وہ کسی چیز کے ختم ہونے کا نام ہے۔ تو قیامت اس وقت گزر جاتی ہے جب کوئی دوست کسی دوست سے جدا ہو جاتا ہے' عشق والوں کی اور دل والوں کی قیامت محبوب کا جدا ہونا ہے اور دنیا دار کی قیامت یہ ہے کہ پیسے ختم ہو جائیں۔ قیامت کسی ایک نسل کے ختم ہونے کا نام نہیں ہے۔ قیامتیں آتی رہی ہیں۔ اللہ کی بات اللہ جانے کہ

وہ گھڑی کب آئے گی۔ اللہ نے فرمایا کہ عم یتسائلون یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ عن النباء العظیم اس عظیم خبر کے بارے میں هم فیها مختلفون جس میں ان کا اختلاف ہے کلا سیعلمون وہ جلدی جان لیں گے ثم کلا سیعلمون پھر یہ جلدی جان لیں گے الم نجعل الارض مهادا کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا والجبال اوتادا اور پہاڑوں کو میخیں بنایا ـــــ اور کیا تم لوگ دریا کی روانی نہیں دیکھتے۔ یعنی جو اللہ یہ سب بنا رہا ہے اور یہ سب کچھ کر رہا ہے اس کے لیے قیامت کو لانا کیا مشکل ہے۔ جو یہ سب کر سکتا ہے تو اس سے خاص طور پر تم قیامت کے لیے کیوں Insist کرتے ہو' اصرار کرتے ہو۔ کیا تم نے اللہ کے باقی کے عمل نہیں دیکھے کہ انسان بنائے' پہاڑ بنائے' دریا کی روانی بنائی' خوب صورت میوے بنائے اور کھانا پینا دیا ہے۔ مگر تم لوگ اللہ کے اس عمل کا انتظار کر رہے ہو جب وہ ہر چیز ختم کر دے گا حالانکہ اللہ کے موجود عمل کو دیکھو۔ اس سے پہلے کہ آپ قیامت کا انتظار کریں پہلے آپ اونٹ کی طرف تو دیکھو کہ کیف خُلقت کیسا بنایا اس کو۔ کتنے پیار سے چیز بنائی ہے۔ فرمایا فرمانے والے نے کہ اگر آپ ایک چمگادڑ کو دیکھو اور غور کرو تو آپ کو زندگی' موت اور قیامت سب سمجھ آ جائیں گے۔ آپ اللہ کی کسی ایک چیز پر غور کریں تو آپ کو عرفان ہو جائے گا کہ زندگی کیا ہے' موت کیا ہے اور قیامت کیا ہے۔ تو قیامت کیا ہے! آپ کے دل کے علاوہ واقعہ ہو جاتا۔ اگر آپ زندہ رہنا چاہیں تو موت قیامت ہے اور اگر مرنا چاہیں تو زندگی قیامت ہے۔ حاصل کرنا چاہو تو محرومی قیامت ہے اور نہ حاصل کرنا چاہو تو حاصل قیامت ہے۔

اگر نہ چاہو اور مہمان آ جائے تو آپ کے لیے یہ بھی قیامت ہے۔ محبوب کا چلے جانا قیامت ہے۔ ناپسندیدہ کا ہو جانا قیامت ہے۔ اور اگر آپ سے کہا جائے کہ قیامت کو پسندیدہ ذات سے ملاقات ہو گی تو آپ کہیں گے کہ بسم اللہ قیامت ضرور آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقتربۃ الساعۃ وہ وقت قریب آ گیا۔ اب اللہ کا "قریب" پتہ نہیں کب ہو۔ یہ جھوٹ ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آ جائے گی اور یہ بات Predictable نہیں ہے' پیش گوئی کے قابل نہیں ہے۔ قیامت جو ہے یہ Unpredictable ہے' اس کی پیش گوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ موت کب اور کہاں آئے گی۔ یہ کوئی نہیں بتائے گا No one will tell ۔ تین چیزیں کوئی نہیں بتا سکتا' نمبر ایک یہ کہ آپ لوگوں نے رزق کہاں سے حاصل کرنا ہے' دوسرا یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ویعلم مافی الارحام کہ رحم میں کیا ہے. تیسرا یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ بای ارضٍ تموت کون سی زمین میں تم نے دفن ہونا ہے۔ یہ بات مخفی رہے گی کہ کون سی زمین میں کب دفن ہونا ہے اور کب Collapse ہونا ہے' کب یہ ساری زندگی Wipe out ہونی ہے' اس کے بارے میں کوئی نہیں بتائے گا۔ یہ اللہ کی مرضی کی بات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے میں امتیں باغی ہو گئیں تو پھر ایک آواز نے ان کو آ لیا' تو آواز آئی اور سارے کے سارے مر گئے' کبھی ہوا چلی اور سارے کے سارے مر گئے' کبھی ایک زلزلہ آیا اور سارے مر گئے۔ اب اس امت کے ساتھ وہ واقعہ نہیں ہونا' لہٰذا یوں قیامت نہیں آئے گی کہ عذاب کی شکل میں آئے۔ آپ کی زندگی کا سفر جب پورا ہو

جائے گا تو آپ کہیں گے کہ میری قیامت تو آ گئی۔ خالق وہی ہے جو مالک ہے یعنی اللہ اور اس نے زمین و آسمان بنائے ہیں یہ دین اسی کا ہے۔ اگر وہ خالق ہے اور یہ دین اس کا بنایا ہوا ہے تو اس دین کو اس کے بنائے ہوئے بندوں پر ایک بار مکمل طور نافذ ہونے کا فارمولا نظر آنا چاہیے' مکمل طور پر ۔۔۔۔۔ اگر تم یہ تماشہ دیکھ لو کہ تمام کائنات جو ہے وہ خالق کو تسلیم کر گئی ہے تو دنیا کی بازی تو ختم ہو گئی۔ وہ دن یہاں آئے گا' ادھر ہی۔ لمنِ الملکُ الیوم لِلّٰہ الواحد القہار وہ اس دن کا مالک ہے۔ یعنی کہ اللہ کو سب نے مان لیا۔ اس وقت باغی موجود ہیں۔ قیامت اس وقت نہیں آئے گی جب تک باغی جو ہیں وہ مائل نہیں ہوتے۔ اس وقت جھگڑا ہو سکتا ہے' ایٹم بم چل سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو گا کہ قیامت آ جائے۔ قیامت یہ ہے کہ خالق اپنی مخلوق کو Wipe out کر دے' مٹا دے' کہ آرٹسٹ اپنے آرٹ کو ختم کر دے۔

اس لیے آپ قیامت کا فکر نہ کرو۔ آپ اپنی قیامت کو دیکھو کہ کیا قیامت گزر گئی کہ احساس بدل گیا' دین سے آپ کو راحت نہیں ہے' زندگی اور دین میں فرق ہو گیا' زندگی اُدھر جا رہی ہے اور دین ادھر جا رہا ہے' انسان کام کرتا ہے اور مشکل سے روٹی کماتا ہے اور شرط یہ ہے کہ حلال کی کماؤ۔ آج کا انسان آج کے زمانے میں ساری چیزیں پوری نہیں کر سکتا۔ اس لیے آج کے انسان کے لیے دعا کرو کہ اس کو کوئی راستہ ملے کیونکہ راستہ دشوار ہو گیا' آپ حلال کی بات کرتے ہیں حالانکہ حرام کا کمانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ دعا کرو کہ آج کے انسان کو رزق کی آسودگی ملے اور اس کے دل میں ایمان نافذ ہو' ایمان کو راستہ ملے' تاکہ یہ

زندگی جو چار دن کا میلہ ہے خوشی سے دیکھا جائے اور بغاوت پیدا نہ ہو' مجبوری سے بھی بغاوت پیدا نہ ہو' معذوری سے بھی بغاوت پیدا نہ ہو کیونکہ کادالفقر ان یکون کفرا عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ تو ایسا وقت آ سکتا ہے۔ دعاکرو کہ غریبی کافر نہ بنائے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو آسانی عطا فرمائے -----

وما علینا الاالبلاغ

صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اٰمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین
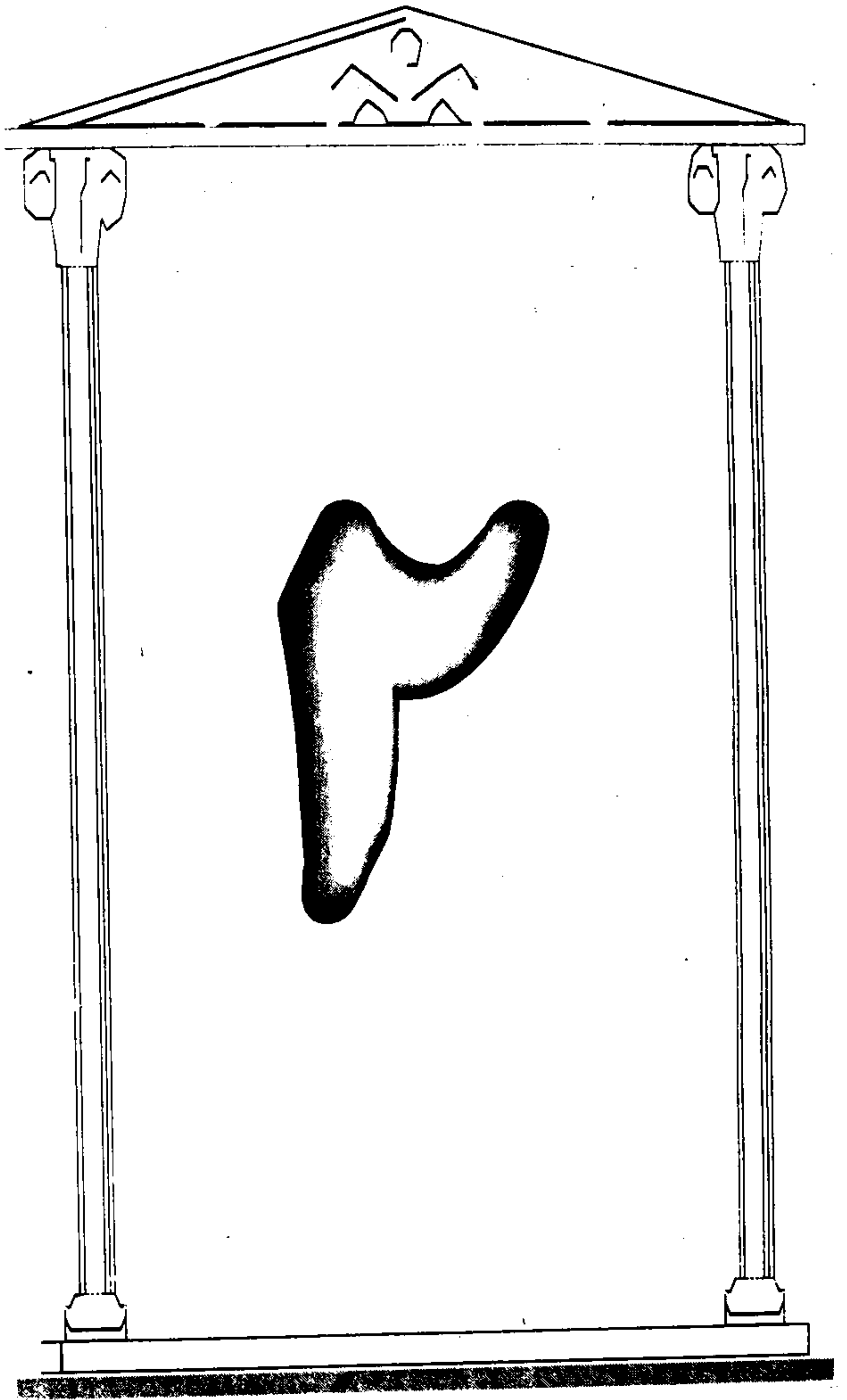
۲

۱ "درود شریف پڑھنے سے ہمارے بزرگوں کی حالت بدل جایا کرتی تھی لیکن ہماری قلبی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا حل یا علاج ہے"

سوال :۔

درود شریف پڑھنے سے ہمارے بزرگوں کی حالت کچھ اور ہوا کرتی تھی لیکن ہماری قلبی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا حل یا علاج ہے؟

جواب :۔

بزرگوں کے درود شریف پڑھنے میں قلبی کیفیت کا یہ عملی فرق ہے کہ ماڈرن مین کوئی اور ہے اور قدیم آدمی کوئی اور تھا' دل کو بھی اگر آپ چھوڑ دو تو آپ باقی حالات میں' باقی وجود کے حصوں میں بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ تو کیا ان کی طرز رہائش اور ہماری طرز رہائش میں کوئی فرق ہے؟ کیا ایسا ہے؟ ہاں ایسا ہی ہے۔ جو کام وہ لوگ کرتے تھے وہ آپ سوچیں اور جو کام وہ لوگ نہیں کرتے تھے وہ بھی آپ سوچ لیں۔ تو اب آپ کا سوال Clearly' واضح طور پر یہ ہوا کہ ماڈرن مسلمان اور قدیم مسلمان میں کیا فرق ہے؟ ان کے پاس علم محدود تھا' تھوڑا تھا' ان کے پاس بڑے بڑے علوم و فنون نہیں تھے' وہ فاضل' عالم' دیو بندی' بریلوی اور فرقہ بندی میں نہیں تھے اور علم اتنا نہیں تھا لیکن ان کے پاس شوق تھا اور ذوق تھا۔ اقبالؒ نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی

اب روح بلالی تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئی' اذان تو وہی ہے لیکن کیفیت نہیں ہے۔ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں تو پھر وہ روح پیدا ہو لیکن اب وہ اذان دینے سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ پھر ان صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مقصد سیدھا سادا قرب رسالتؐ تھا اور ان کا مقصد بڑا واضح اور پھر عمل بھی واضح تھا۔ لیکن آج لوگوں کا مقصد ہی کچھ اور ہے۔ اگر آپ کبھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو جائیں یا اللہ کے قریب ہو جائیں تو آپ اللہ سے پیسے مانگیں گے' ڈگریاں مانگیں گے کیونکہ آپ کا طرز حیات ایسا بن گیا ہے۔ آج کا انسان ان حالات کے حساب سے بڑا پریشان ہے' اس میں کچھ لوگوں کو پتہ ہے اور کچھ لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ علم زیادہ ہے اور فضل و عمل کم ہے' بس صرف بہت ساری کتابیں ہیں۔ اور درمیان میں اِکا دُکا واقعہ ہوتا رہا ہے کہ بچے سے کہا گیا کہ بیٹا پڑھ سبق تو اس نے کہا کہ پڑھاؤ سبق۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ پڑھ "الف" اس نے کہا "الف"۔ پھر مولوی صاحب کہتا ہے پڑھ "ب" تو شاگرد کہتا ہے کہ "ب" کیا ہوتا ہے جب ہم نے "الف" ہی پڑھ لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۔

اِکو الف تیرے درکار

تو آپ لوگ باقی سب چیزیں ایک طرف رکھیں ۔

علموں بس کریں او یار
اِکو الف تیرے درکار

تب وہ بندہ کہتا ہے کہ مجھے "الف" سمجھ آ گیا ہے لہٰذا "ب" کو ہم چھوڑتے ہیں۔ زندگی اچھی طرح گزارنے کے لیے آپ کو بے شمار قسم کے علم سیکھنا پڑیں گے' بہت سے کورسز اور ڈپلومے کرنے پڑیں گے۔ اگر آپ سے حساب کا سوال پوچھا جائے تو وہ Mathematician آپ کو بتائے گا اور اگر Mathematician سے سائنس کا سوال کریں تو وہ سائنس سے نابلد ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ علم کی ورائٹی اتنی زیادہ ہو گئی کہ علم جو ہے وہ جہالت کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ اور آپ لوگوں نے سادہ سی دال روٹی کھانی ہے' ساگ کھانا ہے' جڑی بوٹیاں کھانی ہیں' درختوں سے ٹوٹے ہوئے پھل کھانے ہیں اور پھر آپ اسٹرانومی اور اسٹرالوجی کا علم بھی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اسٹرانومی کا علم حاصل کرنے کے لیے بھی آپ کو قدیم' پرانے زمانے کے لوگوں سے علم سیکھنا پڑے گا جنھوں نے سیارگان کی ایسی ایسی پوزیشنیں بنائی تھیں مثلاً" البیرونی کا علم آج تک چلتا جا رہا ہے اور ستاروں کی چال کا وہ پرنسپل چلتا جا رہا ہے۔ وہاں سے دیکھ کر آج بھی لوگ ستاروں کی چال بتا دیں گے' وہ ان پڑھ آدمی ہو سکتا ہے مگر آپ کو ستاروں اور سیاروں کا حال بتا دے گا۔ اور ایسی Wisdom والے' دانائی والے لوگ بھی آپ کو مل سکتے ہیں جو اسٹرانومی یا دوسری سائنس نہیں جانتے مگر پھر بھی آپ کو بتا دیں گے کہ فلاں ہنگامہ ہو گا' بادشاہ کے لیے فلاں وقت بھاری ہو جائے گا۔ یہ پرانے وقتوں کی کہانی ہے' بہت ہی پرانے یونان کی بات ہے اور آپ لوگوں کو تو پتہ ہے ہی کہ یونان اور روم کی داستان بڑی مشہور ہے۔ اہل روم علم فلسفہ میں اور اہل یونان Wisdom میں بہت مشہور تھے کیونکہ یونان میں

ایک خاص قسم کی Wisdom تھی' دانائی تھی۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہوئے اور Wisdom علم میں داخل ہوا تو پھر بات چلی نہیں۔ اگر آپ ایک عام دیہاتی سے علم کا پوچھیں تو وہ کہے گا کہ جی ہم نے تعلیم حاصل نہیں کرنی بلکہ عقل استعمال کرنی ہے۔ تو اس نے کیا کہا؟ کہ میں نے تعلیم تو حاصل نہیں کی ہے' لیکن میں اپنی عقل سے کام چلا لیتا ہوں۔ اور آپ نے تو تعلیم حاصل کی ہوئی ہے لہٰذا آپ کو عقل کی کیا ضرورت ہے۔ جب کوئی ہستی یا بستی بہت سائنٹیفک ہو جاتی ہے اور وہاں پر علم کی فراوانی ہو جاتی ہے' علم سے سیراب ہو جاتی ہے تو پھر حقِ صمدیت سے اس کو برباد کرنے کا حکم آتا ہے کہ اس بستی کو غرق کر دو۔ اگر انسان علوم سے مغرور ہو کر فطرت کے معاملات میں دخل دے گا تو پھر بربادی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ اصلی علوم تو یہ تھے کہ انسان کو پتہ چل رہا ہے کہ نیچر کیا ہے' واقعات کیا ہیں' آسمان کدھر ہے اور زمین کدھر ہے۔ یہ تو علم نہیں ہے کہ انسان منشائے ایزدی کا کوئی فارمولا بنا لے۔ منشائے ایزدی کیا ہے؟ علم والا کہتا ہے کہ اس کا حساب لگاؤ تو اصل علم والا یہ کہتا ہے کہ اندازہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ یونان کو تباہ کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ کچھ زیادہ ہی علم حاصل کر گئے ہیں اور یہ تہذیب اپنی عمر پوری کر چکی ہے اور اب یہ فروتنی میں آ گئی ہے' لہٰذا اس پر اب ہمارا عذاب نازل ہو گا۔ جبریلؑ کو حکم ہوا کہ اس بستی کو نابود کر دو' بود سے نابود کر دو یعنی صفحہ ہستی سے اس کو بالکل ہی مٹا دو۔ یہ عزرائیلؑ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ جبریلؑ کا کام ہے کیونکہ اس میں بڑا Magnitude ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ کیا میں ان کی روانگی' فائنل Departure سے پہلے ان

کا انٹرویو کر لوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا چلو انٹرویو کر لو۔ تو جبرئیلؑ امیں زمین پر ایک انسان کی شکل میں گئے۔ یہاں پر ایک بات یاد رکھنے والی ہے کہ جب کبھی کوئی فرشتہ، جن، دیو، پری یعنی جو بھی آدم زاد نہیں ہے، تو وہ جب کبھی انسانوں کی دنیا میں آئے گا تو انسانی شکل میں آئے گا۔ اس میں گھبرانے والی بات کوئی نہیں ہے۔ جو بھی انسانوں کی دنیا میں کسی دوسری مخلوق کا آئے گا تو وہ انسانی شکل میں ہی آئے گا۔ اس لیے کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ جو بھی انسانوں کی دنیا میں آئے وہ لباس بشریت میں آئے۔ تو پھر یہاں سے لوگوں نے کہا کہ لباس بشریت میں جو محبوب کائناتؐ تشریف لائے تو وہ آپ ہی تھا کیونکہ صرف لباس بشریت میں آنے کا حکم ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے پہچان لیا کہ آپ ہی آپ ہو۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ تو پھر لوگوں نے کہا کہ ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ آپؐ ہماری طرح کے انسان ہیں لیکن کبھی آپؐ عرش پر رات بسر کرنے جاتے ہیں اور کبھی آپؐ ساری کائنات کو کلمہ پڑھاتے رہتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ محبت میں کیا سے کیا واقعات ہوتے ہیں کیونکہ آپؐ ہماری طرح کے انسان نہیں ہو سکتے، آپؐ والی تو کوئی بات کسی میں نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ آپؐ وہ ہیں۔ تو پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ ایک نقطہ "میم" کا ہے اور تو اگر "میم" کو نکالو تو پھر ساری کہانی بن جاتی ہے۔ تو یہ "میم" کیا ہوتی ہے؟ "میم" ایک راز ہے اور وہ "راز" کیا ہے کہ احد اور احمدؐ میں "میم" کا فرق ہے اور اگر آپ میم کے فرق کو سمجھ جائیں، یعنی اگر "احمدؐ" میں سے "م" کو نکال

دیں تو پھر صرف "احد" ہی رہ جاتا ہے اور پھر احد میں "م" کو شامل کرو تو پھر "احمد" ہو گیا۔ تو یہ وہ سارے واقعات ہیں جن پر لوگ غور کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال جبریلؑ وہاں انسان کے لباس میں ایک گڈریے کے پاس گئے' وہ بکریاں چرا رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ وہ ایک ان پڑھ آدمی تھا۔ جبریلؑ نے سوچا کہ اس سے کچھ پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس تہذیب میں کیا رنگ ہیں۔ جبریلؑ نے کہا السلام علیکم اور اس نے اپنا کام کرتے ہوئے وعلیکم السلام کہا۔ جبریلؑ کہنے لگے کہ میں کچھ بات یا سوال. آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ پوچھ لو لیکن بھیڑوں بکریوں کو چراتا رہوں گا کیونکہ یہ بڑا ضروری کام ہے۔ تو جبریلؑ نے کہا کہ آپ ذرا میرے اس سوال کا جواب بتاؤ کہ جبریلؑ امیں اس وقت کہاں ہیں؟ اس نے کہا میں ابھی حساب کرتا ہوں۔ اس نے اسی لکڑی کے ساتھ حساب شروع کیا' زمین پر دوچار ٹیڑھی میڑھی لکیریں لگائیں اور بولا کہ جبریلؑ اس وقت آسمانوں پر تو نہیں ہیں۔ جبریلؑ نے کہا آپ پورا پورا حساب لگاؤ۔ اس نے پھر دو چار لکیریں لگائیں اور کہا کہ زمین پر بھی نہیں ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ دیکھو آپ میری بات سنو' اگر وہ آسمانوں پر نہیں ہے' زمین پر بھی نہیں تو آپ حساب لگاؤ اور صحیح بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یا آپ جبریلؑ ہو یا پھر میں جبریل ہوں' اور کہانی صاف ہے کہ میں تو جبریلؑ ہوں نہیں لہٰذا آپ ہی جبریلؑ ہو۔ اور پھر اسی لمحے فرشتے نے بستی الٹا دی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ علم اور ہے' تو یہ جو Wisdom ہے' پہچان ہے' یہ اور ہی چیز ہے۔ جب پہچان کا علم دور ہو جاتا ہے تو پھر انسان دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں

غور کرنے والی ہیں۔ اگر آپ نے علم پر زور دیا مثلاً" اللہ کا علم ہے تو آپ کے علم کے مطابق تو آپ کو اللہ ملنا نہیں ہے۔ وہ تو نور ہے اور یہ سب اللہ کا جلوہ ہے۔ وہ باطن میں ہے' ظاہر میں ہے' حاضر ہے' ناظر ہے' غائب ہے' اول ہے' آخر ہے اور قریب ہے۔ اور یہ سب اللہ ہے۔ مگر آپ لوگ تو کتاب سے اللہ کو ڈھونڈتے ہیں' ساری کتابیں پڑھ پڑھ کے کتابوں کے حافظ ہو گئے اور اللہ کی تلاش کرتے جا رہے ہیں اور آپ کو اللہ کا پتہ تو ہے ہی نہیں۔ اللہ کبھی علم کے راستے سے نہیں ملا اور آپ فضل کی طرف تو آئے نہیں ہیں' اس لیے آپ کو فضل ملا ہی نہیں ہے۔ اور جو علم آج کا ماڈرن مین حاصل کر رہا ہے یعنی فزکس' کیمسٹری' ریاضی' بیالوجی' عمرانیات وغیرہ وغیرہ' تو اس علم کا حاصل کیا ہے؟ صرف تنخواہ' پیشہ' گریڈ اور پیسہ۔ تو پیسے کا مقصد کیا ہے؟ زندگی گزارنا اور دال روٹی کھانا۔ اگر تو آپ نے مرنے کے لیے اتنا بڑا ہنگامہ کیا تو پھر آپ نے کیا کیا۔ اور اصل دانائی' Wisdom کیا ہے؟ آپ اللہ اللہ کرتے جائیں کہ یا اللہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور اب ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون' یا اللہ! ادھر بھی آپ' ادھر بھی آپ' اول آپ' آخر آپ' ہمارا آنا تیرے حکم سے ہے' جانا تیرے حکم سے ہے اور یہاں رہنا بھی تیرے ساتھ ہی ہے۔ تو یہ جو ایمان ہے وہ تھوڑے عرصے میں مل جاتا ہے اور جس کو زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس کو علم ملتا رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ آپ بہت حاصل کر لیتے ہیں مگر آپ کے ہاں پیسے کی کمی ہوتی ہے۔ جوں جوں آپ کا Competition بڑھے گا' مقابلہ بڑھے گا اتنا ہی آپ کو غریبی کا احساس شدید ہو گا۔ حالانکہ علم

پورا ہے، لیکن علم میں رزق نہیں ہے بلکہ رزق تو اللہ کے فضل میں ہے اور اللہ کا فضل حاصل کرنے کا علم آپ کو نہیں ملا ہے، اور یہ علم کسی اور جگہ سے ملتا ہے۔ اب آپ ماڈرن مین کی مجبوری کی باتیں سنو کہ وہ کتنی ساری ہیں۔ پرانے زمانہ میں جب لوگ فارغ التحصیل ہو جاتے تھے یعنی ظاہری علوم سے فارغ ہوتے تو باطنی علوم کی تلاش شروع کر دیتے تھے۔ اس وقت ظاہری علوم بھی زیادہ نہیں ہوتے تھے، وہ بھی پورے حاصل نہیں کرتے تھے اور نہ کسی یونیورسٹی میں جاتے تھے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ امام غزالیؒ نے بی۔ اے نہیں کیا اور مجھے بڑا Shock ہوا کہ انہوں نے بی۔ اے نہیں کیا ہے اور داتا صاحبؒ نے بھی کوئی ایسا امتحان نہیں دیا اور ان پر پی۔ ایچ۔ ڈی ہوتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان کے نظام میں Perfection تھی۔ تو بات یہ ہے کہ ماڈرن مین کو بڑی مجبوریاں ہیں، اس کے پاس مصروفیت زیادہ ہے اور فرصت کم ہے۔ کہتا ہے کہ میں Busy ہوں، مصروف ہوں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں بھی Busy ہوں۔ کچھ تو Busy with business ہوتے ہیں، اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں مگر کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں کوئی کام نہیں اور وہ مصروف ہیں۔ یہ ہیں Busy without business وہ کہتا ہے کہ میں Busy ہوں، یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے، اِدھر جانا ہے، اُدھر جانا ہے۔ اور پھر وہ فاقہ حاصل کرتا ہے، پریشانی حاصل کرتا ہے، بس صرف دقتیں ہی دقتیں ہیں اور علم ہی علم ہے۔ آپ لوگ اندازہ لگائیں کہ ایک آدمی جس نے بہت اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی لیکن اس کی گھریلو زندگی میں وہ سکون نہیں ہے جو اس کی پچھلی گھریلو زندگی میں تھا، تو باپ

کے گھر کی زندگی سب سے اچھی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ سب کی زندگی اچھی ہو۔ اگر کوئی پڑھا لکھا بندہ کسی ان پڑھ لڑکی سے شادی کر لے اور یا کوئی ان پڑھ بندہ پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کر لے اور غیر مساوی Conjunction ہو جائے تو پھر سارا پروگرام خراب ہو سکتا ہے لیکن آپ یہ کہیں کہ میری بیوی کی یہ تعلیم کافی ہے کہ اس کو نماز آتی ہے اور وہ روزہ رکھتی ہے تو اس سے بڑی تعلیم اور کیا ہوتی ہے۔ پھر اس سے پوچھیں کہ اس کی اور کیا Achievements ہیں۔ کیا خوبیاں ہیں تو وہ کہتا ہے کہ وہ تابعدار ہے لیکن کیا اس نے تعلیم حاصل کی ہے؟ کہتا ہے کہ اس کی تعلیم ہی کا تو میں بتا رہا ہوں اور یہی اس کی تعلیم ہے۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ صرف ڈگریوں کی تلاش کرتے جا رہے ہیں اور علم کی طرف نہیں جاتے۔ یہ ساری بات درود شریف کے حوالے سے ہو رہی ہے۔ تو زندگی ایسی ہو گئی ہے کہ اس کا کوئی شعبہ درود شریف کی طرف نہیں جا رہا ہے بلکہ سارے شعبے ہی ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ آج کے انسان کو صبح جاگتے ہی کم از کم دو تین اخبار تو ضروری ہیں ورنہ ایک اخبار تو ہر آدمی کو پڑھنا ہوتا ہے۔ جن کے پاس اپنا اخبار نہیں ہوتا وہ ساتھ والے سے لے کر پڑھتے ہوں گے بلکہ وہ ساتھ والے سے زیادہ ہی پڑھتے ہوں گے۔ جب کبھی آپ بس یا گاڑی میں سفر کر رہے ہوں اور آپ کے ہاتھ میں اخبار آ جائے تو پھر اخبار کے اوپر ہی کئی چہرے لٹکے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے لکھا تھا کہ میں بس میں اخبار پڑھ رہا تھا تو ساتھ والا دیکھنے لگ گیا اور پیچھے والا دیکھنے لگ گیا' تو پھر میں نے وہ اخبار چپکے سے بس سے باہر پھینک دیا کہ ایک تو میں نے پیسے خرچ

کیے اور پھر یہ پریشانی کہ اندر والا صفحہ کسی نے لے لیا اور باہر والا کسی اور نے' کچھ ٹیڑھا ہو گیا اور کچھ پھٹ گیا۔ تو جن لوگوں نے درود شریف پڑھنا ہے وہ اخبار نہیں پڑھ سکتے' اس لیے تو ان کو تاثیر ہوتی ہیں۔ اور اگر آپ تھوڑے سے ریزرو ہیں تو ٹیلی ویژن کا خبرنامہ تو دیکھتے ہی ہوں گے' زیادہ نہیں تو تھوڑا سا ہی Not much of it اور پھر کوئی اور اچھا پروگرام بھی دیکھتے ہوں گے۔ مثلاً" ٹیلی ویژن پر حج دکھایا جا رہا ہے۔ یہ حج تو نہیں ہے جو آپ کو ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے بلکہ حج تو وہاں ہو رہا ہے اور آپ اس حج کا عکس دیکھتے ہیں۔ تو جس کا عکس ہے آپ لوگ اس کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں اور یہی بات پریشانی کا باعث ہے۔ تو میں نے کہا ہے کہ عکس حقیقت نہیں ہے۔ مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ اگر ایک تالاب کا پانی بڑا صاف شفاف ہو۔ اور رات کے وقت چودھویں کا چاند نکلا ہوا ہو' آپ تالاب کے کنارے بیٹھے ہوں اور اگر آپ کو پانی کا عکس جمیل نظر آجائے تو آپ برملا کہیں گے کہ یہ چاند ہے Whereas' جب کہ یہ چاند نہیں ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ عکس کو چاند سمجھ بیٹھتے ہیں تو آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ چاند کی طرف اپروچ کرنے کا یہ جھیل والا طریقہ نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی اور طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نگاہ کو ڈائریکٹ کر لیں۔ تو ہوا یہ ہے کہ آج کے علم اور آج کی تعلیم نے ڈائریکٹ نگاہ بند کر دی ہے۔ تو جب ڈائریکٹ نگاہ بند ہو جائے گی تو پھر آپ یہ کہیں گے کہ سکون تو ملتا نہیں ہے۔ راز' درود شریف پڑھنے سے ملتا ہے اور کیف جو ہے وہ کیفیت سے ملے گا۔ آج کل نعت شریف کہنے والے جو شاعر ہیں' بڑے بڑے لوگ اس لاہور شہر

میں بیٹھے ہوئے ہیں' تو شاعروں نے نعت کہی ہے اور حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی ہے۔ اگر آپ سارے شاعروں کو اکٹھا کریں تو وہ ایک دوسرے کو پیش کرنا شروع کر دیں گے مگر جس کی ذات کے لیے نعت کہی گئی' آپ وہیں تک پہنچو تو وہاں سے ہی فیض ملے گا۔ اور اگر نعتِ پیغمبرؐ سے عرفانِ پیغمبرؐ نہ ملے تو پھر نعت کہنے کا مدعا کیا ہے۔ جہاں یہ بات نہیں آئی وہاں نعت نہیں آئی اور یہ وہاں اس کیفیت میں داخل نہیں ہوتی اور اس طرح درود شریف کیفیت میں داخل نہیں ہوتا ہے بلکہ قرآن شریف پڑھنے والا آدمی جو ہے وہ سرسری طور پر پڑھ جاتا ہے۔ جس طرح آپ نماز تراویح میں قرآن پاک پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ آپ یہ دیکھیں کہ یہاں پر جو شبینہ ہوتا ہے وہ شبینہ بڑی اچھی اور برکت والی بات ہے اور وہ برکت بھری رات ہوتی ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ قرآن کا سننا فرض ہے اور توجہ کے ساتھ سننا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ اگر قرآن کے معنی پتہ نہیں ہیں تو بھی معنی سمجھ آجاتے ہیں۔ لیکن اگر ٹیپ ریکارڈر لگالیں اور ٹیپ ریکارڈر پر کلام پاک جاری ہو اور خود مولوی صاحب آرام سے کھانا تناول فرما رہے ہوں تو یہ چیز نہیں ہونی چاہیے۔ تھوڑا سا تو انصاف ہونا چاہیے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر وہ کیفیت کیسے پیدا ہوگی۔ جب صبح اذان دینے کے وقت پہلے یہ درود شریف پڑھیں گے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ ایک کچھ اور پڑھے گا اور دوسرا کچھ اور پڑھے گا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا اول سے لے کر آخر اذان میں کوئی اضافہ تھا؟ اور یہ کہتے ہیں کہ یا رسولؐ اللہ کہنا بڑا ضروری ہے بلکہ فرض ہے' آپ یہ ضرور کہیں لیکن اس کو اذان

کا حصہ نہ بنائیں۔ پھر وہ اس کے اندر بحث کا ایک پہلو نکالیں گے اور وہ چیز چلتے چلتے لاؤڈ سپیکر پر پہنچ جائے گی۔ پہلے زمانے میں بھی نمازیں ہوتی تھیں اور مسجدیں بہت نہیں ہوتی تھیں لیکن اب مسجدیں زیادہ ہیں لیکن نمازی کم ہیں اور ساتھ ہی کیفیت کم ہو گئی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے ہر چیز کو کمرشل کر دیا ہے اور یہ دین بھی کمرشلائز کر دیا گیا ہے' فنافٹ کوٹیشن لکھتے ہیں اور پھر ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اگر آپ ساتھ والے کو اسلام بتا دیں تو آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی اور اس سے کہہ دیں کہ وہ آگے بتا دے۔ لیکن آپ نے اسلام پر عمل نہیں کرنا ہے اور اب اسلام جو ہے یہ پروپیگنڈہ سا ہو گیا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ماڈرن مین میں روحِ اسلام مفقود ہو گئی ہے کیونکہ ماڈرن مین **Wealth oriented** ہو گیا ہے' دولت کا جنون رکھتا ہے۔ ایسے آدمی بہت کم ملیں گے کہ جو یہ کہیں کہ ہمارے پاس جو مال و اسباب ہے وہ اللہ واپس لے لے اور ہمیں اپنے پاس قبول کر لے۔ اصل وقت اس وقت یہ ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ مگر آج کے اس ماڈرن زمانے میں بھی آپ کو وہ لوگ ملیں گے جن کو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ۔

رساں رساں بہ رود روضہ رسول کریمؐ

اس سے ان کی کیفیت اور ہو جاتی ہے۔۔

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
زِ احوالم محمدؐ را خبر کن
غریبم یا رسول اللہؐ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم

مرض دارم زِ عصیاں لا دوائے
مگر الطاف تو باشد طبیبم
بری نازم کہ ہستم امتی تو
گناہگارم ولیکن خوش نصیبم

یعنی ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہم آپؐ کی امت سے ہیں۔ تو کہنے کا مدعا یہ ہے کہ کیفیت والے آج بھی کیفیت میں ہیں۔ اب اس میں راز کیا ہے؟ اگر آپ کو بتانے والا صاحبِ تاثیر نہ ہو تو اثر نہیں ہو گا۔ اگر قرآن پاک سنانے والا سچا نہ ہو تو پھر سچا قرآن پاک بھی اثر نہیں کرتا۔ تو ثابت یہ ہوا کہ صادق کلام کو پیش کرنے والے کا سچا ہونا لازمی ہے۔ تب کلام کی صداقت آپ کو ملے گی۔ تو جو لوگ آپ کو دین سکھاتے ہیں اگر ان کے قول و فعل میں آپ نے تضاد دیکھا تو پھر تاثیر نہیں ہو گی۔ ورنہ تو سلطان العارفینؒ کا ایک مصرعہ سن لو کہ ۔

کلمہ پیر پڑھایا باھُو تے میں سدا سہاگن ہوئی ھُو

کلمہ تو سارے پڑھتے رہتے ہیں لیکن اصل کلمہ وہ ہے جو مرشد پاک پڑھائے۔ انسان ساری عمر کلمہ پڑھتا رہا مگر اس نے کہا کہ تیرا کلمہ ہنوز مکمل نہیں ہے۔ اور جب اس کو مرشد کامل مل گیا تو پھر مرشد پاک نے اس کو کلمہ پڑھایا۔ تو وہ کلمہ کچھ اور ہے۔ جس آدمی نے یہ کلمہ پڑھا ہے آپ دیکھیں کہ وہ کیا کہتا ہے ۔

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈِسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

یعنی میرے لیے چاچڑاں کا شہر جو ہے وہ مدینہ ہے اور کوٹ مٹھن

بیت اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اصل کہانی ہے اور لوگوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو آپ لوگ درود شریف سے کیفیت حاصل کرنے کے لیے Concentration کریں' توجہ کریں تو پھر یہ بات آپ کو سمجھ آئے گی۔ درود شریف پڑھنے کے لیے نصف شب ہو' تنہائی ہو اور وضو بہت ضروری ہے کہ ہو' عالمِ سجدے کا ہو' رقت طاری ہو اور درود شریف جاری ہو' تو پھر وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ یہ شوق کی کہانی ہے اور ماڈرن مین کا شوق کم ہو گیا۔ اگر جاگنا ہی پڑ جائے تو یہ الارم لگائیں گے' تو الارم بھی کیا کرے گا' بجتا رہے گا اور آپ اس کو بند کر کے سو جائیں گے اور جس آدمی کے دل میں درد ہو' اس کو الارم کی کیا ضرورت ہے' وہ تو جاگے ہی جاگے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو مدعا یہ ہے کہ ہمارے دور کے ماڈرن مین میں شوق کم ہو گیا ہے' ذوق کم ہو گیا ہے' علم زیادہ ہو گیا ہے' یہ لوگوں کی نگاہ میں عزت چاہتا ہے' اللہ کی نگاہ میں اسی بات کا خیال نہیں رکھتا' کمرشل ہو گیا ہے' Artificial ہو گیا ہے' بلکہ Superficial ہو گیا ہے' اور یہ درود شریف لاؤڈ سپیکر پر پڑھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس نے درود شریف کو ایک قسم کا پروپیگنڈہ ہی بنا دیا ہے۔ تو آپ لوگ اپنے قلب کے اندر صداقت کے ساتھ اس بات کا احساس کرنا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ درود کا معنی یاد ہے تو پھر کتنے لوگ ہیں جو درود شریف پڑھیں گے۔ تو درود شریف کا معنی ہے یاد' درود کا معنی ہے ادب' یاد کرنے کا نام درود ہے' پڑھنے کا نام درود نہیں ہے۔ آپ یاد کرو تو پھر وہ یاد کریں گے۔ اور بس یہی راز ہے کہ درود شریف خالی پڑھنے کی بات نہیں ہے۔ تو ماڈرن مین ورائٹی میں الجھ گیا ہے

اور یہ کثرت اوقات میں الجھ گیا ہے' کثیرالمقصدیت میں الجھ گیا ہے۔ پرانے لوگوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ راضی رہیں جن کے لیے کائنات بنی ہے' تو پھر مقصد پورا ہو گا۔ آپ لوگ پتہ ہے کہ کیا کرتے ہیں' حضور پاک ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور آپ لوگوں نے درود شریف کا ایک نام تکلیف دور کرنے والا رکھا ہوا ہے' دعا کی منظوری کے لیے درود شریف رکھا ہوا ہے اور درود شریف کے ساتھ پرچیاں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں یعنی آج درود شریف کی محفل ہے تو وہاں میرے لیے یہ دعا منگوانا' اس دعا میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ یا اللہ درود شریف پڑھنے کی مزید توفیق دے' بس کہتے یہ ہیں کہ ایک مسئلہ الجھا ہوا ہے' آپ دعا کرو کہ وہ مسئلہ حل ہو جائے۔ دنیاوی مسئلے الجھے ہوئے ہوتے ہیں اور آپ درود شریف سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ایسا شخص پھر کہتا ہے کہ میں نے بڑے درود شریف پڑھے لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا' پوچھا کہ آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کاروبار میں تھوڑا اضافہ ہو جاتا۔

تو آپ اپنے کام خود کریں۔ پرانے لوگ نماز پڑھتے نہیں تھے بلکہ وہ نماز میں ہی رہتے تھے' پورا دن نماز میں رہتے تھے کوئی بھی مسئلہ ہو جائے' چاہے غم ہو' شادی ہو' قوالی ہو جائے' ادھر سے اذان کی آواز آئی اور سب کچھ بند اور نماز کی طرف چلے جاتے تھے' اور پھر خاموشی ہو جاتی تھی۔ اور آج کل آپ نے نماز پڑھنے کے علاوہ ہی بات بنائی ہوئی ہے کہ آپ نماز پڑھتے جا رہے ہیں' نماز کا پروگرام بناتے جاتے ہیں' تو یہ عادت اور ردھم کی عبادت ہے اور آج کے انسان کا ردھم ٹوٹ گیا ہے'

اس لیے آج کا انسان جو ہے وہ پریشان ہے کیونکہ وہ ردھم ہی نہیں رہا۔ دعا یہ کرو کہ وہ دور آئے کہ جب نماز ہو رہی ہو تو پھر ہر چیز بند ہو جائے۔ لیکن یہاں پر تو اسلام کے نام پر بے شمار چیزیں پیش ہو رہی ہیں' ٹی وی پر ریسلنگ دکھائی جا رہی ہے' کہیں کچھ اور دکھا رہے ہیں اور کہیں کچھ اور واقعات دکھا رہے ہیں' پھر آپ کہتے ہیں کہ جی یہ اسلام ہے۔ مذہب کی تعلیم میں اگر آپ اپنے بچوں کو ڈالیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ میں نے بے شمار لوگ ایسے دیکھے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو اسلامی نقطہ نگاہ سے زندگی ملنی چاہیے۔ پھر تو بچے اسلامی سکولوں میں پڑھنے چاہئیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ آپ اپنے بچوں کو اسلام سکھاؤ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بچوں کو سکول میں بھیج دیا ہے۔ کون سے سکول میں بھیجا ہے؟ تو بتاتے ہیں کہ انگلش میڈیم سکول میں بھیجا ہے۔ ایسے سکولوں اور کالجوں میں بھیج کر کیا آپ اسلامی رزلٹ نکالیں گے۔ تو اسلامی رزلٹ کیسے نکلے گا۔ اور اگر بچوں کو اسلامی سکولوں میں بھیجو گے تو یہ رزلٹ نکلے گا کہ بچہ کسی مسجد کا امام ہو جائے گا۔ ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھا ہو گا اور اذان کہہ رہا ہو گا اور اُسے دنیا میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جو ایچی سن کالج میں پڑھ کر آئے گا وہ ڈی سی لگے گا یا ڈی ایس پی لگ جائے گا۔ تو یہ تو سارے کا سارا ماڈرن مین کا فراڈ ہے اور یہاں درویشی بھی عیاری ہے اور سلطانی بھی عیاری ہے۔ کوئی بھی شے اپنے مقام پر نہیں ہے۔ یہی تو خلفشار ہوا پڑا ہے۔ یہ جو آج آپ کا سوال ہے تو ہمارا بھی یہی سوال ہے کہ اس ماحول کی اصلاح کیسے ہو؟ ہم میں سے ہی لوگ ہیں جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کے اندر دین کی تڑپ ہو' وہ دین کی

خواہش بھی رکھتے ہیں' قربِ حق کا جذبہ بھی رکھتے ہیں' وہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہونا چاہتے ہیں اور وہ یہ جذبات رکھتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی پیروی کی جائے۔ ان سب کو یہ زندگی لے کر بیٹھ گئی ہے۔ اب اس کا حل یہ ہے کہ وہ زندگی جو حضور پاک ﷺ کا تقرب حاصل کرنے والوں کی تھی' وہ ضروری ہے اور یہ جو زندگی آپ کے زمانے میں ہے' اس کے اور حضور پاک ﷺ کی زندگی کے درمیان جتنا ہو سکے فاصلہ کم کیا جائے۔ اگر آپ کے گھر میں حضور پاک ﷺ تشریف لائیں اور آپ کہیں کہ ۔

میرا پیا گھر آیا میں شکر ونڈاں

یعنی میرے گھر پیا آئے ہیں تو میں شکر بانٹوں' تو یہ بات کہنے والے بابا بلھے شاہؒ کا مطلب یہ تھا کہ ان کے گھر پیا آئے ہیں تو اب "وقت" کو نکال دینا چاہیے۔ تو انہوں نے کہا کہ اب "ٹائم" ختم ہو گیا ہے اور وہ endless ہو گئے ہیں یعنی وہ Timeless Entity بن گئے ہیں' وقت کے حصار سے نکل چکے ہیں اور وہ کوئی اور تھا جو کہ آپ ہی آیا اور آپ ہی بابا بلھے شاہؒ کو نہال کر گیا۔ اس تک کوئی اپروچ نہیں ہے اور یہ سب اس کی مہربانی ہے۔ آج کل تو لوگ آپ کے تصور کو خراب کر رہے ہیں۔ اب نیا مست ڈرامہ آ گیا ہے' پرانی قوالی میں نیا فارمولا ملا رہے ہیں' نیا علم پیدا ہو گیا ہے جو لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ وہ کیفیت جو جامی علیہ الرحمہ کو نعت کہتے ہوئے ہوتی تھی وہ کیفیت اب کیسے آئے؟ تو جامیؒ کہاں سے آئے۔ وہ نعت بعد میں کہتے ہیں اور حضوری پہلے ہوتی ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ بات یہاں نہیں آ رہی ہے

اور وہ بات کس طرح یہاں آ سکتی ہے؟ آپ کے ساتھ یہ ایک اور گھمبیر مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو تبلیغ کرنے والے قوال لوگ ہیں اور قوالوں کی زندگی آپ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ہر طرح سے آپ پھنسے پڑے ہیں۔ اس لیے آپ کے پاس غور ہونا چاہیے۔ آپ لوگ ذمہ دار لوگ ہیں' دانا لوگ ہیں' آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ کو کیا کرنا ہے؟ یہ نہ ہو کہ ہر طرف ڈرامہ ہی ہو کہ تھوڑا سا ڈانس کر لیا' تھوڑا سا میوزک لگا لیا' تھوڑا سا مشرق اور مغرب کو ملا دیا' آج ایک محفل ادراک سخن کر دی ہے' اور پھر محفل میلاد سخن کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھیل کود میں وقت ضائع کر دیں گے تو نتیجہ کیسے حاصل ہو گا۔ اس لیے درود شریف پڑھنے کا وہ نتیجہ تو حاصل نہیں ہو گا جو پرانے لوگوں کو ملتا تھا۔ تو یہ بات سمجھیں کہ زندگی پہلے بنیادی طور پر برابر تھی' سب کھاتے پیتے نظر آتے تھے لیکن ان کے اندر ایک بات تھی کہ وہ ان ساری فضول باتوں سے خداداد طور پر بچے ہوئے تھے' اس وقت نماز پڑھنے کا کوئی ہنگامہ نہیں تھا' وہ بس ہر وقت نماز میں ہی رہتے تھے' روزہ رکھنے میں کوئی حیل و حجت نہیں تھی کہ روزہ رکھ لیں کہ نہ رکھ لیں' ان کے لیے روزہ روٹین کی بات تھی۔ گاؤں کے اندر آج بھی رمضان شریف میں کسی گھر سے دھوئیں کی خوشبو آ جائے تو وہ گھر اب بھی بلیک لسٹ ہو جاتا ہے' مقصد یہ ہے کہ سارے گاؤں والے اس کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں کہ آپ کے گھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ کوئی کھانا پک رہا تھا۔ ایسے واقعے کا گاؤں میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہاں ایسے نہیں ہو سکتا کہ کوئی آدمی روزہ نہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھے تو برملا ظاہر

کرے۔ لیکن اس کے برعکس شہر میں تو رمضان میں دعوتیں ہوتی رہتی ہیں، کھانا چلتا رہتا ہے۔ رمضان شریف میں کسی کے پاس چلے جاؤ اور پوچھو کہ بھئی روزہ کیوں نہیں رکھا تو آگے سے کہتا ہے کہ بیوی کی طبیعت ناساز تھی اور بچے سکول گئے ہوئے تھے اور یہ بڑا ضروری تھا، تو پھر میں کہاں سے روزہ رکھتا۔ تو ایسی صورت میں سب کے لیے لعنت ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ آج کل صورت حال ایسے ہے۔ چلو اگر آپ روزہ نہیں رکھتے تو نہ رکھو لیکن باقیوں سے تو چھپا کر رکھو، لیکن آپ تو برملا اظہار کرتے ہو۔ تو ایسی صورت میں آپ وہ کیفیت کہاں سے لاؤ گے۔

اس وقت کا مولوی جو ہے وہ پیشہ ور ہو گیا ہے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شعبہ حیات چاہے قومی اسمبلی کا اسپیکر ہو، سیاستدان ہو، گورنمنٹ کا افسر ہو، مدعا یہ ہے کہ ہر طرف انحطاط اور زوال پذیری ہو گئی ہے اور آپ رزلٹ میں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں حضور پاک ﷺ کا قرب ملے۔ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اگر کبھی آپ کے پاس کسی دعا کی منظوری کے طور پر یہ فیصلہ ہو جائے کہ حضور پاک ﷺ آپ کے گھر تشریف لائیں گے اور آپ کو یہ بھی پتہ ہو کہ یہ حضور پاک ﷺ ہیں تو آپ کیا کریں گے۔ پہلے آپ مجھ سے گھر آنے والے مہمان کے آداب سیکھ لو۔ ایک بزرگ دلی میں نظام الدین اولیاءؒ موجود تھے اور ان کے ایک مرید نصیر الدین چراغ دہلویؒ تھے جو بعد میں ان کے خلیفہ بنے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے محبوب امیر خسروؒ تھے، امیر خسروؒ نے ساری بات ان سے سیکھی ہے، وہ حکومت کے بھی امیر تھے اور حضرت نظام الدینؒ کے دل کے بھی امیر تھے اور ان

کے پاس بڑے بڑے مرتبے تھے اور انہیں بڑا فیض ملا' اور یہ فیض کیسے ملا؟ دینے والے نے دیا۔ جب حضرت نظام الدینؒ پر آخری وقت آیا تو رات کا وقت تھا اور امیر خسروؒ ایک مہم پر گئے ہوئے تھے کیونکہ یہ بادشاہ کے مصاحب تھے۔ رات کا وقت آ گیا تو آدھی رات کو حضرت نظام الدینؒ نے آواز دی کہ امیر ہے؟ تو باہر سے آواز آئی کہ سرکار نصیر ہے یعنی نصیرالدین چراغ دہلویؒ۔ آدھے گھنٹے کے بعد آپ نے پھر آواز دی کہ امیر ہے؟ انہوں نے کہا سرکار! نصیر ہے۔ اور یہ واقعہ تین دفعہ ہوا۔ تو پھر آپؒ نے کہا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو بلایا اور خلافت انہیں دے دی اور ساتھ ہی فرمانے لگے کہ خلافت تو سرکاری ہے جو میں نے ان کو دے دی ہے۔ پھر وصیت لکھوائی کہ امیر خسروؒ کا عرس میری خانقاہ پر ہوا کرے گا اور میں امیر خسروؒ کو محبوبیت کا درجہ عطا کرتا ہوں اور یہ درجہ عطا ہو گیا۔ جب امیر خسروؒ تشریف لائے تو اس وقت حضور نظام الدین اولیاءؒ کا وصال ہو چکا تھا' تو امیر خسروؒ نے انہیں دیکھ کر یہ دوہا کہا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھئی چودیس

یعنی خسروؒ اب اپنے گھر چلو کہ اب یار چلے گئے ہیں' اب تو ہمارے لیے صرف رات ہی رات ہے اور پھر اسی محبوبیت میں خسروؒ کا "دم" نکل گیا اور پھر وہیں خواجہ صاحبؒ کے مزار مبارک میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ یہ جو چراغ دہلویؒ ہیں' یہ بھی بڑا راز تھے۔ ان کا زندگی میں یہ وطیرہ رہا ہے کہ یہ قوالی نہیں سنتے تھے اور ان کے پیر نظام الدین اولیاءؒ

قوالی سنتے تھے کیونکہ ان کا چشتی سلسلہ تھا۔ تو پیر نظام الدین اولیاءؒ اپنے مرید چراغ دہلویؒ کی اتنی عزت کرتے کہ جب نصیرالدین چراغ دہلویؒ آتے تو آپ قوالوں کو کہتے کہ چپ ہو جاؤ کیونکہ نصیر آگیا ہے اور وہ شریعت کا پابند ہے۔ لہٰذا قوالی کو رہنے دو۔ حالانکہ یہ آپؒ کے مرید تھے۔ اور جب کبھی حضرت نظام الدینؒ اپنے مرید حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے گھر تشریف لے جاتے، تو نصیرالدینؒ قوالوں کو بلا لاتے اور کہتے کہ قوالی سننے والے پیر صاحب آ رہے ہیں اور بس اتنا ہی میرا اسلام ہے۔ پھر وہ اپنے پیر صاحب کو قوالی سناتے۔ تو یہ سب کچھ آپ کو یہ بتانے کے لیے بتایا ہے کہ مہمان نوازی کے آداب یہ ہیں کہ مزاجِ مہمان کے مطابق آپ اس کا استقبال کرو۔ وہ آدمی جو یہ خواہش کرتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئیں اور وہ مزاج آشنا نہیں ہوتا تو پھر بڑا مشکل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس نے خواب دیکھا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، آپ فرسٹ کلاس بائی ایر آئے اور پھر مجھے کہنے لگے کہ میں تمہارے ہاں مہمان ٹھہروں گا، تم میری رہائش اور واپسی کا انتظام کرو۔ اگر یہ سب کچھ اخبار میں چھپا ہوا ہو تو پھر لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یاد رکھنا! حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی آئیں گے اپنے ماحول سے آئیں گے۔ پھر دیکھنے والا کہے گا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ یہاں یہ مکان نہیں ہے یہ واقعات نہیں ہیں بلکہ وہی مٹی کا گھروندا ہے اور وہی ماحول ہے، ایک طرف ایک دیا ہے اور وہی کیفیات ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لیے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کے

حصول کے لیے اور درود شریف پڑھنے کے لیے آپ اپنی زندگی کو Mentally یعنی ذہنی طور پر اس معیار کے قریب لے جانے کی کوشش کرو جو معیار آپؐ کو پسند ہے۔ اگر گھر میں حضور پاک ﷺ تشریف لائیں تو کمرے میں کوئی ایسی ہنگامہ خیزیاں نہ ہوں کہ جس سے یہ مہمان ہی واپس چلا جائے' یہ نہ ہو کہ آپ نے بڑی مشکل سے انہیں بلایا اور آگے ان کو ناپسند آنے والا ماحول ہو۔ اب آپ میں سے کتنے لوگ اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہیں کہ آپ حضور پاک ﷺ کو ان کی طبیعت کی پسند کا ماحول دو۔ مثلاً" یہ کہ آپ دعا کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ ہماری بیٹی کی شادی کی تقریب میں تشریف لائیں' آپ سب لوگ دعا کرو کہ اللہ کرے کہ یہ دعا منظور ہو' تو پھر آپ کی بیٹی کی شادی میں حنا بندیاں' مہندی کی رسمیں اور بہت سی اوٹ پٹانگ چیزیں نہ ہوں کیونکہ آپ یہ چاہ رہے ہو کہ حضور پاک ﷺ تشریف لائیں! اگر آپ کے ملک میں برائیاں ہو رہی ہوں کہ امیر غریب کا حق کھاتا جا رہا ہے اور آپ کہتے ہو کہ حضور پاک ﷺ اس ملک کو بچانے کے لیے تشریف لائیں تو جب یہ ملک بچنے کے قابل ہی نہیں ہو گا تو وہ کیا بچائیں گے۔ حضور پاک ﷺ اس وقت آپ کی بہ نفس نفیس مدد فرمائیں گے جب ملک میں بچنے کی صلاحیت ہو یعنی کہ آپ لوگ دین میں آ جاؤ اور پھر اس ماحول میں آ جاؤ یعنی محبت کے ماحول میں آ جاؤ۔ تو حضور پاک ﷺ غیر ماحول کو تو نہیں بچائیں گے۔ اس لیے آپ لوگ خاموشی سے دیکھتے جائیں کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اگر ایک بندہ بھی بچانے کے قابل ہو تو تب بھی آپ لوگوں

کی بچت ہو جائے گی۔ اگر ایک بندہ بھی Genuinely درود شریف پڑھ رہا ہو تو بھی آپ لوگ بچ جائیں گے۔ ایک چراغ ہی اگر آندھیوں سے بچ گیا تو پھر بھی روشنی رہے گی اور پھر سب کو روشنی مل جائے گی۔ تو آپ لوگ اس طرح غور کیا کریں اور سوچا کریں کہ آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی سے کتنی مختلف ہے۔ حضور پاک ﷺ کے گھر میں جو ادب آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کر رہی ہیں' وہ کیسا ماحول تھا' آپ لوگ بھی حضور پاک ﷺ کے نام لیوا ہو تو وہی حقوق ادا کرو' وہی مزاج بناؤ۔ اس زمانے میں جو نوکر' غلام ہوتے تھے تو اس وقت آپؐ غلام کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتے تھے' تو آپ بھی اپنے نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو لیکن آپ تو ان کے ساتھ کیا کیا وحشت ناکیاں کرتے رہتے ہو۔ کیا زندگی میں کبھی آپ نے کسی کے ساتھ اس طرح گفتگو کی کہ یہ حضور پاک ﷺ کا پسندیدہ لہجہ ہے' کبھی آپ نے زندگی میں ایسا کام کیا؟ کبھی آپ نے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک اس لیے کیا کہ یہ حضور پاک ﷺ کا حکم ہے؟ کبھی آپ نے پاکیزگیٔ نیت کی؟ لیکن کبھی تو آپ نے کیا کیا اور کبھی آپ نے کچھ اور کیا۔ تو پھر وہ کیفیت آپ کہاں سے لاؤ گے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدانخواستہ آپ کا رزق بھی صحیح نہ ہو اور دین کے لیے قربانیاں بھی کم ہوں' دین کے اندر آپ کی Contribution بھی کم ہو' آپ کے اندر دین کے رجوعات بھی کم ہوں تو خالی درود شریف سے تو پھر کوئی بات نہ بنی' پھر بے شک آپ بیٹھے بیٹھے درود شریف پڑھتے جاؤ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں پڑھ جاؤ۔ تو یہاں گنتی کی بات ہی نہیں ہے بلکہ یہاں

رجوع کی بات ہے' بس صرف رجوع کی بات ہے۔ آج کل ربیع الاول کے اچھے دن آئے ہوئے ہیں' یہ اہل ایمان کے لیے مبارک دن ہیں تو آپ لوگوں کو میں اجازت بھی دیتا ہوں اور حکم بھی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رات کو بیٹھیں' باوضو ہو کر بیٹھیں اور درود شریف پڑھیں۔ میری ایک بات یاد رکھنا کہ کسی انسان کے لیے آپ کے دل میں گلہ و رنجش نہ رہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہونے کی پہلی شرط ہے۔ کسی غیر سے بھی اور کافر سے بھی گلہ اور رنجش نہ ہو اور آپ میں کسی کے لیے بد دعا کی کیفیت نہ رہے۔ یہ نہ کہنا کہ کتا رات کو بھونکتا رہتا ہے' اسے چپ کرا دیں۔ یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ میں نے کہا تھا کہ سؤر اگر زخمی ہو تو اس کی مرہم پٹی کر دو لیکن اس کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور اگر سؤر کو مارنے کا حکم ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرما دیتے کہ جہاں سؤر دیکھو تو اس کو مار دو۔ لیکن اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اجازت دے دیتا تو یہ سؤر کو نابود کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بڑی رعایت کی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ اس کو یعنی سؤر کو نہ کھانا۔ بہرحال آپ کا خشوع و خضوع ہونا چاہیے' رجوع ہونا چاہیے۔ اور پھر آپ ہمارا ایک کام کرو کہ وہ شخص جو آپ کا دشمن ہے اور جس نے آپ کے والد کو نقصان پہنچایا تھا' آپ کہو کہ اس کو حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے ہم معاف کرتے ہیں' وہ کام ہم حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے چھوڑتے ہیں' یہ کام حضور پاک کی خوشنودی کے لیے ہم شروع کرتے ہیں' اس بندے کو چھوڑتے ہیں' اس کام میں حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے

لیے تعاون کرتے ہیں. اور اس بندے کی مدد حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں، آپ کوئی کام حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے کرو، خالی درود شریف پڑھنے سے کیا حاصل ہو گا۔ اگر کچھ لوگ یا علیؓ یا علیؓ کرتے جا رہے ہیں اور حضرت علیؓ تشریف لائیں اور پوچھیں کہ کیا بات ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ یا علیؓ جانے اور یا علیؓ کہتے چلے جا رہے ہیں۔ اس آدمی کو علیؓ خود بلا رہے ہیں اور یا علیؓ تشریف لے آئے اور وہ کہتا جا رہا ہے کہ "یا علیؓ یا علیؓ"۔ تو آپ ایک ایسی کہانی سن لو پھر آپ کو اس کی سمجھ آ جائے گی۔ ایک شخص کو ایک درویش نے بتایا کہ دریا کے کنارے جو سنگ ریزے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی پتھریاں، کنکریاں ہیں، ان میں "پارس" ہے، آپ اس کو تلاش کرو۔ اس نے پوچھا کہ پارس کسے کہتے ہیں؟ کہتا ہے کہ پارس اسے کہتے ہیں کہ وہ اگر آپ لوہے کو لگا دو تو وہ سونا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے، اب تک ہم کیا کرتے رہے ہیں، وقت ہی ضائع کرتے رہے ہیں۔ اس نے کہا چاہے دس سال لگ جائیں لیکن اگر اتنی بڑی چیز مل گئی تو کیریر بن جائے گا۔ پھر اس نے ہاتھ میں ایک لوہے کی انگوٹھی رکھ لی، ایک کنکری اٹھاتا، اس کو انگوٹھی سے لگاتا اور پھر پھینک دیتا۔ چھ مہینے یا سال کے بعد اس کا یہ عمل آٹومیٹک ہو گیا کہ کنکری کو اٹھایا، انگوٹھی سے لگایا اور پھر پھینک دیا۔ پھر ایک دن اس نے دیکھا تو وہ انگوٹھی سونا ہوئی پڑی تھی۔ اس کی روٹین بن گئی تھی کہ کسی سنگریزے کو اٹھایا، لگایا اور پھینک دیا۔ اور جب پارس آیا تو اسے بھی لگایا اور پھینک دیا۔ تو اس طرح پارس نہیں ملتا۔ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ

آپ لوگوں کی چھوڑنے کی ایسی عادت ہے کہ اگر حق آیا تب بھی اسے چھوڑ دیا' وہ "وقت" آیا لیکن آپ نے اس کو بھی اسی طرح نکال دیا جیسے پہلے نکالتے تھے' آپ کے پاس خزانہ آیا' آپ کے پاس دولت آئی' آپ کے پاس موقعہ آیا لیکن اس موقعہ کو بھی آپ نے ویسے ہی گنوا دیا جیسے پہلے موقعہ گنواتے تھے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ کبھی نہ کبھی تو انسان بن جایا کرو۔ آج فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی زندگی گزاریں گے بلکہ یہ کہو کہ ہم اپنی زندگی اس محبت کے لیے وقف کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے نام کی زندگی گزارو گے اور آپؐ کے نام کی Orientation کرو گے' اپنے تعلقات کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ڈھال دو' اپنے غصے کو آپؐ کے نام پر قربان کر دو اور اپنی طرزِ حیات کو آپؐ کے نام پر قربان کر دو۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ اگر زندگی میں فیصلہ نہ ہو پائے کہ یہ مسئلہ کیسے حل کیا جائے تو آپ خود تھوڑی دیر کے لیے سوچو کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کیس پیش کر دیا جائے تو پھر آپؐ کیا فیصلہ کریں گے۔ اگر آپ اپنا مسئلہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرو گے تو آپؐ کیا کہیں گے' آپؐ یہ فرمائیں گے کہ اسے چھوڑ دو' انہوں نے تو کافروں کو چھوڑ دیا تھا کہ یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد ہی مسلمان ہو جائے گی۔ اس لیے اپنی برادریوں میں' بھائی چاروں میں' لینے دینے میں آپ لوگوں کو چھوڑنے کا عمل شروع کر دیں' آپ لوگ صرف باتیں نہ کرو بلکہ اپنے آپ پر رحم کرو اور درود شریف سے وہ تاثیر لو جو تمہارے بزرگوں میں تھی اور بزرگوں سے درخواست کیا کرو کہ ادھر بھی رجوع

فرماؤ' ہمیں بھی یہ چیز عطا ہو' وہ جذبہ' خشوع و خضوع' تاکہ ہم بھی جلوے دیکھیں کہ وہ کیا جلوے ہیں۔

ہم بھی دیکھیں ذرا وہی جلوے
سامنے ہوں نظر کے طور و کلیم

تو وہ جلوہ کیا تھا جو حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے مانگا تھا؟ آپ کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے خزانے دیکھنے کے علاوہ کوئی خواہش ہی نہیں ہے۔ آپ تو یہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں خزانے بتا' کسی منسٹر کے ساتھ یا کسی بڑے افسر کے ساتھ لگا۔ آپ لوگ خود ہی اذیت کی زندگی مانگتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے وہ چیز مانگیں جو اللہ اپنے پاس Best رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ قرآن پاک میں مسلمانوں پر احسان نہیں جتلایا لیکن ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان جتا دیا کہ میں نے تمہارے اندر پیغمبرؐ بھیجا' میں نے تمہارے اندر اپنا نبیؐ بھیجا اور یہ اللہ نے برملا کہا۔ حالانکہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میں نے تمہیں آنکھیں دی ہیں' یہ دیا ہے' وہ دیا ہے لیکن اللہ نے یہ احسان نہیں جتلایا بلکہ اللہ پاک نے یہ کہا ہے کہ میرا تم مومنوں پر احسان ہے کہ "فیھم" تم میں سے رسولؐ بھیجا۔ تو یہ بات جو ہے بڑی خاص بات ہے آپ اس پر غور کرو۔ اس لیے امتی بن کر آپ کہو کہ ہم میں رسولؐ ہیں اور ہم رسولؐ کی محفل میں ہیں۔ اگر آپ لوگ یہ باتیں سوچا کریں تو پھر آپ کو وہی محفل مل جائے گی' فاصلے صدیوں کے نکل جائیں گے' زمانے نکل جائیں گے اور پھر آپ وہیں اسی جگہ پر ہوں گے۔ میں آپ کو رازِ اصل بتاؤں کہ اصل میں راز کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر وہی لوگ سن سکتے ہیں جن کی روحیں

پیدا ہونے سے پہلے حضور پاک ﷺ کی محفل میں رہی ہوں۔ آپ لوگ پھر اس بات کو سمجھ لو کہ میں نے کیا کہا ہے کہ حضور پاک ﷺ سے محبت' حضور پاک ﷺ کا ذکر' وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی روحیں پیدا ہونے سے پہلے حضور پاک ﷺ کی محفل میں پرورش پا کر آئی ہوں۔ تو آج آپ کو اس دنیا میں حضور پاک ﷺ سے جو محبت ہے تو آپ کی روح اس محفل سے آشنا ہے اور اس محفل کو جان چکی ہے۔ تو روح میں اب بھی وہی نقشہ ہے کہ ؎

مجھ کو کسی کی انجمن ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

وہ روح اب بھی وہاں ہوتی ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنی روح نہ کچلو۔ آپ کی روح اس محفلِ پاک سے آشنا ہے' حضور پاک ﷺ کی محبت سے آشنا ہے۔ آپ کی روح میں محبت ہے۔ آپ اب اس زمانے کی آلائش کو نکال دو تو پھر آپ کی روح صاف ہو جائے گی۔ اس لیے اب آپ دعا کرو' کل میلاد شریف ہے' آپ پر کچھ عنایت ہو جائے آپ پر کچھ رحم ہو جائے' بس آپ لوگ خالی باتیں بند کرو' خدا کے لیے ڈرامہ بند کر دو اور اپنے آپ کو پیش کر دو چاہے' جاہل کے طور پر ہی پیش کر دو' غریب کے طور پر ہی پیش کر دو' اپنے آپ کو گناہگار کے طور پر پیش کر دو' اپنے آپ کو اسی منہ سے پیش کر دو' بس اپنی مکمل سپرداری دے دو۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ بخش دے' آپ کی دوریوں کو معاف فرمائے' دوریوں کو قربتوں میں تبدیل فرمائے۔ یا رب

العالمین! اس پوری قوم کو اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلووں سے آشنا کر اور ان کو بھی وہ راستہ دکھا جس پر پرانے زمانے کے لوگ چلتے تھے، وہی جگمگاہٹ والا راستہ اور روشنی والا راستہ۔ یا اللہ ان کی سادہ دلی کے اندر ان پر مہربانی فرما، ان کے اندر اور کوئی عمل بھی نہیں ہے، یہ اتنے سادہ لوح ہیں کہ صرف آج کی یہ محفل سن رہے ہیں اور یہ تھوڑی بات نہیں کہ یہ بات کو سن رہے ہیں، بس ان میں اور عمل کوئی نہیں ہے، بس صرف یہ عمل ہے، صرف شوق ہے، صرف تیرے نام کا شوق ہے اور آگے یہ پتہ نہیں کہ اے اللہ تو کہاں ہے۔ میرے مولا تو جہاں کہیں بھی ہے ہمارے اس شوق کو آباد رکھ اور مہربانی فرما۔ آپ لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں۔ سب لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں اور سب کے لیے خیر ہو۔ آپ سب لوگوں کا بھلا ہو۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

١ سرعرض یہ ہے کہ ''خیال'' کہاں سے آتا ہے؟

٢ سر! پھر اس کا آخری رزلٹ کیا ہوا؟

٣ جس طرح اچھا خیال آتا ہے تو اس برے زمانے میں برے خیال بھی آ جاتے ہیں، پھر ہم کیا کریں؟

٤ اچھے اور برے خیال کے علاوہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کوئی خیال نہیں ہوتا یا ان کا خیال صرف مال کی طرف ہوتا ہے؟

٥ سر! کچھ لوگوں کی نیچر آف جاب ایسی ہوتی ہے کہ وہ صبح سے رات بارہ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں تو کیا وہ بدآدمی سے بہتر ہوتے ہیں؟

٦ یہ جو نیند ہے یہ باعث رحمت بھی ہے اور باعث زحمت بھی ہے تو پھر مکینیکل لائف والے کا کیا معاملہ ہوگا؟

٧ کیا خیال کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر وقت گزرتی رہتی ہیں اور رزم و صول کرتے رہتے ہیں؟

٨ سر کبھی کبھی خیالات میں بے چینی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اپنے بس میں نہیں ہوتی ہے؟

۹ بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ناپسندیدہ خیال ذہن میں آ جاتا ہے؟

۱۰ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ سوال ہوتا ہے لیکن آپ جیسا جواب دینے والا نہ ہو تو اس کا جواب لاکھ سوچنے کے باوجود حاصل نہیں ہوتا۔ پھر ہم کیا کریں؟

۱۱ تو کیا ہم دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف چلے جائیں؟

۱۲ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام کا تجزیہ ہو سکتا ہے اور انہیں لوگوں پر کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟

۱۳ اگر بندے پھر بھی ناراض ہوں تو کیا کیا جائے؟

۱۴ ایک خیال آتا ہے کہ یہ باتیں جو ہم اس عمر میں سن رہے ہیں اگر یہی گفتگو، محفل، ہمیں کچھ عرصہ پہلے میسر ہو جاتی تو شاید ہماری زندگی کچھ اور ہوتی۔

۱۵ سر یہ بھی تو ذمہ داری کا حصہ ہے کہ مجھے نتائج سے پہلے کچھ احساس ہے۔

۱۶ ہم اس مشینی زندگی میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ تو ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیے کیا کریں؟

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ "خیال" کہاں سے آتا ہے؟

جواب :۔

آپ نے خیال کے بارے میں پوچھا ہے کہ یہ کہاں سے آتا ہے' دراصل آپ یہ پوچھ رہے ہیں کہ میں کہاں سے آیا ہوں' اگر یوں سمجھا جائے اور کہا جائے کہ ہم لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کیوں آئے ہیں اور کس نے ہمیں یہاں پر بھیجا ہے اور آئے ہیں تو پھر جاتے کیوں ہیں' اس کا مفہوم کیا ہے' اگر یہ راز کوئی جانتا ہے تو بتائے! اور جس نے یہ بتایا پھر اس سے اور پوچھا جائے گا۔ تو خیال تو پھر انسان ہوا۔ جس نے خیال کو تشکیل دیا اسی نے انسان کو تشکیل دیا ہے' اس لیے خیال ساز وہی ہے جو انسان ساز ہے' ادارہ ایک ہی ہے' جو خیال کو بناتا ہے وہی انسان کو بناتا ہے' وہی انسان کی شکلیں بناتا ہے اور خیال کی بھی شکلیں بناتا ہے۔ اب یہ خیال جو ذہن میں ہوتا ہے یا ذہن میں آتا ہے تو اس کا کون سا مرکز ہے' اس کا "کی۔ بورڈ" کون سا ہے اور "کی۔ بورڈ" سے آگے کیا ہے؟ تو وہ خیال ہی کیا ہوا جو صرف "کی۔ بورڈ" میں آجائے۔ تو خیال کی۔ بورڈ میں نہیں آئے گا یہ خیال جو ہے یہ عنایت ہے۔ آپ جس دن سے آغاز کریں یہ اس وقت سے عنایت ہے۔ آپ کے پاس

جب بھی خیال آجائے تبھی یہ عنایت ہے۔ بعض اوقات خیال کی کوئی ایجنسی ہو سکتی ہے۔ ایسی ایجنسی ہوتی ہے جو خیال بھیجتی ہے اور یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ کچھ ایجنسیز ایسی ہیں جو دنیا میں خیال ہی بھیجتی رہتی ہیں اور خیال بدلتی رہتی ہیں۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ صبح کے وقت بیٹھے بیٹھے اکتا جائیں گے' گھبرا جائیں گے کیونکہ ایسا خیال آئے گا کہ آپ مایوس ہو جائیں گے۔ اس وقت کسی دوسرے سے پوچھیں کہ آپ کا کیا حال ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی ہے۔ اور بعض اوقات پھر ایسا خیال آئے گا کہ آپ اپنے اندر مضبوطی محسوس کریں گے۔

تو کچھ دن برائٹ ہوتے ہیں اور کچھ دن اداس ہوتے ہیں۔ خیال کا کوئی ادارہ ہوتا ہے کہ اچانک ایک آدمی کسی اور طرف جا رہا ہے اور وہ جاتے جاتے کسی اور طرف چلا جاتا ہے کہتا ہے کہ میں تو بڑا ہی خوش قسمت ٹھہرا اور اچھا ہوا کہ میں مڑ گیا کیونکہ میں تباہی کی طرف جا رہا تھا۔ تو انسان خیال میں کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔

منم محو خیال او نمی دانم کجا رفتم

میں اس کے خیال میں جا رہا تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ مثلاً" وہ تو آگ لینے گئے تھے اور آگے پیغمبری مل گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر دیکھتے ہیں کہ بجلی کا طلاطم ہے اور دیکھتے ہیں کہ آگ ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہاں سے آگ لے آتے ہیں' وہاں آگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ ہے اور پھر آپ کو پیغمبری مل گئی ۔ تو اس لیے کہتے ہیں کہ آگ لینے جاؤ تو پیغمبری مل

جاتی ہے۔ یہ سب کون کر رہا ہے' اللہ! پھر کچھ لوگوں نے اس کو سوچا کہ یہ سب کاروائی حضرت شعیب علیہ السلام کی ہے کہ انھوں نے یہ کام کیا۔ تو خیال ساز ایجنسی کون ہو گئی؟ حضرت شعیب علیہ السلام۔ اسے اقبالؒ نے یہ سمجھا اور کہا۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام گلہ بانی کر رہے تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ کاروائی کر دی اور کہا کہ ہماری بیٹی سے شادی بھی کرو اور پیغمبری کا حصہ بھی لو۔

یہ کسی شعیب علیہ السلام کا کام ہے' اور یہ کسی اور کا کام ہے' یہ کسی تبریزؒ کا کام ہے کہ مولوی کو رومیؒ بنا دیا اور رومیؒ کو یہ مثنوئ خیال وہاں سے مل گئی۔ تو تبریزؒ کے خیال سے یہ عمل ہوا' تو پھر درخت بول پڑتے ہیں' مٹی سے آواز آجاتی ہے اور خوشبو رنگ دکھا دیتی ہے۔ پھر مولانا رومؒ کہانیاں ہی بناتے جارہے ہیں۔ تو مولانا رومؒ کدھر سے بات لے آئے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ خیال تبریز رحمتہ اللہ علیہ سے چلا آ رہا ہے' وہ میرے پاس آئے تھے۔ تو ان کے پاس خیال کدھر سے آیا؟ مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو ایک شکل میں آیا ہے یعنی شاہ شمس تبریزؒ کی شکل میں آیا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شد

غلام شمس تبریزؒ کا خیال اس وقت تک نہیں آیا جب تک تبریزؒ نہ

آیا' یہ شکل نہ آیا اور پھر خیال آیا۔ خیال کبھی کبھی گھوڑے پر چڑھ کے آتا ہے۔ خیال کیا کرتا ہے؟ کبھی کبھی چور کی شکل میں آ جاتا ہے کہ گھر میں چور آیا تو آپ سوچ میں پڑ گئے کہ جی دیکھو ہم تو چوروں کی زد میں ہیں' اپنے آپ کو بچائیں اور کوئی بچانے والی طاقت بھی ہونی چاہیے مگر اللہ بڑا کارساز ہے' وہی خود بچائے گا۔ تو آپ نے اللہ سے رجوع کر لیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لٹ جائیں۔ اب جب آپ نے بچانے والے کی طرف رجوع کیا تو پھر دیکھا تو وہ خود ہی ہے۔ خطرہ بعض اوقات انسان کو اس کے اصل مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے خطرہ؟ وہاں منزل پہ پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ جو خطرہ ہے یہ بڑا کام کرتا ہے کہ استغفار پڑھا دیتا ہے اور الحمد للہ تک پہنچا دیتا ہے' خطرہ آپ کو آپ کے اصل تک پہنچا دیتا ہے۔ خطرہ ٹلتا نہیں ہے لیکن انسان بدل جاتا ہے اور خطرہ نہ بدلے تب بھی انسان بدل جاتا ہے۔ موت کا خطرہ زندگی کو مبارک بنا دیتا ہے۔ انسان کو بے شمار خطرات لاحق ہیں' جتنا انسان کو خطرے کا شعور آتا جائے گا' اتنا ہی انسان بدلتا جائے گا۔ اور اصل میں خطرہ کیا ہے؟ جو کام ہو جائے گا وہ آپ کا حاصل ہو گا اور جس کا امکان ہو اور وہ نہ ہو تو وہ خطرہ کہلاتا ہے۔ تو گویا کہ خطرے کا وجود ممکن ہوتا ہے لیکن اس کا وجود حاصل نہیں ہوتا۔ خطرہ وہ ہے جس کا ہونا ممکن ہو لیکن ابھی ہوا نہ ہو مثلاً" موت کا خطرہ ہے لیکن ابھی موت نہیں آئی۔ لیکن اس میں ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ بعض اوقات موت کا خطرہ موت سے زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ موت تو اتنی خوفناک نہیں ہوتی کیونکہ اگر بیماری تھی تو وہ چلی گئی۔ صرف خیال میں خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ تو خطرہ بھی ایک مخرج

خیال ہے۔ یہ خیال کہاں سے آتا ہے؟ اس خیال کو خطرہ Generate کرتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ اس خیال کا مخرج Origin of thought کیا ہے؟ اس کا Origin خطرہ ہے، محبت اس کا Origin ہے، جب محبت دل پر چھا جاتی ہے تو پھر خیال بدلتا رہتا ہے اور پھر خیال یہاں سے وہاں چلا جاتا ہے۔ پتہ نہیں چلتا لیکن خیال چلتا جاتا ہے حالانکہ محبوب پاس نہیں ہوتا۔ محبوب سے زیادہ پیارا محبوب کا خیال ہوتا ہے۔ محبوب جب آئے گا تو کچھ کھائے گا، پیئے گا اور شور شرابہ کرے گا مگر محبوب سے اس کی یاد زیادہ محبوب ہوتی ہے، چاند سے زیادہ بہتر چیز چاندنی ہوتی ہے اور چاند پر تو روشنی ہی نہیں ہے۔ تو جب چاند محبوب ہو گا تو چاندنی اس کی یاد ہو گی اور کبھی کبھی وہ بہتر ہوتی ہے اور یہ خیال کو Generate کرتی ہے پیدا کرتی ہے اور یہ خیال کی Origin ہے، خیال کی مخرج ہے۔ بعض اوقات کوئی ایسا انسان جو ویسے ہی دل پہ چھا جائے، اس کا خیال آپ کے دل پہ چھا جائے گا، اس کا جب بھی ذکر آئے گا تو خود بخود خیال آنا شروع ہو جائے گا۔ جب بھی آپ اس کو ڈھونڈیں گے تو یہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پہ لکھا ہوتا ہے کہ آپ کا کوئی کلاس فیلو مر گیا، سکول کے بعد پھر اور زمانے آئے اور سارے محرم مرتے گئے، تو بعض اوقات انسان خیال میں گم ہو جاتا ہے، پہلے سکول کے زمانے، پھر اور خیال، اور پھر انسان سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں گم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات خیال میں آتا ہے کہ میری یادداشت میں کون ہے۔ اگر کوئی برائٹ ڈے یاد رہ جائے تو پھر خیال Generate ہوتا رہتا ہے، خیال چلتا رہتا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ خیال ایک بیج کی طرح ہوتا ہے اور وہ کہیں پہ

کوئی آنے جانے والا پھینک جاتا ہے، کبھی وہ نام بتا جاتا ہے اور کبھی نام نہیں بتاتا۔ کوئی واقعہ ہوتا ہے کہ کوئی انسان آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ کے اندر ایک بیج پھینک جاتا ہے اور وہ بیج برآمد ہوتا ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ایک تناور درخت بنتا جاتا ہے۔ پھر خیال ہی خیال، خیالات ہی خیالات بلکہ خیالات اور تخیلات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اب اس ایک بیج سے کیا کیا کرشمے پیدا ہوگئے۔ مثلاً" کسی جاننے والے نے ایک بات کان میں کہی ہے اور اب وہ بات Grow کرتی جا رہی ہے، چلتی جا رہی ہے کہ اس نے ایک بات میرے کان میں کہی تھی اور اس ایک بات سے میری ساری کائنات ہی بدل گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے بڑی بات کر دی اور کوئی خاص بات کر دی۔ ایک نیک بادشاہ تھا اور اس کو اللہ کا بڑا شوق تھا ایسا ہوا کہ ایک دن ایک درویش اس کے محل میں آگیا۔ بادشاہ سلامت نے پوچھا کہ آپ کدھر آئے ہوئے ہیں تو اس درویش نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہوگیا ہے اور میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ محل ہے اور اس میں اونٹ، آپ کیسی بات کر رہے ہیں، کبھی بادشاہ کے محل میں بھی اونٹ ہوا؟ درویش کہتا ہے کہ بادشاہ کے محل میں اونٹ تو ملتا نہیں اور تو یہاں خدا کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر آپ نے اللہ کو تلاش کرنا ہے تو باہر نکل کر اللہ کی تلاش کرو مگر آپ تو بادشاہ بن کر اللہ کی تلاش کر رہے ہیں۔ تو کہتے یہ ہیں کہ اس بادشاہ میں بڑا انقلاب آگیا، اس نے سوچا کہ اونٹ تو محل میں ملتا نہیں ہے لیکن خدا کو کہاں سے تلاش کریں گے۔ تو حاصل میں جو چیز نہیں ملتی وہ محرومی میں ملتی ہے۔ اگر آپ کو اچھا بننے کا شوق ہے تو آپ کسی اللہ والے کے

خادم بنیں تو پھر آپ کو اصل بات مل جائے گی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس بات سے زندگی میں Fountain شروع ہو جاتے ہیں' چشمے بلکہ سرچشمے شروع ہو جاتے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطارؒ ایک روز اپنی دوکان میں مصروف تھے' ایک سائل اس دوکان پر آیا کہ مجھے کچھ خیرات دے دو تو انہوں نے کہا کہ ٹھہر جا ٹائم نہیں ہے۔ وہ سائل کافی دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس سائل نے کہا کہ دیکھو میاں تیرے پاس خیرات دینے کا ٹائم نہیں تو آپ میری ایک بات کا جواب دو اور پھر آپ بھلے خیرات نہ دینا' سوال یہ ہے کہ تمہارے پاس تو ٹائم نہیں ہے تو پھر تم مرو گے کیسے! انہوں نے جواب دیا کہ جیسے تو مرے گا۔ تو فقیر نے کہا کہ ہمارا کیا مرنا ہے' اس نے وہیں چادر بچھائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور موت سے گزر گیا اور یہ واقعہ فرید الدین عطارؒ کے اندر گزر گیا۔ پھر تو شیخ فرید الدین عطارؒ کے پاس تذکرہ الاولیاء' پرندوں کی کہانیاں اور پھر اتنے خیالات آئے کہ سب دنیا کے خیالات ہی ان کے پاس آ گئے۔ اور اس ایک واقعے نے کیا کیا خیالات بدل دیئے۔

تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

تو جہاں بدل گئے' شکلیں بدل گئیں' خیالات بدل گئے اور زندگیاں بدل گئیں۔ تو یہ خیالات کہاں سے پیدا ہوئے؟ ایک واقعہ سے پیدا ہوئے۔ خیال کہاں سے پیدا ہوا؟ کسی کے ساتھ تعلق سے پیدا ہوا۔ اور کس نے پیدا کر دیا؟ بعض اوقات ایک چیز باہر ہوتی ہے اور وہ خیالات ہی بھیجتی رہتی ہے کہ آج ایک شہر پر اس نے حملہ کر دیا اور ایک خیال آ گیا' پھر دوسرا خیال آ گیا۔ تو خیال بھیجنے والا Actual' اصل کوئی ادارہ

ہے جو لوگوں کے خیال کی نگہداشت کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی لوگ بیٹھے بیٹھے ایک واقعے سے رونے لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا ہی مغموم ہے' بس کبھی کسی کو یاد کر لیا اور کبھی کسی کو یاد کر لیا اور کبھی کسی اور کو یاد کر لیا۔ تو یہ خیالات آتے رہتے ہیں۔ مثلاً" ڈپریشن کا خیال بھی آ جاتا ہے۔ یہ جو کسی کو خیال دینے والا درویش ہے وہ خیال بھیجتا رہتا ہے اور وہ طاقت میں ہوتا ہے۔ اکثر آپ کسی آدمی سے جاکر ملتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈپریشن ہو گیا ہے' دوسرے سے پوچھو گے تو اسے بھی ڈپریشن ہو گا۔ تو کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی جیسی کیفیت یا بیماری ہو جاتی ہے۔ پھر انسان آہستہ آہستہ لوگوں سے منقطع ہوتے ہوتے اپنی مرضی سے الگ ہو جاتا ہے' علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال کسی آدمی سے آ جاتا ہے' خیال یادداشت سے آ جاتا ہے' خیال استاد سے آ جاتا ہے' کوئی ایک شخص نگاہ میں آتا ہے اور جہاں بدل جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو پتہ نہیں چلتا کہ خیال کدھر سے آ گیا۔ بعض اوقات آپ سوچتے ہیں کہ آپ خیال کے مالک ہیں' اور یہ میں نے تخلیق کیا ہے I am creative' ہم یہ خیال پیدا کر رہے ہیں اور خیال کے خالق ہم ہی ہیں۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ خیال باہر سے آتا ہے اور آپ اپنے ذہن کو خیال وصول کرنے والا Recipient بنا کر چھوڑ دو۔ یہ بحث چلتی ہے' پتہ نہیں کہ کہاں کہاں یہ بحث چلتی رہی ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ اب بھی چل رہی ہو کہ جبریل امین علیہ السلام نے نہیں آنا کیونکہ اب کوئی پیغمبر نہیں ہے جس پر وحی اترے۔ لیکن خیال اترتا ہے۔ تو کیا آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آتے ہیں؟ جبریل علیہ السلام

خیال لانے والی ایجنسی ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ خیال لانے والے کو جبریل علیہ السلام کہہ لیں کہ آپ کے پاس ایک بات نازل ہوئی اور اچانک خیال شروع ہو گیا' فوراً" آپ کا ماتھا ٹھنکا اور ذہن جھٹکا اور کچھ بات آئی۔ یہ خیال کون لایا؟ پتہ نہیں کون لایا' مگر اس نے آپ کو اس کیفیت سے گزار دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جبریلؑ ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ازل سے یعنی جب سے آغاز کائنات ہوا' جب سے دریا چلے ہوئے ہیں' جب سے ہوائیں چلی ہوئی ہیں' جب سے سمندر چلے ہوئے ہیں اور یہ سارا گردوپیش چلا ہوا ہے تو خیال کی لہریں بھی چلی ہوئی ہیں' ادھر سے کبھی گرم رو گزری کبھی سرد رو گزری تو انسان اس کی زد میں آ گیا۔ تواس طرح خیال چلتا رہتا ہے' اور یہ کب سے ہے؟ ازل سے ہے۔ اس خیال کو آپ قید نہیں کر سکتے' یہ پکڑا نہیں جا سکتا اور اس کو آپ تلاش بھی نہیں کر سکتے اور ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس سے خیال کی تیز لہر گزر جائے اور آپ کو پتہ بھی نہ چلے اور آپ اس کو نہ سمجھیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اسے پکڑنا چاہیں اور وہ پکڑا جائے۔ آپ اس بات کو یوں کہیں کہ یہ ایک قدسی پرندہ ہوتا ہے۔ تو خیال کو کیا بولتے ہیں؟ ایک قدسی پرندہ جو کہ قدس سے آتا ہے' یہ پرندہ بارگاہ قدس سے آتا ہے اور جس کے سر پر بیٹھ گیا اس کو خیال مل جاتا ہے' جس کے بھی قریب آ جاتا ہے' اس کو خیال مل جاتا ہے' یہ پرندہ ہے یا پرندے ہیں' اس کو "طیور" کہتے ہیں' آپ کو اس شعر سے بات سمجھ آ جائے گی۔

چلا ہوا ہے ازل سے ہی کاروانِ خیال
طیورِ قدس کبھی صیدِ جستجو نہ ہوئے

یہ قدس کے پرندے ہیں اور یہ کبھی جستجو کا شکار نہیں ہوں گے' ان کو خود بخود ہی خیال آیا ہے اور جب خیال کا جی چاہے وہ آ جائے۔ اس لیے خیال کو پکڑنے کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ خیال جب چاہے آ جائے اور جب چاہے چلا جائے۔ بس آپ اپنے دروازے کھلے رکھیں۔ خیال کبھی آپ کے دل میں آ جائے تو پھر یہ سرفرازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ تو خیال کی کائنات آپ کی کائنات سے کچھ علاوہ ہی چیز ہے جہاں سے پیغام آتے ہیں' چٹھیاں در چٹھیاں اور پیغام در پیغام آتے رہتے ہیں اور پھر آپ کا ذہن فنافٹ اور کھٹا کھٹ چلتا رہتا ہے۔ تو دل کو خیال سے روشن رکھا جاتا ہے۔ تو خیال دیتا کون ہے؟ بس یہ خیال وہ بھیجنے والا بھیجتا رہتا ہے' جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے خیال کو بھیجا ہوا ہے' جس نے آپ کو بنایا ہے' اس نے خیال کو بنایا ہے۔ یہ خیال ذہن سے پیدا ہوتا ہے کہ باہر سے آتا ہے؟ کبھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ خیال کا آرگن کیا ہے؟ خیال کا آرگن کوئی نہیں ہوتا ہے' یہ جہاں چاہے' جب چاہے' اور کہیں سے بھی نمودار ہو جائے۔ ہر خیال جو ہے وہ نیا ہے اور ہر خیال پرانا بھی ہے' جس طرح ہر انسان نیا ہے اور ہر انسان پرانا ہے۔ انسان نیا اس لیے ہے کہ وہ آج پیدا ہوا ہے' پرانا اس لیے ہے کہ یہ وہی پرانا انسان ہے کہ ایسے ہی پیدا ہوتا ہے اور ایسے ہی مرتا رہتا ہے۔ سارے انسان دوست تھے' ایک انسان ایک وقت میں پیدا ہوا اور دوسرا ایک مدت کے بعد پیدا ہوا' اور ایک ہی طرح ان کا قد بنتا ہے اور

شکل بنتی ہے' سب کا یہی حساب ہوتا ہے' پہلے وہ ابو کہتا ہے' پھر بڑا ہو کر وہ بیٹا کہتا ہے۔ تو یہ وہی پرانا انسان ہے اور وہی نیا انسان ہے۔ تو ہر انسان نیا ہے اور ہر انسان پرانا ہے' ہر دور نیا ہے اور ہر دور پرانا ہے' ہر زمانہ نیا ہے اور ہر زمانہ پرانا ہے کیونکہ اندر کی کہانی تو وہی ہے کہ آپ لوگ آئے' آپ لوگ بیٹھے اور آپ لوگ چلے گئے۔ آپ کس لئے آئے تھے اور آپ کیا کر چلے ہیں' بس اتنی ساری کہانی ہے آپ خود ہی بتائیں کہ اس کے علاوہ کہانی کیا ہے؟ کہانی یہ ہے کہ چار دن کی زندگی ہے' دو دن آرزو میں کٹ گئے اور دو دن انتظار میں کٹ جائیں گے۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے' دو انتظار میں

آپ کا کچھ وقت پرانی یادداشت اور پرانے زمانوں میں گم ہو جاتا ہے اور کچھ آنے والے زمانے کی حسرتوں میں گزر جاتا ہے اور درمیان میں آپ کو کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ کچھ وقت دوست بنانے میں گزر گیا اور کچھ دوستوں کی تکلیفیں سہنے میں گزر گیا۔ انسان کچھ وقت استغفر اللہ کرتا ہے اور نعوذ باللہ من ذٰلک کہتا ہے یعنی کہ اتنے عرصہ سے دوست بنایا' پھر اس کی وجہ سے جو مشکل آئی اس کو برداشت کیا اور پھر اس سے نجات حاصل کرنے میں اتنا وقت لگا دیا' پہلے عذاب میں مبتلاء ہونے میں اتنا ٹائم لگا اور اب نجات میں اتنا ٹائم لگا دیا۔ بس اس طرح وقت گزر گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو پتہ نہیں چلا کہ وقت کیسے ختم ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس عزرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے سلام کیا' آپ بولے وعلیکم السلام' کیا حال ہے' آپ آ گئے

ہو۔ تو عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس سے پہلے کہ میں آپ کی خدمت میں پروانہ پیش کروں' آپ مجھے دنیا کی یہ بات بتائیں کہ آپ نے جو اتنا لمبا عرصہ زندگی پائی تو آپ نے کیا دیکھا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے صرف تیرا انتظار' تیرا راستہ ہی دیکھا ہے اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہے کہ تو اب آتا ہے کہ کب آتا ہے' بس یہی اک مجبوری تھی اور کچھ نہیں تھا۔ وہ وہاں درخت کے سائے میں بیٹھے تھے' پھر وہاں سے اٹھ کر دھوپ میں چلے گئے اور فرماتے ہیں کہ زندگی کو میں نے اس طرح پایا کہ یہ درخت کا سایہ ہے اور یہ دھوپ ہے' یہاں بیٹھے تو سائے میں تھے اور وہاں بیٹھے تو دھوپ میں۔ اور اب یہ پتہ نہیں ہے کہ کون سا پل کدھر لے جائے' وہ مالک ہے جو کرے۔ یہ ایک عجب کہانی ہے جس کو ساری رات سنتے ہی رہیں۔ اور یہ حقیقت ہے اور پھر حقیقت خیال بن جاتی ہے۔ تو زندہ انسان کون ہے؟ ایک حقیقت ہے' اور گزرا ہوا انسان خیال ہے یعنی کہ حقیقت' خیال بنتی جا رہی ہے' پاس بیٹھا ہوا انسان حقیقت ہے اور گھر سے باہر جانے والا آدمی خیال ہے' تو ہر حقیقت خیال بنتی جا رہی ہے اور آپ حقیقتوں کو خیال بناتے جا رہے ہیں' مزید خیال بناتے جا رہے ہیں یعنی کہ حقیقتوں کو خیال بنانے والا ہی تو وہ عظیم انسان ہے۔ تو وہ انسان عظیم ہے جو حقیقتوں کو خیال بناتا ہے اور پھر کچھ لوگ خیال کو کسی طرح سے حقیقت بناتے ہیں۔ تو درمیان میں کون ہے؟ اس کا کسی کو پتہ نہیں ہے کہ کون ہے؟ وہ اندر سے بول رہا ہے کہ پتہ نہیں کون بول رہا ہے' کدھر سے آواز آ رہی ہے؟ یہ سارے قافلے اور سارے مرحلے چلتے جا رہے ہیں' اس کا اپنا کوئی انت نہیں ہے۔ آپ ذرا

یہ بتائیں کہ سمندر میں اتنا پانی کہاں سے آتا ہے؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سمندر دریاؤں کے پانی سے بن رہا ہے مگر دریا تو خود سمندر سے نکلتے ہیں۔ تو دریا نکلتے بھی سمندر سے ہیں اور جاتے بھی سمندر سے ہیں۔ تو پھر یہ کیا چیز ہے' کیا راز ہے؟ انسان مرجاتا ہے لیکن پھر بھی دنیا میں انسان ہی انسان ہیں اور اس دنیا کا کام ہی انسانوں سے ہے' یہ دنیا انسانوں سے تنگ نہیں ہے اور نہ ہی انسان دنیا کے کاروبار سے تنگ ہوا ہے' یہاں انسان روز ہی آتا ہے اور روز ہی چلا جاتا ہے' کہتا ہے وہ میں نہیں تھا' وہ چاہنے والا اور تھا' اور یہ اور آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ اور کیا کرے گا؟ کہتا ہے کہ یہ بھی بری امامؒ کا میلہ لگائے گا۔ تو وہ جو کل تھے وہ کیا کر رہے تھے؟ وہ بھی میلہ لگا رہے تھے' تو لوگ میلہ لگاتے ہیں چلے جاتے ہیں' دوسرے آکر پھر میلہ لگاتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں' یہ کھیل بند نہیں ہونا چاہئیے! تو وہ کہتا ہے کہ یہ کھیل بند نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو کوئی اور ہی کھیل ہے! بس اس طرح خیال آتا ہے اور خیال چلا جاتا ہے۔ آپ لوگ اس کو انجوائے کیا کرو اور اس کی زیادہ تحقیق نہ کیا کرو کہ کہاں سے خیال آتا ہے اور کہاں چلا جاتا ہے' خیال کی مرضی ہے جو چاہے کرے!

سوال :۔

سر! پھر اس کا آخری رزلٹ کیا ہوا؟

جواب :۔

آپ کو میں نے کہا ہے کہ آپ اس کو انجوائے کرو۔ جب خیال

کی دنیا آباد ہو جائے تو پھر انجوائے کرو۔ آپ اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے! خیال کس نے بھیجا؟ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ خیال بھیجنے والا بھیجتا ہے' آپ اس کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ تحقیق سے' Discussion سے بیوٹی ختم ہو جاتی ہے' گلاب کی اگر آپ Dissection کر دیں' پتیاں پتیاں کر دیں تو اس سے گلاب کی خوبصورتی کو کیا ہو گا؟ اس سے خوبصورتی ختم ہو جائے گی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ بیوٹی کیا ہوتی ہے؟ بیوٹی ایک مجموعی تاثر کا نام ہے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ وہ ایک آدمی بڑا بیوٹی فل تھا وہاں جا کر وہ کھانا کھاتا چلا گیا۔ تو ایسا آدمی کیسے خوبصورت ہو سکتا ہے کہ جو ہر وقت کھانا کھاتا رہے اور ہر وقت اس کا کھانے کا وقت ہو۔ آپ لوگ خوبصورت ہیں' کھلا پینا بھی سب خوبصورت ہے لیکن جہاں بیوٹی کا سوال ہو تو اس کو Analyse نہ کریں' تجزیہ نہ کریں کیونکہ تجزیہ Analysis کرنے سے اس چیز کی بیوٹی ختم ہو جائے گی۔ تو خیال بیوٹی ہے' خیال بلندی ہے اور خیال احسان ہے۔ کس کا احسان ہے؟ وہ جو آپ کا محبوب ہے' جو آپ کا درویش ہے' جو آپ کی نسبتوں کا مرکز ہے' اللہ ہے یا اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں' تو یہ ان کا فیض ہے۔ چاہے داتا صاحبؒ ہی ہوں' خیال داتا صاحبؒ بھی بھیجتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً" ایک آدمی جو ہے وہ برے خیال کے اندر پریشان ہو جاتا ہے یعنی جب اس کو برا خیال آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب اچھا خیال بھیجنے والا اس کی مدد کر دیتا ہے۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ کہ ہم لوگ دراصل خیال کی دنیا میں رہتے ہیں' اگر خیال کی دنیا ختم ہو جائے تو پھر آپ کی دنیا میں کچھ نہیں رہتا' نہ آپ کا حافظہ رہتا ہے یعنی ماضی اور نہ آپ کا مستقبل رہتا ہے

یعنی تخیل۔ مستقبل خیال ہے' ماضی خیال ہے' جو گزر گیا وہ محض خیال ہے اور جو آنا ہے وہ تو ہے ہی خیال! پتہ نہیں کیا ٹرن لے گا۔ آپ لوگ زیادہ تر خیال میں رہتے ہیں' کسی کا جو حال ہے وہی کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ حقیقت صرف ایک منظر کا نام ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ ایک لمحہ حقیقت ہے جہاں آپ بیٹھے ہوئے ہیں' اس کے بعد آپ چلے جائیں گے اور پھر آپ واقعات میں سے گزریں گے۔ تو جو موجود لمحہ ہے وہ حقیقت ہوتا ہے اور باقی سب خیال ہے ہر شے وہم خیال ہے جیسے بابا بلھے شاہؒ فرماتے ہیں : ؎

سب کجھ وہم خیال

تو یہ سب خیال ہی خیال ہے جیسے :؎

کھائیو مت فریب ہستی

ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے — اور یہ کہ

؎ ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
غالبؔ تمام حلقہ داناں خیال ہے

تو یہ سب خیال ہی خیال ہے۔ یہ جو آپ کی اولادیں ہیں یہ آپ کا خیال ہیں۔ آپ اپنے خیال کو اچھا رکھیں' انتقام کا خیال ایک جذبہ ہے اور وہ بھی خیال ہی ہے' محبت کی آرزو ایک خیال ہے' پیسہ آپ کی جیب میں نہیں رہے گا اور آپ کے کام نہیں آئے گا' یہ بھی ایک خیال ہے' صرف ایک خیال ہے اور یہ خیال تسکین پائے گا۔ تو اصل میں آپ خیال کے اندر رہیں' خیال ہی آپ کا دل ہے اور خیال ہی آپ کو چلا رہا ہے اور مستقبل کی آرزو بھی خیال ہی چلا رہا ہے۔ خیال بھیجتا کون ہے؟

یہ سب ایجنسیاں ہیں جو کبھی کبھی خیال بھیجتی ہیں' کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں نے آپ کو خیال بھیجا۔

یہ کون تھا جو میرے ساتھ ہمکلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس

یعنی وہ کون تھا جو ہمکلامی کر رہا تھا اور اس وقت آپ بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے' پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو آپ اکیلے ہی تھے۔ تو وہ کون تھا؟ وہ خیال تھا! خیال آپ کا دوسرا وجود ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ تو اسے کیا کہتے ہیں؟ دوسرا وجود جس سے آپ روزنہی ملتے ہیں۔ تو دوسرا وجود جو آپ کے ساتھ رہتا ہے کبھی پژمردہ اور افسردہ رہتا ہے' کبھی زندہ ہو جاتا ہے' کبھی وہ نیک ہو جاتا ہے اور کبھی وہ بد ہو جاتا ہے' آپ مہربان نہیں ہوتے' وہی مہربان ہوتا ہے' وہ کبھی آپ کو برباد کر دیتا ہے اور کبھی آباد کر دیتا ہے' اس کا نام آپ کا ہی نام ہے' اس کی شکل آپ کی ہی شکل ہے' وہ خیالوں میں گم رہتا ہے' آسمانوں کی سیر کرتا ہے' اچھے اچھے خیالات لاتا ہے اور کبھی کبھی بد خیالات لاتا ہے۔ تو وہ کون ہے؟ وہ آپ ہی ہیں۔ کوئی بھی آدمی پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کا خیال پیدا نہ ہو' پیدا کرنے والے نے جب اس کو پیدا کیا تو ساتھ ہی اس کی شکل کو پیدا کیا اور ساتھ ہی اس کی Duration of trade ساتھ ہی زندگی کے اتار چڑھاؤ' اونچ نیچ پیدا کیے' ساتھ ہی حادثات اور غم پیدا کیے' ساتھ ہی اس کے خوشیاں پیدا کر دیں۔ پوری لسٹ اس نے بنا کر بھیج دی کہ فلاں شخص کے ساتھ اس کی شادی ہوگی' یہ ان کے واقعات ہوں گے اور یہ ان کی زندگی ہوگی۔ تو اللہ کارساز ہے۔ اس نے خیال کو

اس شخص کے ساتھ ہی بنا دیا۔ اور یہ جو سب کچھ ہے اس میں آپ کو سوچنا ہے' اس میں آپ کو رہنا ہے' آپ کبھی یہ کیا کریں گے اور کبھی وہ کیا کریں گے' کبھی آپ دنیا کی سیر کریں گے اور کبھی آپ بھاگیں گے' دوڑیں گے اور پھر آپ کے افکار کا نام ہو گا' آپ فکر بلیغ پیدا کریں گے' وہ فکر نہ ہو تو پھر انسان جانور ہے۔ جانور اور انسان میں یہی فرق ہے کہ انسان دوسرے آدمی سے جو اس کے ساتھ ہوتا ہے' جو آپ کے اندر ہی ہے' آپ اس سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی تنہائی میں باتیں کی ہیں؟ اکثر کی ہوں گی۔ جب انسان پروگرام بناتا ہے کہ آج ہم تنہا رہیں گے تب بھی وہ تنہا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خود کہتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ہے' وہ کبھی ماضی بن کر بولتا ہے اور کبھی مستقبل بن کر بولتا ہے اور آپ سے زیادہ تو وہ بولتا ہے' کبھی وہ ڈایلاگ بولتا ہے اور کبھی وہ مومن بن کر بولتا ہے۔ بعض اوقات آپ تنہائی میں بیٹھے ہوتے ہیں اور باتیں کرتے جاتے ہیں۔ یہ کون ہے؟ یہ وہی ہے! اور آپ سے یہ جو ساری باتیں کر رہا ہے وہ بڑی چیز ہے' اور وہ کون ہے؟ اس کا نام بھی آپ ہی کا نام ہے' وہ قابو آ جاتا ہے' بندہ آزاد ہی ہو تب بھی وہ قابو ہو جاتا ہے' جب وہ قابو آ گیا تو آپ خود بخود ہی قابو آ جاتے ہیں۔ کہانیوں میں کہتے ہیں ناں کہ جادوگر کی جان طوطے میں ہوتی تھی' تو جو درویش لوگ ہوتے ہیں وہ طوطا پکڑ لیتے ہیں اور پھر آپ کچھ نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کی جان اس میں ہے۔ تو درویشوں کے پاس کیا ہے؟ وہ جس میں آپ کی جان ہوتی ہے' انہوں نے وہ ہی پکڑ لیا اور پھر آپ اس درویش کے ہاں روزانہ جاتے ہیں' ملنے کے لیے' سلام کرنے کے لیے جاتے

ہیں۔

یہاں دنیا میں آکر ہی آپ کھو گئے ہیں' اس دنیا کے مدار میں آپ کھو گئے ہیں اور اب آپ تلاش کے بعد خود سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں سنا بھئی تیرا کیا حال ہے' یہ آپ ہی ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ جی ہم ہی ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ٹھہر جا میرے پاس ٹائم نہیں ہے اور وہ چلا جاتا ہے' تو وہی خیال ہے اور وہ آپ ہی ہیں۔ تو خیال کہاں سے نکلا اور خیال کس کا نام ہے؟ آپ ہی کا نام خیال ہے۔ آپ پر ہونے والی نوازشیں کیا ہیں؟ وہ بھی آپ ہی کا نام ہیں۔ آپ میں پیدا ہونے والے جذبے کیا ہیں؟ وہ بھی آپ ہی کا نام ہیں۔ خیال کون پیدا کرتا ہے؟ آپ ہی پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے پاس جو خیال باہر سے آتا ہے وہ خیال بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا ہی نصیب ہے' جس نے بھیجا ہے تب بھی ہمارا ہی نام ہے۔ بہرحال خیال Wonderful world ہے' اعلیٰ ترین دنیا ہے' آپ لوگ اس کی سیر ضرور کیا کریں۔ کبھی آپ اس دنیا کو بھول کر اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے نکل کر گزر جائیں تو پھر آپ کو خیال کی دنیا ملتی ہے۔

سوال :۔

جس طرح اچھا خیال آتا ہے تو اس برے زمانے میں برے خیال بھی آ جاتے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اگر آپ کو کچھ ہوش آیا ہے کہ یہ باتیں بری ہیں پھر اپنا اچھا خیال زندہ رکھنا چاہیے ورنہ برائی کرو گے تو پتہ نہیں چلے گا۔ اکثر برائی جو

نازل ہوتی ہے وہ آپ کی اپنی غلطی سے آتی ہے اور اکثر انسان کو غلطی یا برائی اچھی لگتی ہے۔ جس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ برائی ہے تو وہ تو پھر بچ ہی گیا۔ اب میں آپ کو اس کی عملی شکل بتاتا ہوں کہ ہمیں اچھے برے خیال کے زمرے میں کیا کرنا چاہیے۔ نمبرون آپ یہ کام کریں کہ اپنے علاوہ جو ساری دنیا ہے اس کو مجموعی طور پر قابل احترام سمجھیں۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ زمانے کو برا نہ کہیں کیونکہ زمانہ ہی خدا ہے۔ اس کا پہلا طریقہ یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمانے کو اچھا نہ سمجھو کیونکہ یہ غیر اللہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچو! آپ بیک وقت دونوں کام نہ کریں بلکہ آپ نے ایک کام کرنا ہے۔ اگر زمانے کو آپ اچھا سمجھ کر چلیں تو پھر آپ کو ایک انداز کا سفر اور فکر مل جائے گا۔ مثلاً" آپ کو توقع یہ ہے کہ کوئی شخص آپ کو دھوکا نہیں دے گا تو آپ یہ کہیں کہ میرا ارادہ کسی کو دھوکا دینے کا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا سفر دنیا کی سیر ہے اور اب سیر کے ساتھ ساتھ زندگی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ دنیا میں شاید کہیں کوئی سچا ہو گا جو یہ کہہ گیا کہ وہ ابھی آئے گا تو دوسرا کہتا ہے کہ کوئی کسی کے لئے کب آتا ہے۔ تو پہلا کہتا ہے کہ ناں ناں وہ ضرور آئے گا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سچے نے اسے سچا جانا اور جھوٹے نے جھوٹا جانا بلکہ پیغمبروں کے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہوا۔ ایک آدمی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا کہ ہم آپؐ کو بہت اچھا سمجھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے' اور دوسرے نے کہا کہ ہم آپؐ کو اچھا نہیں سمجھتے تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے! صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ آپؐ نے دونوں کو ایک ہی جواب دے دیا ہے کہ ہاں ایسی ہی بات ہے۔ تو

آپؒ نے فرمایا کہ ہم آئینہ ہیں اور ہر شخص اپنا اپنا چہرہ دیکھتا جارہا ہے۔ تو آپ زمانے کو برا نہ کہیں کہ زمانہ اچھا ہے اور زمانے کو اچھا نہ سمجھیں کہ زمانہ غیر اللہ ہے۔ تو یہی زمانہ غیر اللہ ہے اور یہی عین اللہ ہے، اب آپ نے فیصلہ کرلینا ہے، اللہ کے تمام واقعات، تمام ارشادات اسی زمانے سے ملیں گے اور اللہ سے بغاوت کرانے والے واقعات بھی یہاں سے ملیں گے، یہیں آپ نے گمراہ ہونا ہے اور یہیں آپ نے راہ پر چلنا ہے، یہیں سے جنت کا سفر ہو گا اور یہیں سے دوزخ کے سفر کا آغاز ہو گا۔ تو یہ خیال ہونا چاہیئے، کیا ہونا چاہیئے؟ کہ جنت اور دوزخ کو جانے والے راستے یہاں سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ فیض یہاں سے ہو سکتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کسی انسان پر تحقیق کیے بغیر بدگمانی نہ کرنا۔ بس یہ بات بہت ضروری ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہے کہ جب میں وہاں نہیں تھا۔ تو وہاں بہت برائی ہوئی ہے تو یہ اندازہ ہے، شک ہے، بدگمانی ہے۔ اگر ایسا کوئی واقعہ نہ ہوا ہو اور آپ کو شک ہو جائے تو پھر نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ تو پھر نتیجہ بربادی ہوتا ہے۔ بعض اوقات کہتے یہ ہیں کہ کچھ شک، کچھ ظن ایسے ہوتے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گناہ ہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہیں کہ تم نے کسی انسان کو قتل کر دیا، اس کے خیال کو قتل کر دیا۔ خیال ہی انسان ہے ورنہ انسان تو یونہی بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بات آپ کو ضرور سمجھ آنی چاہیئے۔ اگر کوئی بندہ دور بیٹھا ہوا ہے اور آپ گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اب بندے کا نام کیا ہے؟ خیال! اور واجب الاحترام! اگر اچانک وسوسہ پیدا ہو گیا اور بدی پیدا ہوگئی کہ وہ بندہ جو ہے وہ بدی کر رہا ہے تو گویا کہ آپ نے اس کے خیال کی شکل

قتل کر دی اور اگر وہاں وہ بندہ قتل ہو جائے تو جو اس کے قتل کی سزا ہے تو وہی سزا آپ کے خیال کو مل جائے گی اور آپ کے خیال کو پھانسی لگا دی جائے گی۔ تو وہ جو آپ کے خیال کا ساتھی ہے' اگر آپ کے خیال نے بدی کا خیال کیا یا کسی آدمی کے بارے میں بدگمانی کی' یا وسوسہ کیا اور اس آدمی نے آہ نکال دی تو پھر آپ کا خیال وہیں ختم ہو گیا اور مر گیا۔ تو کبھی انسان پر شک نہ کرنا۔ اگر یقین ہو جائے تو پھر وہ اور کہانی ہے مگر بغیر یقین کے' بغیر گواہی کے' تحقیق کے' بغیر بڑی دلیل کے کسی کے اوپر بدگمانی نہ کرنا اور غیر محفوظ ذرائع کا خیال نہ کرنا۔ آپ دنیا سے مجموعی نیکی کی امید رکھیں۔ آج کا بد کل کا نیک ہو سکتا ہے اگر اس کو استغفار کی توفیق مل جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو دنیا کی اجتماعی نیکی کا خیال مل جائے' اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے سکتا ہے۔ تو اپنے خیال کو محفوظ کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ آپ اچھا خیال پیدا ہونے کا شکریہ ادا کریں' جہاں خیال Generate ہوتے ہیں آپ لوگ وہاں ضرور حاضری دیا کریں' اس سے خیال کی خیرات لیا کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ خیال کے نام کی نیاز تقسیم کیا کریں کہ جس نے آپ کو خیال کی دولت عطا فرمائی ہے یہ اس کے نام کی نیاز ہے اور یہ آپ ضرور کیا کریں۔ جیسے کسی کو اچانک خزانہ مل جائے تو وہ خیرات کرتا ہے اسی طرح جب آپ کو اچانک خیال کی خیرات مل جائے تو آپ اس کی خیرات دیا کریں۔ خیال بہت بڑی دولت ہے اور یہ عطا ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر عنایت فرمائی ہو تو اس کو خیال عطا فرماتا ہے۔ اس ذات نے جاہلوں کو مال دیا اور ہم خوش

قسمتوں کو اس نے خیال دیا۔ تو بات یہ ہے کہ مال والا اور ہے اور خیال والا اور ہے۔ تو آپ کا صاحبِ خیال ہونا عطا ہے۔ درویش سارے صاحبِ خیال ہوتے ہیں۔ تو خیال کہاں سے آتا ہے' بس خیال وہی ہے جو وہاں سے آتا ہے۔

سوال :۔

اچھے اور بُرے خیال کے علاوہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کوئی خیال نہیں ہوتا یا ان کا خیال صرف مال کی طرف ہوتا ہے؟

جواب :۔

ایسے لوگ ہوتے ہیں اور آپ میری یہ بات یاد رکھنا کہ یہ بہت ضروری بات پوچھ لی گئی ہے۔ ایک تو بد خیال لوگ ہو گئے یعنی Engineered بد جو بدی کرتے جا رہے ہیں اور دوسرے نیک خیال والے لوگ جو نیکی کرتے جاتے ہیں۔ تو پھر وہ کون ہیں وہ مزدور ہیں؟ Busy. Ever busy یعنی مصروف اور مکینیکل انجینئر مزدور میں کیسے کہہ رہا ہوں' اس کو نہیں کہہ رہا ہوں جو عام مزدوری کر رہا ہو' یہاں میں اس آدمی کو مزدور کہہ رہا ہوں جو ہر وقت busy ہو' مصروف ہو' اس busy شخص کے پاس اتنی Assignments ہیں' اتنے منصوبے ہیں کہ اس بیچارے کے پاس سوچنے کا ٹائم ہی نہیں ہے۔ تو وہ شخص جس کو سوچنے کا ٹائم نہیں ملتا اور وہ مصروفیت میں مبتلاء ہے تو اس آدمی کو خیال نہیں ملے گا کیونکہ وہ نہ خیر کی طرف چلا ہے نہ بد کی طرف چلا ہے کیونکہ وہ مصروف ہے اور اس کے پاس ٹائم ہی کوئی نہیں کیونکہ

بدی کے لیے بھی ٹائم چاہیئے اور نیک خیال کے لیے بھی ٹائم چاہیئے۔
جس کو نیند آنی ہے تو چاہے وہ برائی میں مبتلاء ہو اسے نیند آ جائے گی۔
کیونکہ وہ ایک آٹو میٹک مشین ہے اس لئے وہ خیال سے محروم ہے
کیونکہ اس میں آٹومیٹک پرزہ لگا ہوا ہے اور یہ آٹومیٹک پرزہ صبح اٹھے گا'
آٹومیٹک کام کرے گا' عین وقت پر Exact Time پر ناشتہ کرے گا'
Exact ٹائم پر گاڑی پکڑے گا' Exact ٹائم پر دفتر پہنچے گا اور دفتر سے
عین وقت پر واپس آجائے گا۔ تو وہ اسی روزمرہ چکر میں Same dull
routine میں مبتلا ہوتا ہے اور ایسا شخص خیال سے محروم ہوتا ہے اور اس
چکر سے' Dull routine سے باہر نہیں آ سکتا۔ تو آپ کو خیال کی
رونقوں کو دیکھنے کی لیے مصروفیت سے کچھ نہ کچھ آزاد ہونا چاہیئے۔

سوال:۔

سر! کچھ لوگوں کی نیچر آف جاب ایسی ہوتی ہے کہ وہ صبح سے
رات بارہ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں تو کیا وہ بد آدمی سے بہتر ہوتے
ہیں؟

جواب:۔

میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ کس کے خیال اچھے ہیں
اور کس کے خیال اچھے نہیں ہیں یا ان کے خیال اچھے ہونے چاہئیں۔
میں تو آپ کو خیال کا تجزیہ بتا رہا ہوں کہ خیال کہاں سے آتا ہے۔ اب
آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہونا کیا چاہیئے؟ ہونا یہ چاہیئے کہ آپ بد کیوں
رہیں بلکہ آپ نیکی کر گزریں۔ وہ آدمی تو بد آدمی سے بہتر ہے جس کو

بے خیالی ہے یا جس کو خیال نہیں ہے۔

سوال :۔

یہ جو نیند ہے یہ باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ زحمت بھی ہے تو پھر مکینیکل لائف والے کا کیا معاملہ ہو گا؟

جواب :۔

نیند ایک بد آدمی کو بدی سے بچاتی ہے اور نیک آدمی کو نیکی سے محروم کرتی ہے۔ تو پھر کیا ہونا چاہیئے؟ انسان کو نیک ہی ہونا چاہیئے اور اگر نیک نہ ہو سکے تو معذرت کے ساتھ سو جائے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو مکینیکل لائف گزار رہا ہے، اسی طرح بے شمار لوگ زندگی گزار رہے ہیں اور بے شمار لوگ ویسے بھی ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ خیال کی جلوہ آرائی جب آپ کریں گے تو آپ کو ذاتی طور پر یہ سوچنا چاہیئے کہ میں درشن والا خیال کیوں نہ کروں۔ میرا مطلب ہے کہ اگر آپ داتا صاحبؒ جاتے ہیں تو آپ کو داتا صاحبؒ کے درشن میں مبتلا رہنا چاہیئے۔ یہ جو آپ کی زندگی کی روٹین ہے یہ تو آپ کو بیکار کر رہی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ درویش کیا کرتے ہیں؟ میں آپ کو درویشوں کی بات بتا رہا ہوں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ سارے درویش ہو جائیں مگر آپ کو درویش ہونا تو چاہیئے۔ مگر آپ لوگ تو اپنے آپ کو مصروفیات میں مبتلا کرتے جا رہے ہیں۔ اچھا درویش کون ہے؟ ایک بڑے درویش نے چھوٹے درویش کو نصیحت کی کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا اور کما کر بھی نہیں کھانا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کام میں کیسے کروں گا۔

بڑے درویش نے اس کو بات سمجھائی کہ بات یہ ہے کہ مرنے والے کا ماتم نہیں کرنا' اور پیدا ہونے والے کی مبارک نہیں دینی۔ چھوٹا درویش باقی سب کام کر گیا اور پھر کہنے لگا یہ کام بڑا مشکل ہے کہ مرنے والے پر رونا نہیں اور پیدا ہونے والے پر خوش نہیں ہونا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں گم رہو یعنی درویشی خیال میں گم رہو' پھر بے شک کوئی ادھر جائے یا ادھر آئے تو یہ ساری کہانی ادھر کی ادھر ہی رہ جائے گی۔ تو وہ درویش پھر آرام سے اپنا وقت گزارتا گیا' گزارہ کرتا گیا اور اپنا ٹائم گزار کے منزلیں طے کر گیا۔ اسی طرح بے شمار لوگ منزلیں طے کر گئے اور درشن پا گئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جلوہ دیکھا اور یہ جلوہ ان کی منزل ہوتی ہے' اور وہ واصل باللہ ہو گئے۔ تو کچھ لوگ یہاں پر مال بناتے ہیں' ماڑیاں بناتے ہیں' بنگلے بناتے ہیں' یہ بناتے ہیں' وہ بناتے ہیں اور ایک کام یہ درویشی بھی ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ مال بنا گئے' پھر چلے گئے اور لوگ دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا ہیں۔ مگر آپ کو ذاتی طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ آپ کو زندگی کے درمیان میں اللہ کا خیال آئے اور دعا کرو کہ یا باری تعالیٰ بد خیال سے بچا اور نیک خیال عطا فرما تا کہ میں نیک خیال میں پایا جاؤں۔ ایک کمزور نیکی بھی نیکی ہے' خیال کی نیکی بھی نیکی ہے' اور خیال کی بدی بڑی تھوڑی ہوتی ہے اور وہ پوری بدی نہیں گنی جاتی۔ آپ یہ خیال رکھیں کہ خیال کی بدی کی الجھن کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ ایک بادشاہ تھا' وہ بازار سے گزر رہا تھا' اس کو ایک خوبصورت لڑکی دیکھ کر خیال آ گیا ہے کہ اس کو تو محل میں رانی ہونا چاہیئے۔ بعد میں بادشاہ کو بڑا دکھ ہوا کہ میں نے یہ خیال کیوں کیا حالانکہ

گرو نے کہا تھا کہ یہ سب لڑکیاں رعایا کی' بادشاہ کی بیٹیاں ہوتی ہیں اور مجھے یہ خیال کیوں آگیا۔ تو پھر وہ اپنے گرو کے پاس گیا جوگی جی مہاراج! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ گرو نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت بڑی غلطی کی ہے کیونکہ آپ Already married ہو' شادی شدہ ہو اور پھر آپ اس علاقے کے بادشاہ سلامت ہو' یہ آپ کی رعایا ہے اور وہ آپ کی بیٹی ہونی چاہیے' آپ نے یہ کیا جرم کیا اور اس جرم کی بڑی سخت سزا ہے' یا تو یہاں آگ میں جل جا' یا پھر دوزخ کی آگ میں سدا رہے گا' اور اگر یہاں جلنا قبول کر لو تو پھر آگے بچ جاؤ گے! تو بادشاہ نے کہا کہ یہ سزا بہتر ہے کہ اس دنیا میں ہی ہو گی اور آگے نہیں ہو گی۔ خیر آگ روشن کی گئی اور جب بادشاہ سلامت آگ کے قریب پہنچے اور چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو جوگی نے کہا کہ بس آپ رک جاؤ' سزا ہو چکی کیوں آپ کی بدی خیال کی بدی تھی اور اس خیال کو سزا ہو گئی' وہ تیرے عمل کی بدی نہیں تھی اس لیے تجھے سزا نہیں ہو گی۔ تو وہ اس طرح واپس آ گئے۔ تو برے خیال کی سزا بھی خیال سے ہو جاتی ہے اور عمل سے سزا نہیں ہوتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سزا ہے کہ کسی کے خیال میں دوست کوئی نہ ہو' خیال کی دنیا آباد نہ ہو اور اس کا خیال روشن نہ ہو۔ کم از کم آپ لوگوں کا خیال تو روشن ہونا چاہیئے' خیال درخشاں ہونا چاہیئے' درخشندہ ہونا چاہیئے' خیال میں اللہ ہونا چاہیئے' اللہ کا خیال ہی تو خیال ہے' آپ نے اللہ کو دیکھا تو ہے نہیں۔ لہٰذا آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ایسا ہے۔ تو وہ بھی ایک خیال ہے۔ آپ ہر وقت اللہ کا خیال رکھنا' آنے والے زمانے کا خیال رکھنا اور اللہ کے حبیب پاکؐ کی یاد رکھنا۔

آپ نے دیکھا تو نہیں ہے' یاد کیسے کرو گے' بس خیال رکھنا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے خیالات کو حسن خیال بنا لو' جس نے اپنے آپ کو حسن خیالات بنا لیا وہ خود بخود ہی حسن کائنات بن گیا۔ تو آپ لوگ خیالات کے اندر وسعت پیدا کرو' رفعت پیدا کرو اور حسن پیدا کرو اور دنیا کے حسین خیالات کو اکٹھا کرو۔ یہ خیالات کہاں سے آتے ہیں؟ یہ خیالات اللہ کے فضل سے آتے ہیں۔ اللہ سے خیال مانگنے کے بعد یہ مانگو کہ یا اللہ اچھی دنیا دے اور پھر اور اچھا خیال دے۔ اور یہ آپ کا باقاعدہ عمل ہونا چاہیے۔ آپ لوگ اس بات پر غور کر لیا کریں کہ ہر بندہ ایک ظاہری Assignment رکھتا ہے اور ایک اس کی باطنی Assignment ہوتی ہے یعنی اس کے ظاہر اور اس کے باطن کے اندر ایک پروگرام ملتا ہے اور وہ اس کو کرنا چاہتا ہے۔ وہ جو آپ کے اندر کی چاہت ہے اس کو آپ ضرور پورا کرنا جس طرح کہ آپ ظاہر کی Assignment پوری کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کو بھی وہ خیال ملے۔ اندر ہی اندر الاؤ رہتا ہے' وہیں سے خیالات پختہ ہوتے ہیں اور وہیں سے بات سمجھ آتی ہے اور وہ لوگ کام کرتے ہیں' اس سے بڑی منزلیں ملتی ہیں بڑے فیض ملتے ہیں روشنی ملتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کون ہے جو رات کو جاگے کیونکہ رات کی کسی گھڑی میں یہ واقعہ ہوتا ہے۔

سوال :۔

کیا خیال کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر وقت گزرتی رہتی ہیں اور ہم وصول کرتے رہتے ہیں؟

جواب :-

ابھی میں نے بتایا ہے کہ ایسا واقعہ ہوتا رہتا ہے کہ جس نے دریاؤں کو روانیاں دی ہیں وہ خیال کے دریا چلاتا رہتا ہے اور آپ اس سے سرفراز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' کبھی یقین کے زمانے آتے ہیں اور کبھی بدگمانی کے زمانے آتے ہیں۔

سوال :-

سر! کبھی کبھی خیالات میں بے چینی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اپنے بس میں نہیں ہوتی ہے؟

جواب :-

ایسے میں تو وہ شخص مارا جائے گا اور اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اگر دونوں خیال Hospitable ہیں تو یہ تو ایسے ہے جیسے کہ آپ نے گھر میں دو آدمی مہمان بٹھائے ہوئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے قاتل ہیں' دشمن ہیں۔ آپ نے دونوں کو اکٹھے بٹھایا ہوا ہے تو پھر تو آپ پریشان ہو جائیں گے۔ وہ دونوں آپس میں تو لڑیں گے ہی لیکن وہ آپ کو بھی تباہ کر دیں گے۔ یہ ساری بیماری فیصلہ نہ کرنے کی ہے۔ جس نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے اچھی زندگی اچھے خیال سے گزارنی ہے تو پھر تو برا خیال ٹوٹ جائے گا۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ برا خیال آپ کے پاس آ کر بیٹھ جائے۔

سوال :-

بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ناپسندیدہ خیال ذہن میں آ

جاتا ہے۔

جواب:۔

گویا کہ اگر دنیا کے اندر بد منظر دیکھنے کو مل جائے تو آپ بدی کا خیال پیدا کریں گے مگر آپ کو اچھا خیال آنا چاہیئے۔ بدی کے انتظار میں نہ رہنا اور ایسا موقع تلاش نہ کرنا۔ ایسے بن جاؤ کہ آپ نے بھی ایک جلوس کو دیکھا تھا مگر اب آپ کو یاد بھی نہیں کہ کیا ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا۔ تو یہ فیصلہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے ورنہ دنیا بدی سے بھری پڑی ہے لیکن وہ بد کے لیے ہے۔ جو نیک ہے وہ دیکھتا ہے کہ دنیا بدی سے بھری ہوئی ہے لیکن وہ اپنا دامن بچاتا ہے۔ تو یہ آپ کی عادت ہونی چاہیئے۔ سمندر اگر پانی سے بھرا ہوا ہے تب بھی آپ دامن بچا کر نکل جاؤ، بس آپ نے ملوث نہیں ہونا ہے۔ بدی تو دنیا میں ہے۔ خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالٰی یعنی خیر اور شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، وہی ان کا خالق ہے اور اس نے رونق لگائی ہوئی ہے۔ یہ سب اس کے کام ہیں۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ آپ یہاں سے بچ کر نکل جاؤ، بس آپ نکل جائیں۔ آپ کی خواہش کا دعویٰ نیکی کا ہونا چاہیئے ورنہ تو یہ ایک کہانی ہے کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔ آپ صرف زندگی کا خیال رکھیں۔ مسافروں کے لیے خیر اور شر ہوتا ہے، خرچہ کرنے والوں کے لیے ہوتا ہے، خواہش والے کے لیے ہوتا ہے، چانس والے کے لیے ہوتا ہے ورنہ تو یہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تو آپ اپنے ذہن میں اچھا خیال رکھا کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ سوال ہوتا ہے لیکن آپ جیسا جواب دینے والا نہ ہو تو اس کا جواب لاکھ سوچنے کے باوجود حاصل نہیں ہوتا۔ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

یہ اس لیے ہے کہ آپ کی Thought کی Habit نہیں ہے' سوچ اور فیصلے کی عادت نہیں ہے۔ ابھی آپ نے ارادہ پکا نہیں بنایا۔ اگر خیر کی نیت ہو تو انسان ہر صورت میں خیر کے بارے میں سوچے گا' اگر چل نہیں سکتا تو پھر بھی خیر کی طرف جائے گا۔ اگر آپ لوگوں کو بدی کا خیال مل جائے تو آپ لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے بدی کر لی کیونکہ وہاں پر بے شمار بد لوگ بیٹھے تھے۔ یہ بھلا کوئی جواز ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہم اکیلے نہیں تھے بلکہ یہ سارے بھی میرے ساتھ تھے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ پہلے تو تو آ جا' باقی سے ہم بعد میں نپٹیں گے۔ یہ کہانی صرف ایک آدمی کی ہے۔ کس کی کہانی ہے؟ صرف ایک آدمی اور ایک خدا کی کہانی ہے اور آپ درمیان میں خوامخواہ تماشے کرتے جا رہے ہیں اور درمیان میں کچھ بھی نہیں ہے' نہ کوئی جواز ہے اور نہ کوئی دنیا ہے' کچھ بھی نہیں ہے بس آپ ہیں اور اللہ ہے' اللہ کا حکم چلتا ہے اور آپ حکم مانتے ہیں' اللہ کے ہونے سے آپ ہیں' آپ کے ہونے سے اللہ نہیں ہے' آپ نہ ہوں تب بھی اللہ ہوگا' کیونکہ آپ کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب آپ بتائیں کہ کیا بات بن گئی؟ باقی ساری مخلوق کچھ کہے' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ آپ

دنیا سے غرض نہ رکھیں۔ یہ تو وہ بات ہوئی کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ مجھے تو آپ نے پھانسی لگانا ہی ہے لیکن میری ایک آرزو ہے کہ میرے چار پانچ دوست بھی پھانسی ساتھ لگا دیں۔ یہ تو کوئی بات نہ بنی کہ چار پانچ دوست پھانسی لگ جائیں گے۔ تو پھر آپ خوش ہو جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ وہ پھانسی لگیں یا نہ لگیں آپ کو اس سے غرض کوئی نہیں ہونی چاہیے' آپ نے صرف اپنی منزل بچانی ہے۔ اس کی وہ جانے۔

اوہدی او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

اس کی وہ جانے' اس نے ہی شر کو پیدا کیا مگر آپ کہتے ہیں کہ شر کو پیدا نہ کرتا تو ٹھیک ہی تھا' وہ خود ہی انسان کو یتیم کرتا ہے اور باقیوں سے کہتا ہے کہ اس کی مدد کرو۔ ایک دفعہ ایک بندے نے اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا کہ یا اللہ تو اس بچے کو یتیم ہی نہ کر تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خبردار! تم یہاں سے Get Out ہو جاؤ' نکل جاؤ۔ تو وہ لوگوں کو بار بار یتیم بنائے گا اور آپ سے کیا کہے گا؟ کہ یتیم کی مدد کرو' وہ خود غریب بنائے گا اور آپ سے کہے گا کہ غریب کی مدد کرو۔ یہ کیوں ہے؟ یہ راز مت پوچھنا کیونکہ یہ راز کی بات ہے! آپ کا کام کیا ہے کہ اس کی مدد کر دیں اور اللہ کا حکم مانتے جائیں۔ جو سوال پیدا کرتا ہے وہی جواب بھی عطا فرمائے گا۔ آپ اپنا ارادہ اللہ کی طرف رکھیں۔

سوال :-

تو کیا ہم دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف چلے جائیں؟

جواب:۔

دنیا کو آپ نے چھوڑنا نہیں ہے' صرف اس کے حکم پر چلنا ہے کہ یہ اس کا حکم ہے کہ تو یہ کام کر۔ دنیا ڈائریکٹ آپ پر اثر نہیں کرے گی۔ یہ نکتہ آپ سمجھ لیں تو پھر آپ کو بہت سمجھ آ جائے گی۔ یعنی کہ حقوق العباد جو ہیں وہ حقوقِ العباد نہیں ہیں بلکہ وہ حقوق اللہ ہیں۔ اگر اللہ کہے تو والدین کی خدمت کرو

If he says you serve your parents اور یہ Fact ہے اور وہ کہے کہ ان کو مار دیا کرو تو آپ مار دیا کرو۔ تو اللہ کے حکم سے دنیا کے کام ابھی اس کے کام ہیں۔ امید ہے آپ کو اب بات سمجھ آ گئی ہو گی۔

سوال:۔

کیا اللہ تعالیٰ کے احکام کا تجزیہ ہو سکتا ہے اور انہیں لوگوں پر کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔

میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ تجزیہ نہ کرو بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ڈائریکٹ اس سے بات کرو۔ کیا آپ کا کوئی ایسا خیال ہے جس میں ورلڈ حائل ہو گئی ہو' آپ ایسی کوئی ایک بات بتائیں یا کوئی ایک ایسی مثال دے دو جس میں آپ خدا کے سامنے یہ کہہ سکیں کہ تیرے راستے میں ورلڈ حائل ہو گئی تھی۔ اس نے آپ سے نوکری میں پروموشن کا تو نہیں کہا ہے' اس نے تو رزق کا کہا ہے کہ آپ رزق حلالِ تلاش کرو اور واپس گھر آ جاؤ' اس کا طریقہ بھی ڈائریکٹ اس نے بنا دیا ہے۔ آپ

صرف اس کی طرف رجوع کر کے دیکھیں تو وہ آپ کو بہت کچھ دے گا۔
اب اس نے تو کہا ہے کہ بچوں کو پالو' تو آپ نہ بچوں پر خود عذاب بنو اور نہ ان کو عذاب بناؤ۔ اس نے فرمایا ہے کہ پرورش کرنا فرض ہے۔

آپ بچوں کے کان میں تو یہ باتیں کرتے ہیں کہ مسجد سے بچنا' خدا سے بچنا' کہیں کوئی اللہ والا تمہارے پاس نہ آ جائے' اگر آ جائے تو وہاں سے بھاگ کر بچ جانا' ہم تو بڑے پریشان ہیں کہ ہم لوگ تو قابو آ گئے ہیں' کبھی داتا صاحبؒ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی واصف صاحبؒ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی خدا پکڑ لیتا ہے۔ آپ نے خدا کا کیا کہنا مانا ہے' اس نے کہا تھا کہ بندوں کو پالو' اس نے کہا تھا کہ میں نے پیسے دیئے رزق میں نے دیا' اتھارٹی اور مرتبہ میں نے دیا کہ آپ بچوں کو پالو اور آپ بچوں کو پہلی بات یہ سکھاتے ہیں کہ خدا سے بچو' یہ آپ نے کیا بات کر دی ہے۔ یہ تو برا حکم ہے۔ آپ خدا سے ڈائریکٹ رابطہ کریں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ علم تو وہی پرانا ہے اور شکر کرو کہ شریعت بھی وہی ہے اور اسے Change نہیں کرنا ہے اور ہم آپ کو یہ ایک بات بتا رہے ہیں کہ اس میں تبدیلی نہ کرنا مثلاً" یہ کہ آپ اللہ سے ڈائریکٹ رابطہ رکھو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ مگر سلسلہ وہی پرانا ہے۔ اب پیر صاحب نے دین تو تبدیل نہیں کرنا ہے کیونکہ یہ تو فائنل بات ہے اور یہ حکم تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ نماز بھی ہو گی' زکوٰۃ بھی دینی ہو گی اور سارے واقعات کرنے پڑیں گے۔ آپ محبت کا طریقہ اختیار کریں' اول اور مقدم محبت خدا کی ہے اور درمیان میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جو محبوب سے جا کر یہ کہتا ہے کہ ہم پورے ٹائم پر

آجاتے لیکن راستے میں مجبوری تھی' مصیبت آ گئی تھی' تو اس سے جھوٹا بندہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ تو محبوب کے ساتھ مجبوری کی بات بھی کیا بات ہے اور آپ تو محبوبوں کے محبوب' خالق کائنات کے محبوبؐ کو بھی مجبوریاں بتاتے ہیں' معذرتیں بتاتے ہیں' اللہ وہ دیکھ رہا ہے جو آپ کر رہے ہیں اور آپ اس جگہ اپنی کہانی سنا رہے ہیں اور وہ بھی جھوٹی کہانی سنا رہے ہیں۔ وہ تو دیکھ رہا ہے He is seeing it یا یوں کہو کہ جو آپ نے بات بتائی ہے کہ جی ہم وہاں گئے' پھر وہاں سے وہاں گئے تو اگر وہ جاننے والا اصلی بات بتا دے کہ آپ یہ دیکھو کہ آپ کہاں کہاں گئے تھے اور وہاں یہ ہوا' وہ ہوا' تو پھر آپ کے پلے کیا رہ جائے گا۔ مگر آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ آپ نے کچھ اور بتانا ہے اور انہوں نے کچھ اور دکھا دینا ہے کہ یہ آپ ہی ہو ناں' تو پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ آپ کے اعضاء و جوارح بولتے جائیں گے اور پھر آپ خود دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ پھر آپ کی ساری گپیں رہ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بولو یہ تم ہی ہو' اس واقعے کے پیچھے Behind the fact تم ہی ہو تو آپ کہو گے کہ یہ ہم ہیں۔ تو پھر وہ فرمائے گا کہ تم وہاں کیا کر رہے تھے جب کہ تم کہتے ہو کہ میں وہاں نہیں تھا۔ آپ کتنی ہی مرتبہ جھوٹ بولتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے اور اللہ پھر بھی معاف ہی کر دے گا۔ اس لیے آپ یہ مہربانی کریں کہ اللہ کے ساتھ معذرت نہ کرنا کہ تیری دنیا نے مجھے آنے نہ دیا اور یہ کہ تیری دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ دنیا نے میرا کام نہ ہونے دیا تو وہ صرف ایک جگہ پر بیٹھا ہے اور اس جگہ کے علاوہ وہ ساری دنیا کو چھوڑ

دیتا ہے۔ باقی کی دنیا اس نے کیوں چھوڑی ہوئی ہے' وہ یہ چھوڑنا جانتا ہے اور وہ بس اتنی چیز کو چھوڑنا جانتا ہے۔ آپ بھی اگر یہ سیکھ لیں تو سارا کام آسان ہو جائے گا۔ حالانکہ اس سے پہلے بے شمار چیزیں آپ نے چھوڑی ہوئی ہیں' جس نے ایک چیز کو پکڑا ہوا ہے' اس نے بھی تو کئی چیزیں چھوڑی ہوئی ہیں۔ اگر آپ ایک چھوٹی سی چیز کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ خوش ہو جاتا ہے۔ جس کو میں دل کی بات قریب ہو کر کروں گا اور پوچھوں گا کہ زندگی کے دکھ سکھ بتاؤ تو وہ صرف دکھ ہی بتائے گا اور سکھ کی بات نہیں کرے گا۔ پھر کہے گا کہ سکھ کا زمانہ ہم نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ آپ سکھ کے زمانے کیسے دیکھ سکتے ہیں' آپ کے لیے تو سکھ کے زمانے یا تو گزر گئے یا آئے ہی نہیں ہیں۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ اچھے دن یا ابھی آئے نہیں یا پھر گزر گئے ہیں اور ہم مر مر کے جی رہے ہیں اور جی جی کے مر رہے ہیں' بس ہم برداشت کر رہے ہیں' اس شخص نے ہمیں بڑی تکلیف دی ہے جس نے ہمیں راحت دینے کا وعدہ کیا تھا' بلکہ سارے انسان بڑے پریشان ہیں۔ تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی برداشت کا نام ہے اور ہم اس کو برداشت کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ ایک راستے پر چلتے ہیں تو دوسرا راستہ بولنے لگ جاتا ہے کہ مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو' تو جب آپ پلٹ کر دیکھتے ہیں تو کبھی یہ رہ جاتا ہے اور کبھی وہ رہ جاتا ہے' اور پھر کہتے ہیں کہ جو ہم نے حاصل کرنا چاہا وہ ہاتھ سے نکل گیا' آدھی زندگی گزر گئی ہے بلکہ ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ مگر زندگی ابھی ہاتھ سے نہیں نکلی بلکہ آپ اپنے آپ کو اپنے ہاتھ میں رکھیں' اڑنے والی چیز نے اڑنا ہی ہے اور جانے والی چیز کو جانے دو'

آپ اور خدا، دو طاقتیں قائم ہیں آپ اللہ کو راضی کر لو اور بندے کی رضا چھوڑ دو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ آپ بندے کی رضا بھی چھوڑ دیں اور بندوں سے ناراض ہونا بھی چھوڑ دیں، اور آپ میری یہ ایک چھوٹی سی نصیحت مان لیں کہ بندوں کو ناراض کرنا چھوڑ دو اور بندوں کو راضی کرنا بھی چھوڑ دو اور صرف اللہ کو راضی کر لو۔ یعنی اللہ جس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا حکم دے اس سے تعلق بنا لو اور جہاں سے وہ روکے آپ رک جاؤ۔ بس آپ یہ کرتے جائیں۔

سوال :۔

اگر بندے پھر بھی ناراض ہوں تو کیا کیا جائے؟

جواب :۔

بندے ناراض کیوں ہوں گے، ہم تو Deputed لوگ ہیں، ہم تو اللہ کی طرف سے ہیں۔ اللہ کو یہ نہ کہنا کہ میں تو اسے بڑا سمجھاتا ہوں لیکن یہ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ناراض ہو کر آ جانا۔ اگر لوگوں نے سر پر پتھر مارے تو اگر وہ اللہ کو یہ بتائے گا کہ یا اللہ آج تیرے راستے میں مجھے یہ پتھر لگے ہیں تو اللہ کہے گا کہ پتھر لگنے دو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن میرے بندے کو نہ چھیڑنا۔ پھر آپ یہ نہ کہنا کہ آپ پتھر مارنے والے کا بتائیں تو میں پھر اس کا سر پھوڑ کر رکھ دوں گا، ایسا نہیں کرنا ہے۔ تو اللہ کے نام پر چلنے والے لوگ ہر چیز کو اللہ ہی کی طرف سے منسوب سمجھتے ہیں کہ نیکی بھی اللہ کی طرف سے آئی ہے اور بدی بھی اللہ کی طرف سے آئی ہے، جزا بھی ادھر سے آئی ہے اور سزا

بھی ادھر سے آئی' خوشی بھی ادھر سے آئی اور غم بھی ادھر سے آگیا۔ آپ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں آیا۔ ایسا کبھی نہیں کہنا بلکہ یہ کہنا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے آتی ہے اور یہ سب کچھ وہی اللہ بھیج رہا ہے۔ تو یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے آ رہا ہے بشرطیکہ آپ اللہ والے ہوں۔ تو آپ اللہ سے معافی مانگا کریں' نماز پڑھ لیا کریں' دعا کریں اور دنیا کا کاروبار بھی چلنے دیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ کسی کام کے لیے خدا کو اور نماز کو چھوڑ دیں۔ پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ کی گھڑی چھن جائے گی یا آپ پھینک دیں گے اور خالی ہاتھ واپس آ جائیں گے۔ یوں بیٹھے بیٹھے وقت ختم ہو جائے گا۔ وہ پہلا وقت اچھا تھا جب لوگوں میں خدا کا نام بھی تھا' عمر بھی زیادہ ہوتی تھی۔ وہ اچھے زمانے تھے' آپ اس زمانے کو نہ چھوڑیں باقی سب کائنات کو بے شک چھوڑ دیں حالانکہ کائنات بھی آپ کو حاصل رہے گی کیونکہ کائنات کہیں پر جاتی نہیں ہے۔ یہاں میں آپ کے لیے ایک ترجیح کی بات کر رہا ہوں کہ آپ کس چیز کو یا بات کو کس بات پر Preference دیں یا Priority دیں۔ اگر آپ لوگ اپنی Priority اللہ کر دیں تو اگر آپ کا مسئلہ حل نہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ تو آج آپ کے اور میرے درمیان فیصلہ ہو گیا کہ جہاں مشکل وقت آیا یا جہاں مشکل آئی تو ہماری Priority اللہ ہو گی اور اگر کچھ جدا ہو گیا تب بھی آپ کی Priority اللہ ہونی چاہیئے۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ آپ لوگ اپنی Priority کے وقت اللہ کو چھوڑ دیتے ہو کہ ہم اللہ سے معذرت کر لیں گے بلکہ ایسا ہونا ہی نہیں چاہیئے' آپ اپنی Priority اللہ کو قائم رکھیں اور اس سے آپ پہلے اپنی Clearance

لے لیں، صاف ہو جائیں، پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ پھر جو دوست آپ کو خدا سے دور کرے گا وہ دوست نہیں کہلائے گا کیونکہ آپ کی Priority اللہ ہے اور دوست وہ ہے جو اللہ سے دور کر رہا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پرانے عبادت گزار یعنی شیطان کو انسان کی خاطر راندۂ درگاہ قرار دیا کہ اس نے انسان کو سجدہ نہیں کیا، صرف اسی بات پر اس نے اپنے مقرب کو معتوب قرار دے دیا اور کہا کہ چلو بھاگ جاؤ اور اللہ بہت افسوس کے ساتھ فرماتا ہے کہ یہی انسان، شیطان کے لیے مجھے چھوڑ رہا ہے۔ تو یہ فیصلہ اللہ نے خود دیا ہے، اس نے بتایا ہے کہ اس طرح زندگی سے دوسری چیزوں کو نکالا جاتا ہے۔ انسان اللہ کو پسند ہے اور اشرف المخلوقات ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ میری پسند کا انسان ہے اور شیطان بڑا پرانا، قدیم ہے لیکن اللہ نے اس قدیم کو نکال دیا کیونکہ وہ اللہ کی پسند کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ تو بات یہ ہے کہ آپ اس طرح کر کے دکھائیں اور آپ لوگ یہ بالکل نہیں کرتے بلکہ اس میدان میں تو آپ لوگ بالکل ہی شکست کھا گئے ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنی زندگی سے اس شیطان کو نکالو کیونکہ اللہ نے آپ کی خاطر، انسان کی خاطر اسے اپنی بارگاہ سے نکالا ہے۔ تو اب آپ لوگ اللہ کی خاطر کچھ تو کریں۔ آپ لوگ تو شیطان کی خاطر اللہ کو چھوڑ دیتے ہو لیکن آپ کی Priority اللہ ہونی چاہیے۔ یہ آپ کی طرف سے پکی بات ہونی چاہیے۔ اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ کیا پھر کوئی ایسا سوال ہے جو باقی بچا ہو اور پھر مشکلات کا کوئی جواز باقی رہتا ہے۔ اگر ہے تو آپ لوگ بتائیں۔

سوال :-

ایک خیال آتا ہے کہ یہ باتیں جو ہم اس عمر میں سن رہے ہیں اگر یہی گفتگو، محفل ہمیں کچھ عرصہ پہلے نصیب ہو جاتی تو شاید ہماری زندگی کچھ اور ہوتی۔

جواب :-

آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ماں باپ کوئی اور ہوتے تو کیا ہوتا؟ یہ نہیں ہو سکتا! آپ ان ماں باپ کے علاوہ اگر ماں باپ مانگو تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اٹل ہیں، آپ کا مقدر ہیں جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے At their proper time تو تمام کام اپنے مقرر شدہ وقت پر ہوں گے۔ نہ آپ وقت سے پہلے مر سکتے ہیں اور نہ آپ وقت کے بعد زندہ رہ سکتے ہیں کیونکہ یہ اللہ نے لکھ دیا ہے۔ وقت سے پہلے آپ کو عرفان نہیں مل سکتا۔ اگر آپ دو مہینے پہلے مجھے مل جاتے یا آپ چار مہینے بعد پیدا ہوتے تو بھی یہی ہونا تھا۔ آپ لوگ کبھی کبھی بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں یعنی مفروضے اختیار کرتے ہیں۔ تو ایسا کب ہوتا ہے؟ یہ تب ہوتا ہے جب انسان کے پاس وقت زیادہ ہو، تو پھر آپ اس طرح کی کہانی بناتے ہیں کہ اگر گھوڑے گدھے بن جائیں تو گھوڑے کدھر جائیں گے، اگر مچھلی پہاڑوں پر چڑھ جائے تو دریا میں کیسے ہو گی؟ آپ لوگوں کو اتنی بات معلوم نہیں ہو رہی ہے کہ ہر چیز نے اپنے مقررہ وقت پر پیدا ہونا اور پھر مقررہ وقت پر چلے جانا ہے اور جو واقعہ سوموار کو ہونا ہے، وہ منگل کو نہیں ہو گا۔ آپ لوگوں کو اب تو یہ بات سمجھ آ جانی چاہیئے۔

سوال :۔

سر یہ بھی تو ذمہ داری کا حصہ ہے کہ مجھے نتائج سے پہلے کچھ احساس ہے۔

جواب :۔

آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو اس وقت کے ضائع ہونے کا احساس ہے جو آپ اس سے پہلے ضائع کر بیٹھے ہیں، تو یہ اور بات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اف اللہ! Oh God ہم نے اس سے پہلے کیا ضائع کیا ہے۔ لیکن آپ کہیں کہ Oh thanks God اللہ کا شکر ہے کہ اس کے باوجود ہماری آنکھ آپ نے کھول دی۔ آنکھ نہ کھلنے کا گلہ کرنے کی بجائے آنکھ کھلنے کا شکر ادا کرو اور دعا کرو جو بیت گیا اس کو چھوڑو، جو ہو رہا ہے اس کو دیکھو۔

سوال :۔

ہم اس مشینی زندگی میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ تو ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیے کیا کریں؟

جواب :۔

آپ اپنے آپ کو دانا بنا کر یہ پوچھتے ہیں کہ ہم تو نکلنا چاہتے ہیں لیکن نکل نہیں سکتے۔ یہ کیا بات ہوئی۔ اگر آپ کی Priority، ترجیح اللہ ہے تو آپ اس سٹیج سے نکل سکتے ہیں جہاں آپ لوگ Almost تقریباً" سوئے پڑے ہیں یعنی آپ اپنے مشاغل میں مصروف ہیں اور آپ اب اس سٹیج کو وہ سٹیج بنانا چاہتے ہیں، تو اگر آپ کی Priority، ترجیح

اللہ ہے تو وہاں پر جو آپ کی ساری Activity ہے' دنیا کے لیے کوشش جو ہے وہ ساری کی ساری Useless ہے' بے کار ہے۔ یعنی یہ جو آپ کام کر رہے ہیں اس کام کرنے کا جواز کوئی نہیں ہے بلکہ وہ کام بغیر جواز کے ہے کیونکہ اس کی اتنی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ جو آپ چوبیس گھنٹوں میں اٹھارہ گھنٹے مصروف ہیں تو آپ کے اس میں سے چار گھنٹے ایسے ہوں گے کہ جن میں آپ بیکار کام کر رہے تھے۔ اگر آپ ایک چیز ایک دفعہ گن چکے ہیں تو پھر اس گنی ہوئی چیز کو دوبارہ گننا کہاں کی دانائی ہے۔ یہ تو ایسے ہے جیسے ایک ایسا غم جس پر آپ رو چکے ہیں' اب اس غم پر دوبارہ رونا ہو تو یہ بیکار ہے۔ آپ لوگ کم از کم وہ چیز تو چھوڑ دیں جو آپ Repeat کرتے ہیں' دہراتے ہیں اور ایسی ہر چیز سے انسان کو نکل جانا چاہئے۔ اگر انسان اس کو اپنے خیال میں Repeat نہ کرے' نہ دہرائے تو جو چیز آپ کر چکے ہیں اسے بھول جائیں' Done کو Done ہی رہنے دیں اور اس کو آپ مت کھولیں۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ اگر آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو آپ صرف الارم لگا دو' کسی ایسے انسان کو' Companion کو تلاش کر لو جو تھوڑا بیدار ہو' اسے کہو کہ ذرا مجھے اٹھا دینا۔

اس وقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آ جائے

تو وہ آپ کو چونکا دے گا۔ تو آپ کا کوئی جذبہ' کوئی خیال' کوئی انسان' کوئی ساتھی یا کوئی صاحبِ نصیب ایسا ہونا چاہیے جو آپ کو اس وقت چونکا دے جب محفل رنگ پہ آ چکی ہو۔ تو وہ آپ کو اس وقت جگا دے گا اور یہ شخص صاحبِ نصیب ہوتا ہے' یہ رفیقِ طریق یعنی

Companion ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کے گلے میں تعویذ لٹکا دو تاکہ اس پر نشان لگ جائے' جس طرح سرکاری مہر والا ہوتا ہے کہ جب کسی زمانے میں گرفتاریاں ہو رہی ہوں تو اس سرکاری مہر والے کو کوئی نہیں پکڑتا۔ تو جو چیز اپنے ساتھی' Companion کی طرف نہیں جا رہی وہ چیز آپ کو بھی ادھر نہیں لے جائے گی اور جو چیز اسے ساتھی کے قریب لے کر جا رہی ہے' وہ آپ کو بھی اس کے قریب لے جائے گی۔ اگر کسی نے آپ کو اپنی طرف سے بخشش کی یا بچ جانے کی سند دے دی تو پھر کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ Create ہو گا' پیدا ہو جائے گا کہ آپ کا جو نیند کا عالم ہے وہ پھر نیند کا عالم نہیں رہے گا یعنی آپ کا اگر نمبر لگا دیا' آپ کی پیشانی پر خاص چیز لکھ دی تو اب وہ پیشانی بد بختی میں نہیں جا سکتی۔ پھر وہ آپ کی نیند' غفلت یا زیادہ مصروفیت کی بد بختی کو مٹا دیتا ہے۔ تو آپ لوگ کسی جاننے والے سے اپنے آپ کو خوش قسمت کہلوا لیں تو پھر آپ لوگ ضرور خوش قسمت ہو جائیں گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی جاننے والے سے اپنے حق میں بہتر الفاظ کہلوا لیں' تو پھر آپ لوگ بچ جائیں گے' پھر ایسے شخص کو کوئی بھی نہیں چھیڑتا حتیٰ کہ ابلیس بھی نہیں چھیڑتا۔ نوے فی صد لوگ جو شیطان سے بچے ہوئے ہیں' یہ اپنی ہمت سے نہیں بچے ہوئے بلکہ ان پر مہربانی ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ویسے ہی بچ جاتے ہیں کہ ان کو پیدائشی معصوم رکھا گیا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے پیدا کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا کا خیال ہی نہیں ہے۔ لوگ ان سے کہتے ہیں کہ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ شہر میں بڑے بڑے فنکار ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا خیال

نہیں ہے' پرواہ نہیں ہے۔ ان کو بدی کا خیال ہی نہیں رہتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ خود ہی پیدا کرتا ہے۔ تو پیدائشی طور پر کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے مثلاً" بدی کے بازار سے ایک لڑکا گزر رہا ہے تو اگر اس کے والد صاحب کو اس کے ساتھ بھیج دیں تو پھر وہ کچھ نہیں کرے گا۔ تو اس طرح اس کی کہے بغیر اصلاح ہو جائے گی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر نیک بندہ ساتھ ہو جائے تو بدی کے مواقع بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بڑے غور والی ہے اور اگر یہ یاد رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتری آ جائے گی۔ میں نے اس واقعے کو خود دیکھا کہ ایک آدمی ایک ایسی محفل میں چلا گیا جہاں پر قوالی ہو رہی تھی' بہت سارے لوگ قوالی سن رہے تھے' پیر صاحب مجذوب تھے اور قوالی سن رہے تھے اور وہ ایسے مجذوب تھے کہ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ وہ شخص محفل کے باہر بیٹھا تھا۔ تو پیر صاحب نے قوالی کے دوران آواز دی کہ وہ جو آدمی ہے اسے اندر لے آؤ۔ مریدوں نے اس شخص سے کہا کہ پیر صاحب آپ کو اندر بلا رہے ہیں تو اس شخص نے کہا کہ مجھے بلا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ہی کو بلا رہے ہیں۔ تو وہ چلا گیا۔ جب قریب پہنچا تو جوتے اتارنے لگا' پیر صاحب نے کہا کہ آپ ایسے ہی آ جاؤ۔ وہ تو ایسی محفل تھی کہ اس محفل میں بغیر وضو کے کوئی نہیں بیٹھتا تھا مگر اس سے پیر صاحب نے فرمایا کہ آپ جوتوں سمیت ہی آ جاؤ' تو وہ شخص گھبرایا' رویا اور پیچھے جانے لگا۔ تب پیر صاحب نے کہا کہ ادھر آؤ' تو خیر وہ آ گیا۔ تو پیر صاحب کے مرید بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے کہ یہ سب کیا ہے۔ کچھ دیر کے

بعد وہ شخص چلا گیا تو پھر مریدوں نے پیر صاحب سے کہا کہ یہ تو اس علاقے کا مشہور و معروف غنڈہ ہے اور اس کے کھانے پینے کے مشاغل بھی غلط ہیں اور اس وقت بھی اس نے خوب غلط چیزیں کھائی اور پی ہوئی تھیں تو پیر صاحب نے مریدوں سے فرمایا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں کیونکہ یہ آدمی جہاں سے آیا ہے وہاں سے سوائے نصیب والے کے دوسرا کوئی نہیں آ سکتا۔ اس کا نام غنڈہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس کو خود اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کیونکہ اور کوئی وہاں سے نہیں آ سکتا اور یہاں پر آنا اس کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ حالانکہ اس نے شراب پی رکھی تھی اور وہ پریشان حال تھا تو ایسے بندے سے پیر صاحب نے کہا کہ ادھر میرے پاس آؤ اور فٹافٹ ہی آ جاؤ۔ تو اس وقت یہ شخص جہاں سے آیا وہاں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی نہیں آ سکتا۔ وہاں تو بڑے بڑے صوفی بہک جاتے ہیں، بھٹک جاتے ہیں، اس پر خدا کا فضل ہے اور خدا کا یہ فضل جو ہے وہ پیر صاحب کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس شخص کا استقبال کریں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کہانی ہے کہ آپ لوگ اللہ کے فضل کو تلاش کریں۔ تو یہ اللہ کا فضل ہی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بدی کے زمانے میں نیکی کا شعور حاصل ہو۔ جس کو نیند کے زمانے میں بیداری کی تمنا ہو تو یہ اللہ کا بڑا فضل ہے اور بہت بڑا فضل ہے۔ تو اللہ کے فضل کو دیکھنے کے لیے ہم پیغمبروں کی زندگی کو اسٹڈی کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی دنیا میں کون سی اچھی بات ہے، کیا کیا واقعات ہیں، ان کی کیا کیا نیکیاں تھیں، نوح علیہ السلام کی زندگی میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کیا واقعات رونما

ہوئے اور پھر دوسرے پیغمبروں کی زندگی کے احوال اور واقعات دیکھتے
ہیں۔ اب جب ہم یوسف علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ دیکھتے ہیں تو اس
میں دو تین خاص واقعات ہیں جیسے وہ کنوئیں میں اس وقت گرائے گئے
جب وہ معصوم بچے تھے۔ اس سے پہلے تو انہیں بہت بڑا خواب دکھایا گیا
وہ خواب یہ تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس القمر رایتھم
لی سجدین کہ میں نے دیکھا کہ شمس ہے قمر ہے اور گیارہ ستارے ہیں
اور وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام سے ان کے
باپ نے کہا کہ بیٹا یہ خواب کسی اور کو نہ بتانا کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ ہو
جائے ان الشیطن للانسان علو مبین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بات یہ
ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ خواب سننے والے سن گئے اور اس
خواب کی تعبیر بھائیوں نے خود ہی نکال دی کہ گیارہ ستارے ہم لوگ ہیں
یعنی گیارہ بھائی ہیں اور شمس، قمر ہمارے والدین ہیں اور یوسف علیہ
السلام کو اتنا عروج ملے گا کہ وہ سارے ان کے تابع فرمان ہوں گے اور یہ
ضرور بادشاہ بنے گا۔ اس زمانے میں بادشاہ کے سامنے جھکنے کا رواج تھا۔
تو اس زمانے میں جو بھی بادشاہ ہوتا تھا، جب کوئی بھی اس کے دربار میں
حاضر ہوتا تو ادب کے طور پر سجدہ کرتا تھا۔ اب یہاں پر آپ لوگ یہ
باتیں نوٹ کرتے جاؤ کہ اب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اللہ کی
منشاء کو توڑنے کے لیے سکیم بنائی، یہ خواب خدا کا منشاء ہے بلکہ اللہ کا
فیصلہ ہے اور انسان اس فیصلے کو توڑنے کے لیے صلاح مشورہ کر رہے
ہیں۔ وہ کیا توڑ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہی رہتا ہے۔ ان میں
سے ایک بھائی کہتا ہے کہ اس کو قتل کر کے کہیں پھینک دیتے ہیں۔ پھر

ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی ہے اس کو کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ اب وہ سب کہنے لگے کہ یہ ٹھیک ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی سکیم کتنی کامیاب ہے اور وہ سکیم واقعی کارگر ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کنوئیں میں پھینک کر گھر چلے گئے اور وہاں باپ سے جا کر کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ پیغمبر ہیں لیکن پھر بھی شہر میں ہونے والے واقعے سے بے خبر ہیں اور پھر بھی انہوں نے پیغمبری کو نہیں چھوڑا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کبھی آپ کو اگر فقیری' درویشی مل جائے اور آپ کو دور کی نگاہ نہ ملے تو پھر بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بس یہ بھی اس کا فضل ہے۔ آپ نے اللہ سے دور کی بات نہیں لینی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کیا لینا ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطاعت لینی ہے' آپ کا اطاعت کرنے سے کام ہے اور یہ کبھی نہ کہنا کہ نگاہ مل جائے' دور کی دعائیں مل جائیں۔ بے شمار ایسے پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنی دعائیں منظور ہی نہیں کرائی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ تو آپ لوگ دور کی بات مت سوچیں۔ ایک ہی شہر میں باپ رو رہا ہے کہ میرا بیٹا کدھر چلا گیا حالانکہ اس شہر کے اندر بیٹا موجود ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہے' باپ بھی پیغمبر ہے اور وہ بیٹا بھی پیغمبر ہے۔ یہاں پر آپ لوگوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ لوگ سوچو اور یہ بات سوچنے والی ہے کہ ایک نیک بچہ ہے اور باقی بد بچے ہیں۔ پھر ایک قافلہ آیا' انہوں نے پانی لینے کے لیے کنوئیں میں ڈول لٹکایا تو اندر سے رونے کی آواز آئی۔ انہوں نے کہا

کہ اندر تو بچہ ہے۔ جب اس کو باہر نکالا دیکھا تو بچہ زندہ ہے اور بہت
خوب صورت ہے' ایسا حسین کہ اس کے حسن کا چرچا اللہ تعالیٰ خود فرما
رہا ہے اور یوسف علیہ السلام تو نام ہی محبت کا ہے' خوب صورتی کا ہے'
حسن کا ہے۔ جب باہر نکالا تو وہ بچہ بے تحاشہ رونے لگا۔ تو قافلے والوں
نے کہا کہ اب تم کیوں روتے ہو' اب تو بچ گئے ہو' ہم نے کنوئیں سے
نکال لیا ہے اور یہ سب کھانا پینا بھی حاضر ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے
کہا کہ مجھے میرے بھائی یاد آ رہے ہیں' وہ کہاں چلے گئے ہیں؟ اب آپ
ان بھائیوں کا کام بھی دیکھیں اور پھر ان کا کام بھی دیکھیں یعنی کہ برے
نے بدی کی ہے اور نیک جو ہے وہ یاد کر رہا ہے' اپنی محبت میں بھائیوں کو
یاد کر رہا ہے۔ اس نے نفرت کا ہنگامہ دیکھا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہنگامہ
تھا اور کب محبت ٹوٹی اور کیا ہوا بلکہ یہ سب چھوڑ کر وہ کہہ رہا ہے کہ
مجھے میرے بھائی یاد آ رہے ہیں۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ محبت
کرنے والے محبت کرتے جاتے ہیں اور یہ قطعی بات ہے۔ پھر یہاں سے
قافلہ مصر گیا۔ آپ لوگ اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں غور
سے دیکھو کہ وہاں پر اس گھر میں جہاں پر یوسفؑ نے پہنچنا تھا جہاں مائی
زلیخا صاحبہ اسے دعوتِ گناہ دیتی ہے تو پھر انہوں نے کوئی بات نہیں کی
اور معصومیت سے دو لفظ کہے کہ قال معاذاللّٰہ کہ ہم تو اللہ سے ڈرتے
ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے سارے واقعے میں بس یہی ایک
فقرہ ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو دعوتِ گناہ میں اتنی بات کہہ دینا
کہ "میں اللہ سے ڈرتا ہوں" تو اتنی بات سے آپ کی بخشش سند یافتہ ہو
جاتی ہے۔ یہ بات مستند ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ

السلام کی کوئی اور نیکی نہیں بتائی ہے بلکہ یہ کہا کہ دعوتِ گناہ ہے اور پھر آنے والے زمانے کے لیے آزمائشیں ہو رہی ہیں۔ تو اس وقت یوسف علیہ السلام نے صرف اتنا کہا کہ " قال معاذاللہ " کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ تو کسی بدی سے اس لیے گریز کر جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اتنا پسند ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنا پیغمبر بنا دیا۔

مصر میں کچھ عرصہ کے بعد قحط پڑنا تھا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر سے کہا کہ گندم ذخیرہ کر لیا جائے۔ یہ واقعہ عزیز مصر کے خواب دیکھنے کے بعد کا ہے۔ تو کچھ عرصہ کے بعد قحط پڑ گیا اور پھر قحط کی وجہ سے آپ کے بھائی غلہ لینے کے لیے آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں پہچان لیا۔ لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے' انہیں گندم دی اور پوچھا کہ تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے؟ تو وہ سوچ میں پڑ گئے اور کہا کہ ہاں ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی اور بھائی ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ اس کو تو بچپن میں کوئی بھیڑیا کھا گیا تھا۔ تو اس بات پر ان بھائیوں کا ماتھا ٹھنکا کہ اس میں کچھ ہے ضرور! حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا ایک چھوٹا بھائی تھا' وہ کدھر ہے؟ تو وہ پوچھنے لگے کہ آپ کو کس طرح یہ سب پتہ ہے؟ تو یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ خبریں پہنچتی رہتی ہیں' پھر فرمایا کہ تم لوگ جب اگلی بار آنا تو بن یامین کو لے کر آنا' تب تمہیں گندم ملے گی۔ اگلی دفعہ وہ بھائی اپنے بھائی بن یامین کو ساتھ لے آئے۔ جب وہ بھائی بن یامین کو اپنے باپ سے مانگ رہے تھے تو باپ نے کہا کہ اس کے

بھائی کو تم لوگوں نے برباد کر دیا بلکہ مار دیا' اب یہی میرے بڑھاپے کا سہارا ہے اب تم لوگ اس کو بھی مجھ سے چھین رہے ہو۔ پہلے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے حوالے کرتے وقت باپ نے کہا تھا کہ میں یوسف علیہ السلام کو تمہارے حوالے کرتا ہوں بلکہ تمہاری حفاظت میں دیتا ہوں' اب انہوں نے کہا کہ میں بن یامین کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ لوگ اس بات کو بھی یاد رکھنا اور یہ بات یاد بھی رکھنی چاہیے کہ اگر بندے کے حوالے کیا تو مایوسی ہے' لہٰذا اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرو۔ تو انہوں نے بن یامین کو اللہ کے حوالے کیا اور وہ ان کو لے کر چلے گئے اور پھر یوسف علیہ السلام نے ایک مصلحت کی کہ انہوں نے بن یامین کی گندم کی بوری میں ایک برتن رکھوا دیا اور اعلان کرا دیا کہ برتن چوری ہو گیا ہے۔ پھر جب وہ ان کی بوری سے برآمد ہوا تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اس چور کی یہ سزا ہے کہ وہ یہاں رہ جائے گا۔ اور بن یامین ان کے پاس رہ گئے۔ تب اس کو سارے راز و نیاز بتائے۔ بھائیوں نے کہا کہ جب ہم واپس جائیں گے تو پہلے ہی ہمارے والد صاحب ناراض ہیں کہ ہمارا بیٹا یوسف تم لوگوں نے گنوا دیا اور اب چھوٹے بیٹے کو بھی کہیں دے آئے ہو۔ بہرحال یوسفؑ نے کہا کہ آپ لوگ جاؤ اور اپنے ماں باپ کو بھی لے آؤ اور پھر باپ آیا' ماں آئی' سب نے سجدہ کیا اور پھر ملاقات ہو گئی۔ تو یہ یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تھی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو فیصلہ کرتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے حصے میں نیکی لکھی ہوئی ہے تو پھر اس کو عمل میں بھی وہ لے کر آئے گا۔ یہ نہ ہو کہ آپ اس کو لینے کے

لیے خود ہی نکل پڑو اور پھر ایسا نہ ہو کہ شراب خانے میں ہی جان نکل جائے۔ تو داتا صاحبؒ نے بڑے راز کی بات فرمائی ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کر لیا کرو اور ہمیشہ توبہ کر لیا کرو۔ یاد رہے کہ کہیں توبہ سے پہلے موت آ گئی تو گناہ میں موت آئے گی۔ تو بہتر یہ ہے کہ گناہ ہی چھوڑ دو۔ جس عالم سے بھی آپ گزرو اگر اس عالم میں موت آ جائے تو پھر آپ کا انجام وہی ہو گا۔ اس لیے جن لوگوں کے حصے میں اللہ تعالیٰ نے نیکی لکھی ہے وہ نیکی کرتے ہیں۔ میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں' Define کر رہا ہوں کہ بدی کا موقع ہونے کے باوجود جس نے یہ کہہ دیا کہ میں بدی اس لیے نہیں کرتا کہ مجھے خدا کا خوف ہے تو آپ یہ سمجھو کہ وہ سرفراز ہو گیا۔ جو بدی کے موقع پر بدی کرنے سے باز رہا وہ اللہ والا ہو گیا' بس اتنا سارا وظیفہ ہے۔ یعنی بدی موجود ہے' ساتھ ہی آفر بھی موجود ہے اور پھر اس پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ "قال معاذاللّٰہ" یعنی میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو جس نے ایسا کر لیا آپ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا۔ تو جوانی میں اس طرح کی نیکی مل سکتی ہے' اس کا کوئی وظیفہ نہیں ہے' اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے کہ آپ اس بد دنیا سے اللہ کے خوف کے سہارے نکل جاؤ۔ میں اگر بادشاہ ہوتا تو میں کبھی بھی شراب کو بند نہ کرتا کیونکہ اگر کوئی شخص بد نصیب ہے تو وہ بد نصیب ہی مر جائے گا اور اگر خوش نصیب ہو گا تو پھر بچ کر ہی نکل جائے گا۔ شراب پینے والے عام طور پر جھوٹے آدمی نہیں ہوتے اور وہ سچ بولتے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے منع فرما دیا ہے اس لیے منع ہو جانا ضروری ہے۔ تو ایک دفعہ ایک پیر صاحب

اپنے مرید سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو میں تمہیں بہشت میں ضرور لے جاؤں گا اگر اللہ تعالیٰ نے شراب پینے والوں کو بہشت میں جانے کا موقع دیا تو میں تمہیں ضرور لے جاؤں گا لیکن میرا خیال ہے کہ اللہ نے یہ نہیں دینا ہے کیونکہ وہ وہاں صرف نیک لوگوں کو بھیجے گا۔ لہٰذا مدعا یہ ہے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے کم از کم کسی ایک بدی کو چھوڑ دو۔ آپ لوگ کم از کم اپنے آپ پر اتنی مہربانی کرو کہ یہ چیز آپ جان جائیں اور کہیں کہ ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ تو آپ لوگ بدی کو چھوڑ دیں اور کہیں استغفراللہ' معاذاللہ! تو پھر آپ کو نیکی مل جائے گی۔ آپ لوگ اپنے آپ کے لیے دعا کروالیں تو نیکی مل جائے گی' آپ اپنے اچھے انجام کی توقع کریں تو آپ کو نیکی مل جائے گی اور غفلت ختم ہو جائے گی۔ آپ لوگ میری یہ بات یاد رکھنا کہ ہر علاقہ اللہ کا علاقہ ہے اور جہاں لوگ گاگا کر رزق کماتے ہیں تو وہاں بھی اللہ کے ولی موجود ہوتے ہیں' اس لیے ہر علاقہ اللہ کا علاقہ ہے اور ہر علاقے میں ولی اللہ ہوتا ہے۔ ہر بد علاقے میں بھی ولی اللہ بیٹھا ہوتا ہے اور وہ کوئی ایک آدھ لعل نکالتا رہتا ہے۔ جو لوگ بدی کے علاقے میں ہوتے ہیں تو اللہ ان میں سے اچھے لوگ نکالتا رہتا ہے۔ ایسے آدمی کو دیکھ کر ہی وہ کہتا ہے کہ تو یہاں کدھر آگیا ہے' وہ آگے سے کہتا ہے کہ یہ سارے آگئے ہیں تو میں بھی ادھر آگیا' تو بزرگ اسے کہتے ہیں کہ "ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو سارے ہیں ہی بد نصیب لیکن تو تو نیک دادے کا پوتا ہے یعنی نیک لوگوں کی اولاد ہے' اچھے خاندان کا چشم و چراغ ہے' تو تو "وہ" ہے' تو یہاں کدھر آگیا' یہ تو بیچارے سارے بدنصیب ہیں' یہاں تیرا کام نہیں ہے تو چل دوڑ'

تیرا وہ کام ہے"۔ تو وہ اس کو اس کی حقیقت سے آشنا کرا دیتے ہیں۔ لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ تجھے یہ فیض کہاں سے ملا ہے تو وہ آگے سے بتاتا ہے کہ مجھے وہاں گانے والے علاقے سے یہ سب فیض ملا ہے تو وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ وہاں پر کس طرح ملا؟ تو وہ کہتا ہے کہ آپ لوگ دیکھ لو، مجھے تو وہاں سے یہ سب ملا ہے اور دینے والے نے مجھے وہاں سے دیا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ دینے والا وہاں جا کر بھی دے دیتا ہے۔ آج آپ اس محفل کی بدولت اپنے آپ کو آپ ہی دینے والے بن جاؤ۔ آپ لوگ اپنی ایک بدی سے دل میں سچی توبہ کر لو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی اس بدی کو چھوڑتے ہیں اور آپ لوگ مجھے بتاؤ کہ توبہ کر لی ہے کہ ہم نے ایک بدی یہ چھوڑ دی ہے جو آپ میں غلطی سے موجود رہ گئی تھی، اس کو آپ ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا ہمارے ساتھ وعدہ کر لو، آپ لوگ اس کا اعلان بے شک نہ کرو لیکن دل میں تو تہیہ کر لو۔ میں آپ لوگوں سے بڑا پکا وعدہ لے رہا ہوں اور یہ بڑی مشکل بات ہے لیکن میں دعا کروں گا کہ آپ کو اس پر عمل درآمد کرنے کی طاقت ملے، اور یہ دعا کروں گا کہ آپ کو عافیت ملے۔ اگر آپ نے بدی کو نہ چھوڑا تو خدانخواستہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی اولادیں بھی وہ بدی نہ کر دیں، اس لیے آپ اپنے کو بچا لیں۔ آپ نے کیا کرنا ہے؟ نیکی کرنی ہے، کس کی خاطر نیکی کرنی ہے؟ اپنی اولاد کی خاطر نیکی کرنی ہے تاکہ آپ کی اولاد آپ کو نیک سمجھے اور آپ کے خوف سے نیک رہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ آپ کی اولاد آپ کی عزت کرے اور وہ آپ کی وجہ سے نیک رہے۔ لہٰذا آپ نے اپنے آپ کو اس لیے نیک بنانا

ہے۔ اگر آپ اولاد کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا بری بات ہے تو وہ آگے سے کہیں گے کہ بابا آپ تو خود جھوٹ بولتے ہیں اور پھر پتہ نہیں کیا بولتے رہتے ہیں۔ اس طرح تو بیٹا اپنے باپ کو کھا جائے گا۔ تو آپ کے دل میں اللہ کے علاوہ اولاد کا بھی خوف ہونا چاہیے۔ ان کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولیں اور بدی نہ کریں۔ تو لوگ اس لیے بھی گناہ سے ڈرتے ہیں کہ اگر میں نے گناہ کیا تو میری اولاد بھی گناہ کرے گی۔ تو پھر آپ اپنی اولاد کو کس منہ سے روکیں گے کہ آپ گناہ نہ کرو بلکہ آپ تو اولاد کے سامنے بے بس ہوں گے۔ وہ کہیں گے بابا ہم نے تو وہی کیا ہے جو آپ خود کرتے تھے' اب آپ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ کام نہیں کیا تو اولاد کو کہہ سکتے ہیں کہ تم نے یہ کام کس طرح کیا ہے۔ پھر تو آپ اسے اڑا کے رکھ دیں گے۔

اڑا کے جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

لہٰذا بدی نہیں کرنی ہے۔ بدی نہ کرنے سے طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کے اندر بادشاہت پیدا ہو جائے گی۔ اپنے آپ کو بدی سے روکنے سے بھی بادشاہت پیدا ہوتی ہے۔ سب سے بڑا وظیفہ کیا ہے؟ اپنے آپ کو روکنا اور نفس کی مخالفت کرنا۔ اس سے بے شمار جہان آپ کے تابع ہو جاتے ہیں۔ آپ کو کھانے کی خواہش ہو رہی ہے تو آپ اپنے جسم کو روکو' نفس کو روکو کہ ہم نے کھانا نہیں کھانا ہے۔ پھر اگر ایک خواہش آ گئی تو آپ نے خواہش کو روکا بلکہ اس کے برعکس چل پڑے تو اس سے آپ کے اندر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو آپ

کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے قریب لے جاتی ہے۔ خواہش ِنفس کو روکنا' ترک کرنا بہت بڑی طاقت ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے قریب لے جاتی ہے۔ اور یہ عرفان کی طاقت ہے' ایک آدمی مرغن غذا کھا رہا تھا' اس کے بزرگ وہاں پہنچے اور انہوں نے پوچھا کہ ہم تو تجھے ترک کی بات کرتے ہیں اور تو یہ کیا کھا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ آج نفس نے کہا ہے کہ مرغا نہیں کھانا ہے تو میں نے کہا کہ میں آج تجھے کھلا کر چھوڑوں گا' کیونکہ مجھے نفس کی مخالفت کرنی تھی اس لیے میں ایسا کر رہا ہوں۔ تو پیر صاحب نے کہا کہ ایسا نہیں کرنا کہ نفس کی مخالفت شروع کر دو بلکہ آپ اپنے نفس کو روکو' جب وہ آپ کو بدی کے قریب لے جائے تو آپ اس وقت اس کو روکو۔ اللہ راضی ہو جائے گا۔ ایک پیغمبر کی زندگی میں صرف ایک ہی واقعہ ہے کہ وہ بدی کی دعوت میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے باز رہے' تو اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ خدا تو بچوں کی طرح راضی ہو جاتا ہے اور اگر آپ مکر و فریب کرو گے تو وہ تو پھر اللہ ہے واللہ خیر المٰکرین وہ تو آپ کی تدبیروں کو اڑا کے رکھ دے گا۔ وہ غار پر ایسا جالا بنائے گا کہ ساری دنیا حیران پریشان ہو جائے گی کہ اس غار کے اندر کون ہو سکتا ہے اور ساری بات وہیں تو تھی۔ اور وہ کمزور جالا اللہ تعالیٰ نے قوی دلیل بنا کر کھڑا کر دیا کہ بتاؤ کیا بات ہے؟ بس آپ لوگ اللہ کے ساتھ دانائی نہ کرنا' آپ سیدھا سادا مان لینا کہ بس غلطی ہو گئی ہے' مجھے معافی عطا فرمائی جائے' سرکار معافی دے دیں' تو اللہ سے معافی مانگ لیں۔ یہ کبھی نہ کہنا کہ جی حالات ہی ایسے تھے' میں وہاں پر کیا کرتا' اور میری حیثیت ہی کیا تھی۔

اب آپ دعا کریں۔ تو آپ لوگوں کے لیے دعا کیا ہے؟ آپ کہیں کہ آج تک کیے جانے والے یا ہونے والے یا سرزد ہونے والے گناہوں سے میں توبہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ التجا ہے کہ ہم تیرے راستے پر چلنے کے لیے تیار ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنا راستہ دکھا' اس کا شعور عطا فرما' اس راستے کے ساتھی عطا فرما اور اس راستے کی دستک دینے والوں' آواز لگانے والوں' صدا دینے والوں کا ساتھ دینے اور اطاعت کرنے کا ہمیں حوصلہ دے' جرات و ہمت عطا فرما۔ یا اللہ ہماری زندگی اسلام کے کام آئے' ہماری زندگی وطن کے کام آئے' یا اللہ ہمیں اس کام میں لگا جس سے تو راضی اور تیرا محبوب پاکؐ راضی ہو۔ یا اللہ ہمیں خواہش کے دل فریب جال سے بچا اور ہمیں ایسے خیال سے بچا دے تاکہ ہم اس خوبصورت جال سے نجات پا سکیں۔ یا اللہ تو ہم پر مہربانی فرما۔ یا اللہ! تو ہمارے حال پر رحم فرما۔ ہم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں تو ہی ہمیں بچا۔ ہم نے اپنے ساتھ دشمنی کی ہے' یا اللہ مہربانی فرما۔ رحم کرنے والے مہربان اللہ' ہم پر رحم فرما۔ یا اللہ ہمارے ماضی سے ہمیں معافی دے۔ یا اللہ ہمیں اچھا مستقبل دے اور ہمیں نیک سنگت دے' نیک خیالات دے۔ یا اللہ خیال کی ہماری دنیا آباد فرما۔ یا اللہ ہمارے حال کی دنیا بھی آباد فرما۔ یا اللہ ہمیں رزق حلال بھی دے اور بے شمار دے۔ آمین۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ حبیبنا و شفیعنا سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

۱ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرما دیں۔

۲ جن لوگوں میں درد نہیں ہے ان میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

۳ دنیا کے اندر تو لوگ خدا کو حق نہیں دیتے' ہمدردی نہیں رکھتے' پھر درد کیسے پیدا ہو گا؟

۴ چشم پرنم کا آپ نے فرمایا ہے تو رونے والوں کے پاس تو کوئی بیٹھتا نہیں ------

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کوئی واقعہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا **سزا** ہے؟

۶ کسی انسان کی ذات میں صفات کی پہچان کس طرح ہو سکتی ہے؟

۷ مگر انسان اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے -------

۸ دنیا بہت **تنگ** کرتی ہے -------

۹ جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں۔ جب صبر نہیں ہوتا پھر آدمی کیا کرے؟

۱۰ غم اور تکلیف میں اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟

۱۱ کیا ہم صفات کے حوالے سے ذات کو پہچان سکتے ہیں؟

۱۲ کیا درد کی حالت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ ہر طرف وہ ہی وہ دکھائی دے۔ ایسے میں درد والا کیا کرے؟ اور ہمارے لیے کوئی واضح راستہ بتا دیں۔

سوال :-

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب :-

یہ سوال اہم بھی ہے اور اس میں کمال بھی ہے کہ تخلیقِ آدم کا اشعار میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا گیا۔ اگر نہ بھی صحیح ہو تو بھی تخلیق کا اپنا سفر تو جاری ہے۔ تخلیق کا مدعا تو یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ میں نے چاہا کہ ایسا ہو تو وہ ہو گیا۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی کیا اہمیت ہے' انسان کی کون سی بات ہے جو فرشتوں میں نہیں ہے اور اگر وہ چیز نہ ہو تو انسان' انسان کیوں نہیں رہتا۔ تو اہم بات یہ ہے کہ اگر وہ چیز نہ ہو تو انسان وہ انسان نہیں رہتا۔ ہر چیز جو کہ کائنات کے اندر ہے اس کے اندر اپنی صفات ہیں اور صفات میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے' تضاد بھی ہو سکتا ہے یعنی رحم بھی ہو سکتا ہے اور غضب بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک ہی ذات میں' ایک ہی شے میں بیک وقت مختلف صفات

Operate کر سکتی ہے' عمل کر سکتی ہیں جیسا کہ رحم بھی چل رہا ہے اور غضب کی چکی بھی چل رہی ہے۔ تو ایسی بات ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی کبھی ایک پر رحم ہو رہا ہو تو دوسرے پر رحم نہیں ہو رہا ہوتا۔ تو صفات کا تضاد پہچاننا اکثر مشکل ہو جاتا ہے اور یہ اپنی ذات تک رسائی کے لیے ضروری ہے۔ مثلاً" رازق کے حوالے سے آپ ذات تک پہنچیں گے۔ اللہ رازق ہے' جب دے گا تو وہاں معلوم ہو گا کہ اللہ ہے اور جہاں نہیں دے گا وہاں لگے گا کہ اللہ نہیں ہے۔ وہ ایسا رازق ہے کہ اگر دے تب بھی رازق ہے اور نہ دے تب بھی رازق ہے۔ تو یہ تضاد کے اندر ایک اور تضاد ہے۔ مثلاً" جب وہ شاہین پر رحم کرتا ہے تو کبوتر کی جان بخشی نہیں ہوتی اگرچہ ہے رحم ہی۔ تو ایک دوسرے پر رحم ویسے نہ ہو جیسے ہم سمجھ رہے ہیں۔ اسی لیے اس کی ذات میں الگ الگ صفات کا تضاد بھی ہے اور ہر صفت میں بھی تضاد ہے۔ اس لیے صفات سے ذات کو آپ بہت مشکل سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ صفات بدل جاتی ہیں مثلاً" رات کا بھی اللہ ہے' دن کا بھی اللہ ہے' خوشی لینے والا بھی اللہ ہے' خوشی لے کر جانے والا بھی اللہ ہے' زندگی دینے والا بھی اللہ ہے' زندگی لینے والا بھی اللہ ہے' اللہ نے صحت عطا کی ہے اور بیماریاں بھی اللہ نے بنائی ہیں۔ تو اس طرح ایک ہی ذات کی پہچان مشکل ہے۔ پھر پہچان ہے۔ پھر پہچان کیسے ہو؟ اس ذات میں غور طلب بات یہ ہے کہ جوہرِ ذات کو اگر آپ پہچان لیں تو صفات کے تضاد کے باوجود آپ ذات کو پہچان سکتے ہیں۔ آپ کو ذات کا جوہر' ذات کا اصل' ذات کی Reality اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو صفات کا تضاد آپ کو کوئی الجھن

نہیں دے گا۔ تو ذات کے جوہر کو سمجھنے کے لیے آپ ایک صفت کو لے لیں' مثلاً" اللہ مالک ہے اور باقی تمام ملکیت ہے' تو پھر مالک کی مرضی کہ جس کے ساتھ جو سلوک کر لے۔ پھر کوئی کون ہے پالنے والا۔ لہٰذا جہاں آپ دیکھتے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے تو وہ آپ کا اپنا Opinion ہے' اپنا خیال ہے اور آپ کی اپنی فکر ہے۔ دراصل وہ مالک ہے اور مالک اپنی مخلوق کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے۔ آپ کو جو لگتا ہے وہ آپ کے اپنے دیکھنے کی بات ہے اور اللہ سے آپ کے تعلق میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اگر آپ نے مالک ہونے کو مان لیا تو جو صفات کا بھی تضاد ہے وہ آپ کو دقت نہیں دے گا۔ یعنی اگر آپ کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہو گیا اور ذات کا کوئی جوہر آپ کو اللہ کی پہچان میں حاصل ہو گیا تو اس ذات کے متضاد عوامل آپ کو تکلیف نہیں دیں گے۔ پھر اگر اللہ ستم کرے تب بھی تعلق قائم ہے' کرم کرے تب بھی تعلق قائم ہے' نظر انداز کرے تب بھی تعلق قائم ہے' خاموش کر دے تب بھی تعلق قائم ہے اور گویائی عطا کر دے تب بھی تعلق قائم ہے۔ اب آپ کو دقت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ نے مانا ہے کہ اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہر حال میں قائم رہنا چاہیے۔ تو یہ ذات کا جوہر ہے۔ مثلاً" اللہ کی ایک صفت آپ کے اندازے میں رحم ہے تو اللہ رحم ضرور کرے گا۔ جیسا کہ آپ اس نے بتایا ہے کہ پہچان کے لیے یہ میرا ذاتی جوہر ہے۔ الٰہیات کے اسرار و رموز کے بیان کے لیے بات کو نکتہ میں کہتے ہیں یعنی ایک نکتہ میں اور نکتہ جو ہے اس صفت میں مخفی رکھا گیا ہے۔ پھر اس صفت کا تعارف کروا دیا جاتا ہے تاکہ وابستگی پیدا ہو' جب وابستگی ہو جاتی ہے تو

سارے رموز سمجھ میں آ جاتے ہیں اور اگر وابستگی ختم ہو گئی تو سارے رموز ختم ہو جائیں گے اور ہر چیز آپ کی پہچان سے باہر ہو جائے گی۔ مثلاً" آپ ایک بات یہ سمجھ لیں کہ اگر ذات میں جوہر نہ ہو تو وہ شے شے نہیں رہتی۔ یعنی لکڑی اگر نہ جلے تو وہ لکڑی نہیں رہتی' کسی بیوقوف انسان میں تکبر پیدا نہ ہو تو بیوقوف نہیں رہے گا' کم ظرف آدمی تکبر ضرور کرے گا اس لیے کہ اس کا اصلی جوہر یہی ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ یہ سانپ ہے' بہت اچھا سانپ ہے' اس کو پال کر رکھنا چاہیے اور سانپ اگر زہر نہ اگلے تو وہ سانپ نہیں ہے کیونکہ زہر اس کا جوہر ہے' ذاتی جوہر ہے۔ اسی طرح جیسے میں نے کہا تھا کہ ایک پرندہ ہے شاہین' اگر ساری خوبیاں پیدا کرے اور پرواز ہی نہ کرے تو پھر تو وہ عام پرندہ ہی ہے۔ تو اس کا ذاتی جوہر کس بات میں ہے؟ پرواز میں۔ اور وہ گدھ جو ہے' چاہے وہ راجہ گدھ ہو' اس کا سفر مردار کھانے کی طرف ہے۔ اگر وہ مردار کھانے سے گریز کر جائے تو پھر وہ گدھ نہیں کیونکہ یہ اس کا ذاتی جوہر ہے اور اس میں یہ صفت رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر کسی کو اس کی صفت کے اندر اور اس کی شکل کے اندر رہن رکھا ہوا ہے' اس لیے وہ کام کرنے پہ مجبور ہے۔ تو کمینہ آدمی مجبور ہے کمینگی کرنے پہ' یہ اس کا کام ہے اور وہ مجبور ہو چکا ہے چھوٹی بات کرنے پہ۔ اس لیے بڑا آدمی چھوٹی بات نہ کرے۔ کسی کی کسی بات پر ناراض ہونے والا اصل میں اسے پہچان نہیں رہا۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دوست سمجھا تھا مگر وہ دشمن نکلا۔ اسے اس پر گلہ ہے مگر اپنی سمجھ پر گلہ نہیں کر رہا۔ گویا کہ کسی ذات کا اگر جوہر چھین لیا جائے یا نکال لیا

جائے تو وہ جوہر، جوہر نہیں رہتا۔ یہ بات دیکھو، زندگی میں آپ کو جتنے تجربات ہوئے ہیں، اگر ذات میں وہ جوہر تھا تب تعلق بھی تھا، خوشی بھی تھی اور آپ کی نظر سے گر گیا یا ذات سے نکل گیا تو وہ کامن ہو گیا۔ پھر آپ کی زندگی عام سی زندگی ہو گئی، ساری شاعری ختم ہو گئی، سارے عنوانات ختم ہو گئے، سارے رنگ ختم ہو گئے، سارے راستے ختم ہو گئے۔ اب بندہ تو وہی ہے مگر اب وہ بات نہیں ہے کیونکہ وہ جوہر آپ نے نکال دیا۔ اسی جوہر کو اقبالؒ نے خودی کہا۔ تو اگر وہ چیز وہ نہ ہو تو وہ شخص وہ نہیں رہتا۔ لہٰذا آپ انسان ہونے کی حیثیت سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے ذاتی جوہر کو ڈھونڈیں۔ آپ کا جوہر عبادت گاہ میں ہے، آپ کا جوہر گھر کی آسودگی میں ہے، آپ کا جوہر تخلیہ میں ہے، آپ کا جوہر فتوحات میں ہے۔ تو مسلمان میں اصلی کیا چیز ہے جو اگر نہ ہو، بے شک باقی سب کچھ ہو، اگر وہ نہ ہوئی تو وہ مسلمان نہ رہے گا! اس جوہر کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

ذاتی جوہر بس یہ ہے، یہ قائم رہے، اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا عشق قائم ہے، تو مسلمان ہونا قائم ہے، نہیں تو نہیں۔ اگر مسلمان سے وہ چیز نکال دی جائے تو وہ شخص وہ نہیں رہتا۔ تو آپ کا سوال یہ تھا کہ "دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" تو اس شاعر نے یہ سوچا کہ انسان دولت مند ہو تب بھی انسان ہے، غریب ہو تب بھی انسان ہے، دولت میں کمی بیشی ہو تو بھی فرق نہیں پڑتا، مرتبے کی کمی بیشی سے

فرق نہیں پڑتا مگر درد نہ ہو تو انسان انسان نہیں رہتا۔ اس لیے اس نے یہ شعر کہا۔ درد کا معنی کیا ہے؟ کسی کے درد کے ساتھ احساس پیدا کر لینا۔ آپ نے سنا ہوا ہے ناں کہ اطاعت کے لیے فرشتے کم تو نہیں تھے۔ اللہ نے انسان کو تخلیق کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اگر فرماتے کہ میں مانا جاؤں پھر تو بات ہی اور تھی۔ مگر اللہ کی پہچان کی سکیم ناکام تو ہو نہیں سکتی' وہ اللہ ہے! لہٰذا اس کی پہچان میں ماننے والا اور نہ ماننے والا شامل ہیں' انکار کرنے والا اور انکار نہ کرنے والا' سب اس کی پہچان کا حصہ ہیں' دنیا میں چھوٹے جانور بھی رہیں گے اور بڑے جانور بھی رہیں گے۔

اور انسان کو امتیاز کیوں حاصل ہے جب کہ فرشتے جو ہیں بے حد عبادت کرتے ہیں؟ انسان کیوں ممتاز ہے؟ کیونکہ اس کے اندر درد کا امکان ہے۔ پھر یہ وضاحت کریں کہ درد کیا ہوتا ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا دل جو بہت ہی وابستہ ہو' احساس رکھتا ہو۔ کائنات کے مالک کے ساتھ تعلق رکھا جائے اور دل سے اس کی عبادت کی جائے تو پھر وہ انسان بنتا ہے ورنہ نہیں بنتا۔ یہ آپ کی Observation ہے کہ آج کل یہ نہیں ہے۔ واقعی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آج کل کی ٹریجڈی یہی ٹریجڈی ہے کہ ٹریجڈی نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں اگر لوگ کسی کا قصہ سنتے' ہیر رانجھے کا قصہ سنانے والے بھی رو رہے ہوتے تھے اور سننے والے بھی رو رہے ہوتے تھے۔ آپ اخبار میں سب کچھ پڑھ کے دفتر چلے جاتے ہیں اور آپ کے پاس احساس کا وقت ہی نہیں ہے۔ ہر آدمی اپنے کام میں مصروف ہے اور آپ کی توجہ چونکہ مالِ دنیا پر مرکوز ہے' اس لیے درد ختم ہو گیا ہے۔ درد کو ختم کرنے والی حُبِ دنیا کے علاوہ اور کوئی شے

نہیں۔ جس شخص کو یہاں ٹھہرنے کی خواہش ہو' دنیا بنانے کی خواہش ہو' اس شخص کو لازماً" کامیاب دنیا بنانے کے لیے بے حس ہونا پڑتا ہے۔ ایک آدمی بڑا خوش ہو کے کہہ رہا تھا کہ پیر صاحب نے بڑی دعا دی' دکان چلنے لگی' ڈھیروں ڈھیر نفع ہونے لگا اور اس نے کیا کیا؟ ہر چیز کو مہنگا کر دیا۔ اب وہ بھائیوں کو نقصان دینے لگ گیا۔ جس آدمی کی انکم بڑھ گئی تو کسی نہ کسی کو نقصان ہونے کا اندیشہ بڑھ گیا۔ سامان کے ساتھ ملاوٹ دوسروں کو نقصان پہنچانا ہی تو ہے۔ تو آپ احساس والے دل سے رجوع کریں۔ اللہ کی عبادت ایک لفظ کی عبادت ہے' ایک انداز کی عبادت ہے' ایک احساس کی عبادت ہے' اجتماع کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اوقات مقرر فرما دیے ہیں۔ اسی طرح بارش نہ ہو تو دعا مانگتے ہو اور پھر بارش ہو جایا کرتی ہے۔ اور کچھ لوگوں کے لیے درد کی عبادت' آنسوؤں کی عبادت رکھی گئی ہے اور یہ عبادت سب عبادتوں پر حاوی ہے۔ اس کا انداز کوئی بھی نہیں ہے' اس کا کوئی خاص طریقہ بھی نہیں ہے' اس کا ٹائم بھی کوئی نہیں ہے' یہ بے وقتی ہے۔ درد کا مل جانا اللہ کا فضل ہے۔ جب انسان کا دل بے حس ہو گیا' ٹھوس ہو گیا تو وہ عذاب سے قریب ہو گیا۔ بے حس دل پر عذاب قریب آ جاتا ہے کیونکہ اس کو سمجھ نہیں آتی کہ کون کیا ہے اور کس کے ساتھ ظلم ہونے والا ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ احساس سلامت رکھے۔ یہ صرف وابستگی سے ہی ممکن ہے۔ ایک کتاب کا واقعہ ہے' اس نے لکھا ہے کہ کسی کی ماں مر گئی تو اس نے چھٹی مانگی۔ افسر نے پوچھا کہ تو چھٹی کیوں لے رہا ہے؟ اس نے کہا میری ماں مر گئی ہے۔ کب مری ہے؟ کہتا ہے کہ کل مری

ہے یا پرسوں مری ہے اور چھٹی اس لیے لے رہا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ماں مری تو چھٹی بھی نہیں لی۔ آپ سمجھے بات! یہ بے حسی کی بات ہے! سب رشتے دم توڑ گئے' تعلق ساتھ چھوڑ گئے اور انسان منہ موڑ گئے! اب لوگ پوچھتے ہیں کہ احساس کیسے پیدا ہوتا ہے؟ جب آپ کو سب سے محبوب آپ کی اپنی ذات ہو تو احساس کیسے ملے۔ خدا کے لیے اپنے آپ سے محبت کرنا چھوڑ دو' اپنے دشمن کا نام بتاؤ؟ تو اپنا نام بتاؤ گے' اپنا معاون بتاؤ تو بھی اپنا نام' اپنا تباہ کرنے والا بتاؤ تو بھی اپنا نام' اپنا انجام؟ اپنا نام۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہر وقت جو ہے ناں اپنی ذات سے باہر رہنے کی سوچو۔ اس لیے یہ عبادت جو ہے یہ احساس کی عبادت ہے۔ اللہ کریم نے بار بار آپ کو بتایا ہے۔ مثلاً" جنازہ ہو تو سارے وہاں پہنچیں گے' اس طرح احساس پیدا ہو گا ورنہ کسی کو اس طرف رغبت نہیں ہو گی کیونکہ جانے والا تو چلا گیا۔ پھر شادی ہو تو وہاں پہنچیں گے۔ تو انسان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی' اس میں سارے کا سارا اجتماع ہے۔ آپ نیکی کریں گے تو کسی انسان کے ساتھ' خیرات کریں گے تو کسی انسان کے ساتھ' جیسا کہ آپ کرتے رہتے ہیں۔ تو انسان کا کوئی بھی راستہ آپ دیکھ لیں وہ انسانوں کے ساتھ احساس ہے۔ اگر آپ کسی کو راستہ بتا رہے ہیں تو پہلے آپ اسے اپنی ہمدردی دیں۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو پیاس لگے اور وہ پانی مانگے تو لوگ کہتے ہیں صبر کر' ٹھہر جا تیرے لیے ہم ٹیوب ویل لگانے والے ہیں۔ تو یہ ٹیوب ویل جانے کب لگے گا' اب اس کو پانی ہی پلا دو۔ اس لیے آپ احساس پیدا کریں۔ تو درد دل جو ہے یہ بہت ضروری بات ہے' یہ محبت سے ہے' تعلق سے ہے'

اپنی ذات سے باہر نکلنے میں ہے اور موت کو یاد رکھنے میں ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور یہ یاد رہنا چاہیے۔ وگرنہ تو ہر کسی کا اپنا اپنا خیال ہے' مثلاً" ایک آدمی نے کہا کہ موسم بہت شاندار ہے' بڑا فائن ڈے ہے۔ دوسرے نے کہا میں جانتا ہوں۔ اس نے پوچھا پھر تو اتنا اداس کیوں ہے؟ دوسرے نے کہا اداس اس لیے ہوں کہ فائن ڈے کب تک! تو خوشی کا زمانہ ضرور ہے لیکن کب تک۔ اگر آپ کو یہ بات سمجھ آنا شروع ہو جائے کہ "کب تک" تو درد پیدا ہونا شروع ہو جائے گا اور احساس زندہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے جاننے کے لیے اور ماننے کے لیے پیدا کیا تاکہ وہ خود پہچانا جائے کہ ذات اس کی ہے' جوہر اس کے ہیں' سب اس کے احسانات ہیں اور اس کے بڑے بڑے راز ہیں مثلاً" کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا راستہ قرآن کریم کو ہی فائنل مان لیں' تو یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سارے کا سارا عرفان تو ہے مگر قرآن اور اللہ برابر نہیں ہیں۔ یہ بات غور والی ہے اور محدود اور لامحدود والی ہے' اس کتاب کے باہر بھی جو ہے وہ اللہ ہے' اس کے علاوہ بھی جو کام کر رہا ہے وہ اللہ ہے' کائنات میں جن اسماء کا ذکر ہے وہ قرآن پاک سے باہر بھی ہیں۔ تو جن اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ سب چیزیں قرآن سے باہر ہیں یعنی آسمان باہر ہے' سورج باہر ہے' چاند ستارے باہر ہیں' زندگی باہر ہے اور تعلق باہر ہے۔ ان سب کا بیان قرآن کریم میں ہے۔ تو جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو صرف قرآن سے تو رجوع نہیں ہو گا۔ بلکہ قرآن کی زندگی کا مشاہدہ آپ کو باہر ملے گا۔ اس لیے جب آپ کو باہر کی زندگی کا خیال ہو گا' علم ہو گا تو پھر وہ علم آپ کو پورا ہوتا ہوا ملے

گا ورنہ نہیں ملے گا۔ مشاہدہ نہ ہو تو صرف علم سے راستہ نہیں ملتا۔ لہٰذا جب تک اللہ سے تعلق نہ ہو تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ صرف "اللہ اللہ" کرنے سے بھی پتہ نہیں چلے گا جب تک کہ اس کی وہ منشاء سمجھ نہ آئے جو انسانوں پر Operate کرنے والی ہے۔ یہ درد سے سمجھ آتا ہے۔ لہٰذا درد جو ہے وہ عبادت سے آگے ہے اور یہ درد کافی ہے' بہت کچھ ہے لیکن ساتھ ساتھ عبادت کا سلسلہ بھی جاری رہنا چاہیے۔ درد کی بات لازوال ہے۔ کسی درد والے نے دعا کی تھی کہ۔

خدا کرے کہ دکھ دور ہی نہ ہو ہر گز

تو یہ درد قائم رہنا چاہیے کیونکہ درد کی ایک ہی جست نے قصہ تمام کر دینا ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ درد سے آہِ سحر گاہی بنتی ہے اور۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

یہ اسرار و رموز کی دنیا ہے۔ یہاں کوئی شے اگر بچا سکتی ہے تو وہ درد ہی ہے۔ اسرار و رموز کی دنیا میں کوئی اور شے نہیں بچا سکتی۔ عبادت فرشتہ تو بنا سکتی ہے لیکن انسان نہیں بنا سکتی۔ انسان درد سے بنتا ہے لہٰذا درد جو ہے اس کی اہمیت اپنی جگہ ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے۔ درد احساس کرنے والی بات ہے۔ احساس کا معنی ہے اپنے علاوہ کسی کا خیال کرنا اور اسے اپنی ذمہ داری بنا لینا۔ ہم نے آج تک کئی لوگوں کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کو "گیان" کہاں سے ملا' آپ کو عرفان کہاں سے ملا؟ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو احساس کے چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں مثلاً" کسی زخمی جانور کی خدمت کی' زخمی کتے کی خدمت

کی' کسی بچے کی خدمت کی اور عرفان مل گیا۔ تو درد کی دنیا کے چھوٹے چھوٹے واقعات کے بڑے بڑے نتیجے نکلے۔

سوال :۔

جن لوگوں میں درد نہیں ہے ان میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

یہ درد زندگی کے اندر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ ایسا کوئی انسان نہیں جس میں درد پیدا نہ ہو اور قسمت والے وہ ہیں جن میں درد پہلے پیدا ہو گیا۔ بدقسمت ہیں وہ جن کا درد آخر میں پیدا ہوا۔ درد جو ہے محبت والوں کا کام ہے۔ کسی کو اگر کسی سے خوشی ہو تو وہ خوشی دیرپا نہیں ہو گی اور یہ خوشی چھن جانے سے درد پیدا ہو گا کیونکہ خوشیاں ٹوٹتی رہتی ہیں۔ جس کو درد نہیں ہے اسے خوشی نہیں ہے' جس کو درد نہیں ہے اسے محبت بھی نہیں ہے' جس کو درد نہیں ہے اس کو وابستگی بھی نہیں ہے کیونکہ ہر وابستگی نے درد بننا ہے' ہر حاصل نے محرومی سے درد بننا ہے' یہ بن کے رہے گا اور یہ رک نہیں سکتا۔ اس لیے زندگی کے اندر جن لوگوں میں درد نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں درد عطا فرمائے اور تکلیف نہ عطا فرمائے۔ درد خوبِ صورت چیز ہے' یہ عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندے وہ ہیں جو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا یعنی وہ کم ہنستے ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ جتنے صاحبانِ مرتبہ ہیں وہ درد سے گزرے ہیں' راتوں کو جاگنے والے اور رونے والے صاحبانِ درد ہیں۔ وہ اس لیے مرتبے والے ہیں کیونکہ ان کو درد عطا کیا گیا ہے۔ درد جو ہے

یہ اللہ کے اپنے قریب والے لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دعا مانگی جاتی ہے کہ یا اللہ! مجھے احساس کی دولت عطا فرما۔ پھر احساس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کسی پالے ہوئے جانور کا خون بہاتے رہنا چاہیے' صدقہ کرتے رہنا چاہیے' اپنے ہاتھ سے اکٹھی کی ہوئی دولت آپ کے گھر میں بیکار پڑی ہے' اب ناجائز دولت کو جائز طریقے ہی سے تقسیم کرنا شروع کر دو تو درد ملے گا۔ پھر آپ کے اندر ایک احساس پیدا ہو جائے گا۔ کسی کو اپنے آپ پر فوقیت دینا شروع کر دو' بھائی کو اس کا حصہ دینا شروع کر دو' اپنا بھی دینا شروع کر دو تو احساس پیدا ہو جائے گا اور درد کی دولت سے آشنائی شروع ہو جائے گی۔ تو آپ سب کو چھوڑ دیں لیکن درد کو نہ چھوڑیں۔

سوال :۔

دنیا کے اندر تو لوگ خدا کو حق نہیں دیتے' ہمدردی نہیں رکھتے' پھر درد کیسے پیدا ہو گا؟

جواب :۔

اگر کوئی "صاحبِ گلا" ہو اور وہ گانا شروع کر دے تو سب لوگ خوش گوار ہو جاتے ہیں۔ سب یہ اثر اور تاثیر ہوتی ہے۔ اگر کوئی فن کار کسی فن کا مظاہرہ کرے تو اثر شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ایک درد رو کے بیان ہو جائے تو سب کے اندر تاثیر شروع ہو جاتی ہے۔ اب یہ جو آپ کا گلہ ہے کہ ہمارے ہاں درد نہیں ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دنیا کو بے درد دیکھنا چھوڑ دیں' لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے

ذاتی طور پر جو غم حاصل کیے ہیں ان کو یاد کرنے کا وقت بھی نہ نکالیں۔ یعنی کہ یہ سمجھیں کہ جو غم حاصل ہوا وہ متاع بے بہا تھا مگر وہ بھی Celebrate کرنے کا، یاد کرنے کا وقت نہیں رہا۔ اس لیے اس قسم کی مصروفیت سے ہٹ کر آپ اپنے آپ کو آواز دینے کا سوچا کریں، گزرے ہوئے لمحات کو آواز دیں، آنے والے وقت کو دیکھا کریں۔ آپ کبھی کبھی بزرگوں کے مزار پر جایا کریں تو وہاں پر آپ کو اپنا مزار نظر آنا شروع ہو جائے گا اور پھر وہاں آپ کو آواز آنی شروع ہو جائے گی۔ پھر وہ مقام آئے گا کہ۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام

تو ایسے مزاروں پر جانا چاہیے جہاں جا کر پتہ چل جائے کہ زندگی در اصل کیا ہے۔ درد جو ہے وہ درد بانٹنے والوں کے پاس ملتا ہے۔ درد جو ہے وہ دنیا کی محبت سے نجات میں ملتا ہے، درد بیماری میں ملتا ہے۔ یہ ساری احساسات کی کہانیاں ہیں۔ جس شخص کو اولاد سے محبت ہو وہ درد سے بچ نہیں سکتا۔ خاص طور پر خواتین کے اندر دیکھو کہ بیٹی ہے، بچی ہے اور گھر میں پل رہی ہے، سمجھو کہ ایک درد چل رہا ہے، بڑی ہوتے ہی درد کی اور کہانی شروع ہو جائے گی۔ تو یہ پورے کا پورا درد گھر ہے، یہ زندگی جو ہے بابل کا گھر ہے کیونکہ جانا کہیں اور ہے۔ وہ دنیا اور ہے، وہاں جانا ہو گا بھیس بدل کے۔ یہاں ہم کب تک کے لیے آئے ہیں اور کب تک رہیں گے؟ یہ سوچ کر درد ہونا چاہیے۔ دعا کریں کہ آپ پر زندگی کی حقیقت آشکار ہو جائے۔ زندگی درد سے بھری ہوئی ہے، دعا کرو کہ خود بخود اس سے محبت شروع ہو جائے۔ مثلاً" ایک چیز ہے شیشے کا

گلاس' اگر اس سے محبت ہو جائے تو آج یا کل اسے ٹوٹنا ہے۔ تو اس طرح درد پلتے ہیں اور یہ ساری درد کی کہانیاں ہیں' یہ جتنی خوب صورت چیزیں ہیں یہ ساری درد کی کہانیاں ہیں مگر آپ اس سے وابستہ نہیں ہوتے بلکہ آپ اپنے آپ سے وابستہ ہیں اور اپنے آپ کو حصار میں رکھا ہوا ہے۔ اگر آپ کسی سے محبت کریں تو درد مل جائے گا۔ اولاد سے محبت کریں تو درد مل جائے گا۔ اولاد کو تھوڑی سی تکلیف ہو جائے تو درد مل جاتا ہے۔ کسی دوست سے' کسی آنے والے سے محبت کریں تو درد مل جاتا ہے۔ جانے والا درد دے جاتا ہے' لہٰذا آپ کسی کی یاد سے محبت کریں اور کسی کا فکر پیدا کریں' آپ کچھ تو کریں۔ پیسے گن کر سونے والا کبھی درد نہیں پا سکتا۔ یہ فیصلہ ہے۔

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

اس کے لیے درد نہیں ہے اور باقی کائنات کے ہر ذی شعور کے لیے درد ہے۔ مال متاع جمع کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی سختی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مال متاع میں گرفتار کر دیا ہے کہ اب پیسے گنتے جاؤ' دوسروں کے پیسے گنتے جاؤ' پھر چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور پھر آنے والے اس پیسے کو ایک منٹ میں ختم کر دیں گے۔ پیسہ تو خرچ کرنے کے لیے ہے کیونکہ پھر چلے جانا ہے۔ اس پیسے کی محبت درد پیدا نہیں کرتی' باقی ہر محبت آپ میں درد پیدا کرتی ہے۔ اگر جاگنا شروع کر دو' تخلیہ میں چلے جاؤ تو درد مل جائے گا۔ غور کریں کہ اگر ایک آدمی جس کو زندگی کی ہر چیز راس آ رہی ہے مگر درد پیدا نہیں ہو رہا تو اس نے کیا حاصل کیا۔ ہر آدمی درد سے ضرور آشنا ہوتا ہے' اگر باپ نہیں فوت ہوا تو دادا تو فوت

ہوا ہو گا' تو پھر اس کو درد کیونکر نہیں ہوا ہو گا۔ کسی کے ساتھ کوئی نہ کوئی حادثہ تو ضرور ہوا ہو گا' اپنے نہ سہی تو دوست کے گھر' پڑوسی کے گھر ہی سہی۔ مگر آپ کی یاد داشت کمزور ہو گئی اور درد کم ہو گیا۔ شکر کرو کہ پرانا واقعہ یاد نہیں رہا۔ ورنہ تو یہ ہوتا کہ ایک بار آپ جہاں سے گزرے پھر ہمیشہ وہاں سے گزرتے رہتے۔ درد اگر آپ کے دل سے ایک دفعہ گزر جائے تو ہمیشہ نشان رہتا ہے۔ زندگی میں اگر ایک واقعہ گزر جائے تو احساس والا دل ہمیشہ اسے زندہ رکھتا ہے' اس بات کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور پرانا درد شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کے اندر کہانی بن جاتا ہے' درد مقبول ہو جاتا ہے۔ شکر کرو کہ یاد داشت کم ہو گئی اور دنیا نے آپ کو کسی اور واقعہ میں لگا دیا' کسی اور کام میں لگ گئے اور آپ کو وقت نہیں ملا۔ اگر آپ اپنی پرانی ڈائریاں دیکھیں' پرانے سکولوں میں جایا کریں' بزرگوں کے پاس جایا کریں اور سلام کیا کریں تو یہ درد ہی درد ہے۔ درد ساری زندگی میں بھرا پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو آنکھ روئی نہ ہو اس کو آنکھ کہنا بھی نہیں چاہیے۔ اس لیے درد کا ہونا ضروری ہے۔ ایک خاص راز یہ ہے کہ عبادت کا متبادل ہے ہی کوئی نہیں اور اگر کوئی چیز عبادت کے متبادل ہے تو سوائے آنسوؤں کے اور کوئی چیز نہیں۔ تو آنسو ایسی چیز ہے جو عبادت کے متبادل ہو سکتی ہے۔ اس لیے دعا مانگنی چاہیے کہ یہ "آبِ رواں" مل جائے کیونکہ یہ زندہ دل کی نشانی ہے۔ اور بے حسی کی نشانی یہ ہے کہ آنکھ پتھرا جائے کیونکہ ایسا دل بے حس ہو جاتا ہے' پتھر ہو جاتا ہے۔ اور اگر احساس والا دل ہو تو کہتے ہیں آنکھ میں نمی آ جاتی ہے۔ بعض اوقات جدائی میں درد ہوتا ہے' بعض اوقات قرب

میں۔ جوں جوں آپ قریب ہوتے جاتے ہیں توں توں وہ قریب آتا ہے اور رِقّت طاری ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ جوں جوں کوئی دور جاتا ہے تو جدائی کا درد شروع ہو جاتا ہے۔ بس اس کے درمیان ساری کہانی ہے۔ تو آپ کو زندگی میں دو قسم کے آنسو آئیں گے' ایک یہ کہ اتنا قریب ہو گیا کہ آنسو شروع ہو گئے' ایک اتنا دور ہو گیا کہ بس آنسو ہی آنسو تھے۔ بس اس کے درمیان میں آپ کی زندگی کھیلتی ہے' جلوے دکھاتی ہے۔ ورنہ یہ سب گنتی کے دن ہیں۔ وہ چاہے تو جدائی عطا کرے اور دور ہو کے بھی تقرب عطا کرے تو رقت طاری ہو جاتی ہے' چشمِ پرنم اسی کو کہتے ہیں' چشمِ بینا یہی ہوتی ہے' اس پر راز آشکار ہوتے ہیں' رموز آشکار ہوتے ہیں۔ اس طرح درد پیدا ہوتا ہے اور اہلِ درد کے لیے دنیا کوئی مسئلہ نہیں رہتی چاہے وہ جو کچھ کرے۔

سوال :۔

چشمِ پرنم کا آپ نے فرمایا ہے تو رونے والوں کے پاس تو کوئی بیٹھتا نہیں .....!

جواب :۔

پاس بٹھانے کی ذمہ داری ہماری نہیں ہے۔ پاس بیٹھنا اور چیز ہے اور دوری اور چیز ہے۔ آپ اس لیے رونا بند نہ کر دینا کہ کوئی پاس نہیں بیٹھے گا۔ ویسے تو لوگوں کی نفرت سے بچنا چاہیے بلکہ لوگوں کی "محبت" سے بھی بچنا چاہیے۔ آپ جس رونے کی بات کر رہے ہیں' رونے والا وہ واقعہ زندگی میں ایک ہی دفعہ ہونا کافی ہے۔ اگر مشاہدہ کھل جائے اور

کسی کو اپنا عمل بوجھ نظر آنے لگے تو اسی وقت درد بن جاتا ہے' پھر انسان کہتا ہے کہ یا الٰہی ہم کس کام کے لیے آئے اور یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ غور سے اپنا حاصل کردہ سامان دیکھیں تو کہیں گے کہ سارا کباڑ خانہ ہی اکٹھا کرتے رہے ہیں اور کس کس طرح اکٹھا کیا ہے۔ عام رونے میں اور چشمِ پرنم میں بڑا فرق ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کوئی واقعہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا سزا ہے؟

جواب :۔

اب آپ اس معیار سے نکلنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ یہی کہنا کہ سب اللہ نے کیا ہے۔ جب انسان مکان بنا چکا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے پیسوں سے بنایا ہے۔ مگر یہ تو اللہ احسان کر رہا ہے' اس لیے اس کا شکر ادا کرو۔ آزمائش ہوتی ہے غیروں کے لیے اور اپنوں کے ساتھ تو مہربانی ہوتی ہے۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق ہے تو پھر آزمائش نہیں ہے۔ راز کی بات یہی ہے۔ جو غیر ہے وہ صبر کرتا ہے اور جو اپنے ہیں وہ شکر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے لیے چن لیا اور شکر ہے کہ تو نے اس امانت کے لیے مجھے منتخب کیا۔ اگر آپ کو شہادتِ کربلا کا واقعہ سمجھ آ جائے تو پھر آپ کہیں گے کہ شکر ہے ایسا واقعہ ہو گیا۔ جس کو اتنی بڑی دولت مل گئی اس کے لیے ہی تو شکر ہے۔ اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ آزمائش نہیں ہے۔ اس نے چمگادڑوں کو بنایا

اور آپ کو انسان بنا کر بھیج دیا ہے۔ اس پر بڑا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کیا نہیں بنا سکتا' وہ کیا نہیں کر سکتا تھا۔ کتنی مہربانیوں میں اس نے پہل کی' اس لیئے آپ شکریہ ادا کرنے میں پہل کریں۔ یہ آزمائش کی بات نہیں بلکہ احسان کی بات ہے۔ احسان ماننے والے کے لیے کوئی آزمائش نہیں ہے' احسان ماننے والے کے لیے ہر راستہ خوشگوار ہے۔
اس کا احسان مانو اور اس سے محبت کا اظہار کرو۔

سوال :۔

کسی انسان کی ذات میں صفات کی پہچان کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب :۔

ایک آدمی نے دوہا کہا' اس پر غور کرنا چاہیے :۔

پتھر پوجے' پاتھری پوجے' پوجے بڑے پہاڑ
گھر کی چاکی کو نہ پوجے جس کا پیسا کھائے سنسار

تو انسان پہاڑوں کو پوجتا ہے' پتھروں کو پوجتا ہے' بتوں کو سجدہ کرتا ہے مگر اس کو نہیں پوجتا جو اسے کھلاتا ہے یعنی گھر کی چاکی کو اور اپنے آپ کو۔ اسے سب میں نقص نظر آ رہا ہے' دوسرے تیسرے سب میں نقص نظر آتے ہیں۔ اس کا جوہر خراب ہو چکا ہے اور اصلی نہیں رہا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھنے سے پہل کرے کیونکہ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا' خدا کو پہچان لیا۔ یعنی کہ عرفان جو ہے وہ اپنی ذات سے ملتا ہے۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو نہیں پہچان سکا تو میں یہ نہیں مانتا۔ آپ اپنے آپ کو تھوڑا ٹائم دیں' اپنی رعنائیوں میں تھوڑی

جلوہ گری دیکھیں' یہ دیکھیں کہ حاصل کیا ہے' محرومی کیا ہے اور اندیشہ کیا ہے۔ جب انسان اپنے حاصل پر مطمئن ہو تو اسے محرومی کا ڈر کیوں ہے؟ حاصل پر مطمئن ہو کر اپنی پہچان شروع کرو تو صفات سے تعارف ہونا شروع ہو جائے گا۔

سوال :۔

مگر انسان اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے ......۔

جواب :۔

وہ کیوں دیتا ہے؟ نہ دے۔ ایک آدمی جو خودکشی کرتا ہے وہ خودکشی نہ کرے۔ اس لیے اگر فریب دیتا ہے تو فریب ہرگز نہ دے۔

سوال :۔

دنیا بہت تنگ کرتی ہے .....۔

جواب :۔

لوگ برداشت کرتے ہیں' اس دنیا کے اندر خودکشی والے چند واقعات ہوتے ہیں' باقی ہزارہا لوگ غم برداشت کر رہے ہیں' وہ صبر کرتے ہیں

سوال :۔

جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں۔
جب صبر نہیں ہوتا پھر آدمی کیا کرے؟

جواب :۔

جب صبر نہیں ہوتا تو کیا آدمی خودکشی کا راستہ اختیار کرے؟ کیا

کسی پر پہلے اتنا غم پڑا جتنا آپ پر پڑا ہے؟ ضرور پڑا ہو گا۔ کیا کسی انسان نے اپنے آپ کو رضائے الٰہی سے گزارا؟ گزارا ہو گا۔ کیا آپ اپنے آپ کو کچھ زیادہ کمزور تو محسوس نہیں کر رہے یا اپنے آپ کو زیادہ بلند تو نہیں سمجھ رہے۔ آپ دوسروں کی نگاہ سے اپنے آپ کو دیکھیں یا اپنی نگاہ سے دیکھیں یا خدا کی نگاہ سے دیکھیں۔ اگر آپ دنیا کی نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو محسوس ہو گا کہ لوگ آپ کی عزت نہیں کرتے مگر آپ کو تو قابلِ عزت ہونا چاہیے تھا۔ آپ محسوس کریں گے کہ کوئی پاس سے گزر گیا اور سلام ہی نہیں کیا' بعض اوقات وہ دیکھتا بھی نہیں ہے۔ اگر آپ خود کو اپنی نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو بات سمجھ آتی ہے کہ آپ کیا ہیں۔ جس شخص نے آپ کا خیال نہیں کیا' آپ نے اس کا کیا خیال کرنا ہے۔ جو آپ کو آج برا لگ رہا ہے' آپ اسے کیوں اچھے لگ سکتے ہیں۔ جس انسان نے آپ کو خوشی نہیں دی اس کی زندگی میں آپ نے کیا خوشی پیدا کرنی ہے۔ انسان خود اپنے آپ کو محبوب سمجھتا ہے اور دوسروں سے محبت نہیں کرتا۔ یہ بھی ایک قسم کی خوابوں کی بستی ہے اور اگر خود اللہ تعالیٰ کی نظر سے دیکھو تو دنیا چار دن کا میلہ ہے' کوئی خوشی زیادہ دیر نہیں رہے گی' سارے غم گزر جانے ہیں۔ اگر آپ چپ کر جاؤ تو یہ غم بھی کم ہو جائے گا۔

کٹ جائیں ایام میری تشنہ لبی کے

تو کٹ ہی جائیں گے یہ دن۔ رات بھی ختم ہو جائے گی' دن بھی ختم ہو جائے گا' وہ سب بھی ختم ہو جائے گا' خوشی نہ رہی تو غم کب تک

رہے گا۔ اس لیے غم کو بھی چار دن کا میلہ سمجھ کر گزار لو۔ ہر چیز چار دن کا میلہ ہے' اس کے بعد وہ ختم ہو جائے گا۔ بندہ نہیں رہتا تو غم کہاں سے رہے گا۔ آپ فکر نہ کیا کریں۔ لوگ ایسے ہی ڈراتے ہیں کہ وہ کچھ کرنے والے ہیں۔ آپ خود پر مہربانی کریں۔ آپ پر اللہ کی مہربانی ہے۔ وہی برداشت دیتا ہے اور صبر دیتا ہے۔

سوال :۔

غم اور تکلیف میں اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟

جواب :۔

غم اور تکلیف میں لوگ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جب کہ اللہ ساتھ رہتا ہے۔ لوگ آپ کی شادیوں میں شامل نہیں ہوتے' غم میں کون شامل ہو گا حالانکہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ خوشی میں شامل ہونا آسان ہے۔ آپ زندہ رہیں' سب لوگ زندہ رہیں' اللہ کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر میں خاص بات ہے۔ جب آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ الحمدللہ تو یہ بڑے راز کی بات ہے۔ لہٰذا جہاں آپ کی پسند کی زندگی نہ ہو' وہاں خاموشی سے گزر جانا' یہ بھی اللہ کا شکر ہے۔ اسی طرح اپنی پسند کو خاموشی کے ساتھ چھوڑنا بڑا شکر ہے بلکہ نمبرون شکر ہے۔ ناپسند کو خوشی سے قبول کرنا بھی اللہ کی بڑی مہربانی ہوتی ہے۔ تو جو چیز آپ کو پسند نہ ہو اور آپ کے ساتھ ہو' آپ کے گلے کا ہار ہو تو پھر آپ اسے قبول کرو۔ پسند کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور ناپسند کو قبول کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے' اور یہ کر جانا اللہ کے شکر کا مقام ہے۔ جب آپ اپنی زندگی کی تعریف کرتے

ہیں' شکر کرتے ہیں تو دراصل یہ اللہ کی تعریف ہے۔ تو اللہ کا شکریہ ہے کہ اپنی حاصل چیز کو پسند کرو اور یہ اللہ کی تعریف ہے۔ یہ زندگی چار دن کی ہے اور اس میں آپ محبت سے گزر رہے ہیں تو یہ اللہ کی تعریف ہے۔ عبادت بھی اللہ کی تعریف ہے اور زندگی کو قبول کرنا بھی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے' بڑی عبادت یہ ہے کہ آپ اس کی طرف سے آنے والی ہر چیز کو قبول کریں۔ تو راز یہ ہے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کس پر راضی ہے تو آپ خاموشی سے یہ فارمولا استعمال کر لیا کریں۔ اگر آپ اللہ کی ہر بات پر دل سے راضی ہیں تو اللہ آپ کے ہر عمل پر راضی ہے۔ جس پر اللہ نے راضی ہونا ہوتا ہے اسے اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ اگر آپ کی خواہش اور ہے' آپ کو ملا کچھ اور ہے یعنی آپ نے جو چاہا تھا یوں تو نہیں چاہا تھا' اور پھر بھی آپ اس کا شکر ادا کرتے ہیں تو یہ بڑی بات ہے۔ جن لوگوں نے جیل میں شکر ادا کیا ان کا شکر قبول ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ امامینؑ کی طرف سے چلا آرہا ہے اور یہ بڑے تقرب کی بات ہے۔ غم میں سجدہ بڑے تقرب کی بات ہے۔ خوشی پوری نہ ہونے کے باوجود سجدہ کرنا بڑے مقام کی بات ہے اور بڑے قرب کی بات ہے۔ اس لیے جب خوشیاں نہ پوری ہوں تو آپ سجدہ کریں۔ اس طرح اللہ راضی ہوتا ہے۔ جب خواہش پوری نہ ہو تو سجدہ کریں' اللہ راضی ہوتا ہے۔ جب زندگی ابتلا سے گزر رہی ہو' لوگ ہمدردی کر رہے ہوں تو آپ کو چاہیے کہ آپ سجدہ کر رہے ہوں اور کہیں کہ یا اللہ تیری مہربانی ہے' تو جس حال سے گزار' تیری مرضی' یا اللہ میں تیری ہر مرضی پر راضی ہوں۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ۔

ہم راضی ہیں اس قسمت سے
جیسی جبار نے تیار کی ہے

تو وہ جو بھی عطا کرے، آپ راضی ہیں۔ اس رضا پر اللہ خوش ہوتا ہے کہ آپ اس کے ہر فیصلے پر خوش ہو جائیں۔ آپ درمیان میں اپنا فیصلہ نافذ نہ کریں۔ بلکہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں۔

سوال:۔

کیا ہم صفات کے حوالے سے ذات کو پہچان سکتے ہیں؟

جواب:۔

صفات کے حوالے سے آپ اللہ کو نہیں پہچان سکتے اگرچہ صفت کو آپ پہچان سکتے ہیں۔ صفات کی تفسیر بھی بڑی لمبی ہے۔ صفات کے اندر جو تضادات ہیں، اس میں آپ دیکھیں گے کہ لامحدود کی ہر صفت لامحدود ہے۔ آپ صفات سے ذات تک بڑی مشکل سے پہنچیں گے۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے واحد ذات، واحد راستہ جو ہے وہ تقرب محبوبِ الٰہی ﷺ ہے۔ اور راستہ کوئی نہیں ہے بلکہ صرف تقرب محبوبِ الٰہی ﷺ ہے۔ اللہ کی Known صفات، معلوم صفات آپ کے پاس کل ننانوے ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ وہ ہر روز نئی شان کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ اس کی ذات کو جاننے کے بعد اس کے بارے میں بے حد معلوم ہو گا۔ اس کی کسی ایک صفت کو جاننے کے بعد، پہچان لینے کے بعد آپ اس کی متضاد صفت کو نہیں پہچان سکتے۔ اس لیے اکثر آپ کے ساتھ اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً دعا قبول ہو گئی اور آپ نے کہا

مہربانی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ قبولیت کچھ اور نتیجہ لاتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہوئی۔ اس لیے صفات کے اندر ایک وسیع Paradox ہے' تضاد ہے۔ اس لیے ذات سے تعلق بڑا آسان ہے۔

اللہ نے اپنے تقرب کا بتایا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں۔ تو آپ اسے کسی ایک طریقے سے پہچان لیں ورنہ آپ چلتے ہی جائیں گے۔ صفات کے ذریعے چلنا مشکل ہو گا' محال ہو گا۔ اس لیے دقت ہو جاتی ہے۔ مثلاً" نماز آپ کی صفت نہیں ہے لیکن آپ کی نماز آپ کو ذات سے متعلق کر سکتی ہے۔ آپ کی کوئی صفت آپ کو متعلق کر سکتی ہے۔ اگر آپ ایک صفت کے حوالے سے چلتے جائیں گے تو جب دوسری صفت Operate کرے گی تو آپ گھبرا جائیں گے۔ مثلاً" بچانے والا خالق ہے اور مارنے والا بھی اللہ ہے۔ ذاتِ الٰہی کا شعور قرآن کریم کے باہر بھی ہے۔ قرآن صرف اللہ کا کلام ہے' وہ آپ نہیں ہے۔ لفظ "اللہ" بھی وہ نہیں ہے' وہ ذات ہے اور "اللہ" اسم ہے۔ صفات جتنا بھی اثر کرتی جائیں' ذات پھر بھی نہیں بنے گی کیونکہ یہ حصہ ہے' تعارف ہے۔ آپ کے پاس Demand ہوتی ہے' طلب ہوتی ہے کہ ایک چہرے کو دیکھنا ہے اور اگر عکس نظر آیا تو وہ ذات نہیں ہے۔ ہر چند کہ ذات اس کی اپنی ہے' صفت اپنی ہے مگر آپ کی ڈیمانڈ اور ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری اطاعت کرو اور ان کی بھی اطاعت کرو۔

خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اور تیرا دل بھی اس کا اپنا گھر ہے' اگر دل والا گھر خالی ہے تو خانہ کعبہ بھی خالی ہے۔ گمراہی کی بلت ہو جاتی ہے اور کہنا نہیں چاہیے کہ اگر تیرا دل آباد ہے تو یہی خانہ خدا ہے۔ صفت بہرحال

Infinity کا حصہ ہے' لامحدود کا حصہ ہے ہر چند کہ Infinity اس کا حصہ ہے مگر وہ نہیں ہے۔ اللہ رازق ہے اور یہ اس کی صفت ہے۔ اگر کوئی اللہ کو رازق سمجھ کر پیسے کی بات کرتا ہے اور اس لیے سجدہ کرتا ہے تو یہ شرک ہے اور وہ شخص گمراہ ہو گیا۔ یہ ایک اتنی بڑی بات ہے کہ اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو سفر آسان ہو جاتا ہے اور آپ کنفیوژن سے نکل جاتے ہیں۔ اللہ کی یہ صفات بھی ہیں کہ وہ رؤف اور رحیم ہے اور اللہ نے قرآن میں اپنے محبوب کو بھی رؤف اور رحیم کہا ہے۔ رازق اللہ ہے اور رازق انسان بھی ہے' قہار اللہ اور قہار انسان بھی ہے' رحمان اللہ اور رحمان انسان بھی ہے' رحیم اللہ اور رحیم انسان بھی ہے۔ تو صفات ساتھ ساتھ چلتی جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی کہا رؤف اور رحیم۔ لیکن اللہ واحد ہے' نہ اس کا جمع نہ واحد' اللہ معبود ہے' رازق معبود نہیں ہے۔ معبود صرف اللہ ہے۔ ذات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کائنات میں جتنی بھی صفات ہیں وہ معبود نہیں ہیں۔ یہی ایک راز تھا جس کو آپ نے پہچاننا تھا۔ آپ صفات کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ذات کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ کسی خانقاہ پر جاتے ہیں جہاں اللہ کی مہربانی ہے تو کیا مانگتے ہیں؟ اولاد اور پیسہ۔ سجدہ صرف اللہ کا کرنا ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے' یہ ہے اس کا راز۔ ضرورت کے سارے سجدے غیر ہیں۔ آپ نے کتنی ہی عبادتیں کیں اور ان سے اللہ کو نکال دیا۔ آپ نے اگر صفات سے اللہ تعالیٰ کو مانا ہے تو مریض جب اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ شفا مانگ رہا ہوتا ہے۔ غریب آدمی اللہ کی عبادت کر رہا ہوتا ہے تو وہ رزق مانگ رہا ہوتا ہے۔ اگر کسی کا دوست ناراض ہو گیا' جدا ہو گیا تو

دوست کو قریب لانے کے لیے آپ اللہ کی پاور کو Evoke کرتے ہیں۔
مانگنا تو ٹھیک ہے مگر عبادت اللہ کی کرنی ہے' شفا کی نہیں کرنی۔
اگر وہ قیامت تک شفا نہ دے' پھر بھی عبادت کرتے رہنا چاہیے اور بیمار ہونے کے باوجود آپ کی اطاعت میں فرق نہ آئے' غریب ہونے کے باوجود آپ کی اطاعت میں فرق نہ آئے' اللہ ہر حال میں اللہ ہے مثلاً" وہ ابھی ابھی رحمٰن ہو کر گزرا اور ابھی ابھی قہار ہو کر جلوہ دکھا گیا۔ آپ کا سجدہ ہر حال میں قائم ہونا چاہیے۔ مسائل حل کرانے والے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ خواہش پوری نہ ہو تو گلہ تو نہ ہو۔ بس آپ اپنی عبادتوں کا جائزہ لیتے رہا کریں کہ یہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ جو ہے وہ اللہ ہے۔ بہرحال آپ اللہ کی عبادت کریں' صفات کی نہیں۔ اللہ کی صفات کو ہم سب مانتے ضرور ہیں۔ صفات کی اتنی عزت کریں جتنی اللہ کی۔ اطاعت کس کی ہو گی؟ سجدہ کس کا ہو گا!!
اب آپ کو ایک اور بات بتائی جائے۔ صفات کو ساری کائنات اور غیر مسلم بھی مانتے ہیں' ذات کو نہیں مانتے۔ آپ نے ذات کو ماننا ہے۔ خالق اپنی مخلوق میں جلوہ گری کرتا رہتا ہے۔ رازق کے حوالے سے پوری کائنات چل رہی ہے۔ موت کے حوالے سے سب مانتے ہیں۔ موت کو سب مانتے ہیں' زندگی کو مانتے ہیں' لیکن اللہ' عین اللہ' آپ نے ماننا ہے۔ اگر وہ دے تو اللہ' نہ دے تو اللہ۔ ہر حال میں آپ نے ماننا ہے۔

آپ اور سوال کرو۔ میں منع نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سوالوں کے بغیر بھی دیتا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا جائے۔ جو ہوتا

ہے ہونے دو۔ مانگو، ملے نہ ملے، تب بھی آپ عبادت کرتے جاؤ۔ دیتا ہے کبھی اور کبھی نہیں دیتا۔ مگر اس اللہ کی عبادت کرتے جاؤ۔ وہ اللہ جو دیتا ہے کبھی وہی اللہ ہے جو نہیں دیتا۔ اکثر لوگ اس اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رزق دیتا ہے۔ آپ ذات کو پہچانیں اور اس کی عبادت کریں۔

سوال :۔

کیا درد کی حالت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ ہر طرف وہ ہی وہ دکھائی دے ـــــ ایسے میں درد والا کیا کرے؟ اور ہمارے لیے کوئی واضح راستہ بتائیں۔

جواب :۔

اس سے آگے اس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ آگے سرحد شروع ہوتی ہے وحدت الوجود کی۔ وہ بیان کرنے والی بات نہیں ہے۔ وحدت الوجود علم نہیں ہے جسے بیان کیا جائے، مشاہدہ ہے جسے دیکھا جائے۔ ذات، صفات، نظر، نظارہ، شعور، ظاہر اور شہود، یہ صداقت ہے۔ اگر آپ کے سجدہ کرنے کے عمل میں صداقت ہے تو آپ جہاں بھی سجدہ کرو گے تو وہاں وہ مسجود ہے۔ جو آپ کے سامنے ہے اور پیچھے ہے، وہ سب کا علم رکھتا ہے۔ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور ساری کائنات میں غیراللہ کا وجود ممکن نہیں۔ وہ قادر ہے اور کوئی انکاری کیسے ہو سکتا ہے۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

آپ سجدے سے تعلق رکھیں۔ میں نے بتایا یہ ہے کہ کہیں صفات کو سجدے نہ کرتے رہنا' ذات کو' اللہ کو سجدہ کرنا اور یہ سجدہ ضرورت کا سجدہ نہ ہو۔ ماسوائے عبادت کے کوئی چیز شاملِ عبادت نہ ہو۔ تو یہ ساری بات بیانِ کرنے والی نہیں ہے بلکہ غور کرنے والی ہے۔ ایسا کیوں ہے' دو انسان بیک وقت' یکساں اوقات میں ایک ذات کا' ایک انداز سے' سجدہ کرتے ہیں مگر دونوں کے نتیجے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ذات ایک ہے' سجدہ ایک ہے' وقت بھی ایک ہے' دونوں کا علم ایک ہے' الفاظ بھی ایک ہیں' مگر دونوں کی عبادت کے اندر نتیجہ مختلف ہے۔ تو لازماً بات ہے کہ اس عمل کے علاوہ بھی کوئی بات شامل ہے۔ وہ دونوں جو ظاہری عبادت کر رہے ہیں' اس میں عبادت کے علاوہ بھی کوئی چیز شامل ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ان کی عبادتیں لوٹا دی جائیں گی۔ اللہ یہ کبھی نہ کہتا' اسے کیا ضرورت ہے کہنے کی' عبادت کو نامنظور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک تو ویسے ہی آپ کے پاس عبادت کرنے کا وقت نہیں ہے اور کبھی عبادت کر لیتے ہیں تو نامنظوری کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ فرشتے بھی عبادت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کچھ فرشتے آپس میں اس اندیشے میں بیٹھے تھے کہ عبادت کا وہ حشر نہ ہو جو شیطان کی عبادت کا ہوا تھا کیونکہ اس کی کروڑہا سال کی عبادت ایک سجدے کی وجہ سے رائیگاں ہو گئی۔ سجدے سے انکار سے پہلے شیطان بڑا عبادت گزار تھا۔ آج بھی جو لوگ ملتے گئے اور ایک کہنا نہ مانا تو وہ ابلیس بن گئے۔ اور آج کل آپ کتنے احکام نہیں مانتے۔ بس یہ اسی

کی مہربانی ہے کہ وہ واقعہ Repeat نہیں ہو رہا' سزا نہیں مل رہی ورنہ عبادت کا وہ انجام بھی ہو سکتا ہے یعنی جو ابلیس کا حشر ہوا۔ اس لیے یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ ہمارا ایسا حال نہیں کرتا۔ تو جب آپ یہ کہتے ہیں کہ دو اشخاص کی عبادتوں میں' یکساں عبادتوں کے درمیان آخر فرق کیا تھا تو فرق یہ ہوتا ہے کہ اس میں احساس ہوتا ہے' درد ہوتا ہے' کچھ بھی ہو' یہ Condition کی بات نہیں ہے' بس یہ مل جائے تو درد ہے۔ ورنہ یہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خوشی بیان نہیں ہو سکتی تو وہاں غم کیسے بیان ہو گا۔ درد بیان نہیں ہوتا' بینائی بیان نہیں ہوتی' بلکہ دیکھی نہیں جا سکتی۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ درد غصہ بن سکتا ہے' درد انتقام بن سکتا ہے' بعض اوقات محبت کا درد نفرت بن سکتا ہے' ظالم نے اتنی تکلیف پہنچائی کہ محبت کی بجائے نفرت ہو گئی' اب اس کی جدائی نے اتنی تکلیف دی ہے کہ اس محبوب سے نفرت ہو گئی ہے۔ محبت کی یاد شدتِ غم کی وجہ سے نفرت پیدا کرتی ہے۔ بعض اوقات غم سجدہ بنتا ہے' ایک ایسا غم جو اگر بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کر جائے تو یہ اس غم کی بات ہے جو منت کش دوا نہ ہوا۔ وہ غم ایک ایسی چیز ہے جو اگر چھن جائے تو سمجھو کہ متاعِ بے بہا ختم ہو گئی۔ اس غم والے کہتے ہیں کہ ۔

مجھے سب قبول فلک مگر
غمِ دوست مجھ سے طلب نہ کر

غم والا کہتا ہے کہ یہی میری زندگی کی آس ہے' یہی زندگی کی

تلاش ہے اور زندگی کے اندر جو میرا حاصل ہے یہ غمِ دوست ہے' یہ نہ لینا۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جن کی ماسوا کی محبت' غیراللہ کی محبت' کسی انسان کی محبت' ماورا کی محبت میں تبدیل ہو جائے۔ وہ غم جو ہے واحد ذریعہ ہے اللہ تک رسائی کا۔ اس لیے ماسوا کی محبت ماورا کی محبت بن جانے کا بڑا امکان ہوتا ہے' اس لیے اس کو قبول کرتے رہتے ہیں' پھر یہ "آنا" فانا" قبول ہو جاتی ہے۔ جس طرح ہیر رانجھا کو ذاتی محبت تھی مگر وارث شاہؒ کے آ جانے سے وہ غیر ذاتی بن گئی۔ اللہ کی طرف جانے والوں کا غم ویسے ہی بیان ہوتا ہے جیسے دنیا والوں کی محبت۔ مثلاً" امیر خسروؒ نعت پڑھ رہے ہیں تو فرماتے ہیں کہ۔

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود' شب جائے کہ من بودم

یہ ساری غزل ہے اور دردِ الٰہی عام طور پر مزید ہو جاتا ہے' وہ درد اللہ کی طرف سے ہے اور وہ دنیا سے کچھ حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ درد اچھا نہ ہو تو یہ اچھی بات ہے۔ تو اس طرح ماسوا کی محبت ماورا کی لگن بن جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ اچھا ہوا کہ درد ٹھیک نہیں ہوا۔

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

درد والا تسلیم کو تحقیق کے بغیر مان لیتا ہے۔ کیا زندگی میں کوئی ایسی سٹیج آتی ہے کہ تسلیم کی شکل دیکھیں اور کبھی ہم ایمان کا چہرہ دکھا

سکیں؟ اگر آپ نے یہ نہ دیکھا تو آپ کا ایمان نامکمل رہ جائے گا۔ یہ ضروری ہے۔ آج کی دنیا جو آپ کے سامنے ہے' مسلمانوں کی جو دنیا ہے' کیا آپ کے علم میں ہے اور علم کے مشاہدے میں کیا کوئی آدمی ہے؟ تو آج کل اسلام ہے مگر مسلمان نظر نہیں آتا۔ اسلام کے قوانین مکمل ہیں' قوانین کے مطابق آپ کو کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا جو Present کیا جا سکے' پیش کیا جا سکے کہ یہ ہے مسلمان۔ تو جب تک آپ کو زندگی میں کوئی ایسا نظر نہ آئے جس کو آپ کہہ سکیں کہ یہ مسلمان ہے تو آپ کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک تاریخ میں یہ نظر آئے گا کہ آئیڈیل مسلمان ہے' یہ صحیح مسلمان ہے' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوئی ہیں تو گواہی دینے کی حد تک آپ پر مشاہدہ لازم ہے۔ ورنہ آپ کے ایمان کے اندر دراڑ ہے۔ اس زندگی کے اندر آپ سے ہر روز پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے اس اسلام کے مطابق کوئی مسلمان دیکھا؟ اگر آپ کا جواب ناں میں آتا ہے تو پھر آپ پر گرفت ہے۔ اگر کوئی ایسا انسان آپ کو نہیں ملا تو پھر آپ نے خود کو وہ آدمی سمجھا ہے اور اگر یہ کہتے ہیں کہ میں بھی وہ نہیں ہوں تو پھر سارا نظام خراب ہو گیا۔ آخر کار آپ اسلام سے باہر ہو جائیں گے۔ پھر لوگ پوچھیں گے کہ یا اللہ کون ہے وہ آدمی جو اسلام کے مطابق کام کر رہا ہے؟ یا تو کسی کو ڈھونڈو یا خود بنو۔ جتنا بھی اس کے قریب ہو سکیں' اس کا مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ مشاہدہ دراصل کسی مسلمان کا مشاہدہ ہے اور اسلام کی زندگی کو مشاہدے میں دیکھنا ہے۔ یہ آپ کے لیے ثواب کا باعث ہے۔ ایسا کوئی انسان موجود ہونا چاہیے جس پر اللہ کا انعام ہو۔

ایک درویش نے بہشتی دروازہ لگایا' ان سے پوچھا گیا یہ واقعہ کیوں ہے اور کیا ہے' بہشت تو آخرت کے بعد ہے۔ تو انہوں نے فرمایا جس نے یہاں بہشت نہیں دیکھی' اس نے آگے کیا دیکھنی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت ہے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ یہ اس اندھے کی بات نہیں جو بینائی سے محروم ہے۔ یہ ایمان کے اندھے کی بات ہے۔ جس نے یہاں اپنے ایمان کا چہرہ نہ دیکھا اس نے قیامت کو کیا دیکھنا ہے۔ اسی لیے یہ بڑا سوال ہے اور اس کا بڑا جواب ہے۔ اللہ آپ کو آپ کے ایمان کی شکل کا دیدار کرائے اور اسے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے کوئی گرائمر نہیں ہے' کوئی فارمولا نہیں ہے' اللہ پوچھے گا کہ کیا میری کائنات دیکھی؟ اگر آپ جواب دیں کہ دیکھی اور اسلام پسند آیا تو آپ کے پاس کم از کم دو نام ضرور ہونے چاہئیں' ایک آپ خود اور ایک جس کو آپ نے دیکھا ہے۔ آپ مسلمان ہیں' آپ اسلام کو جانتے ہیں' آپ کو یہ راستہ چلنا چاہیے' اللہ ضرور یہ راستہ دکھاتا ہے۔ بزرگوں میں سے اگر کوئی خواب میں دیدار کرائے تو اسے کہتے ہیں اویسی سلسلہ۔ اویسی سلسلہ کیا ہوتا ہے؟ خواب میں کسی کا گزر ہو' کوئی بزرگ آپ کو دیدار کروائے اور آپ کو نسبت دے دے' داتا صاحبؒ سے ہو جائے' خواجہ صاحبؒ سے ہو جائے یا کسی بزرگ سے ہو جائے یا پھر کوئی حال کا بزرگ ہو۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔ اگر آپ کو کوئی ایسا پیر بھی مل گیا جو ناکامل ہے' نامکمل ہے' تو اگر وہ نامکمل پیر آپ کو وابستگی دے گیا تو اس کی اس سے بڑی قابلیت کوئی نہیں ہے۔ وابستگی کے بعد کسی مقام پر آپ نے اس کی صداقت فکری یا صداقت غیر فکری

کا اظہار کر دیا تو وابستگی کا فائدہ ہی کچھ نہ ہوا۔ آپ کو اس سے تعلقات پر استقامت ہی فائدہ پہنچاتی ہے۔ اپنے تعلقات پر استقامت جس کو نہیں ملتی اسے فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سفر کے ساتھ استقامت عطا فرمائے۔ استقامت ہی اس سفر میں کرامت ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اگر چار آدمی مل کر اللہ کی تلاش میں چل پڑیں تو ان کو اللہ ضرور ملے گا۔ اگر ان چاروں کو اللہ نہیں ملتا تو جتنی سنگت چلتی ہے اتنا ہی اللہ ہے۔ جس جگہ آپ اللہ کا ذکر کرتے ہیں' اس جگہ کا نام ہے اللہ کی جگہ' جس جگہ آپ سجدہ کرتے ہیں وہ جگہ ہے مسجود کی جگہ۔ دو آدمی اگر ہم سفر ہو کر ملیں تو ان دونوں آدمیوں کو آخری مقام تک ہم سفر رہنا چاہیے۔ اپنے ساتھوں کے ساتھ وابستگی اتنی ضروری ہے کہ اپنے خیال کے اندر استقامت ہو جائے۔ اگر آپ اکیلے جا رہے ہیں تو اکیلے چلتے جائیں' اس میں بھی بڑا خیال ہے' اسے یکتائی خیال کہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ توحید کے متعلق فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ بتائیں گے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے شیخ کے ہمراہ حج پر جا رہے تھے تو ایسا واقعہ ہوا کہ راستے میں ایک گھوڑ سوار آیا اور ان کے شیخ سے بات کی۔ شیخ نے کہا نہیں اور وہ شخص واپس چلا گیا۔ بزرگ نے اپنے شیخ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تیرے اس سوال کا جواب آیا تھا جو تو نے توحید کے بارے میں پوچھا تھا۔ پوچھا یہ کون تھے؟ بولے خضر علیہ السلام آئے تھے اور کہتے تھے اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ حج پر چلوں تو میں نے کہا کہ ہم مل کر نہیں چل سکتے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اللہ کے خیال کو توڑ کر تمہارے خیال میں لگا دوں۔ یعنی کہ جس

خیال میں آپ چلے ہیں اسی خیال میں آپ نے سفر کرتے جانا ہے' جس سنگت کو لے کر چلے ہیں' اس سنگت کو لے کر چلنا ہے' جس احترام میں چلے ہو اس احترام میں چلنا ہے' پہلے دن جو آپ کی حالت ہے یہ آخری دن تک رہ گئی تو آپ کامیاب رہیں گے۔ جس نے کامیاب نہ ہونا ہو وہ راستے بدلتا رہتا ہے' کبھی چشتی' کبھی قادری' کبھی اِدھر کبھی اُدھر' کبھی یہ کبھی وہ اور پھر کہتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں سے ملے مگر فیض نہیں ہوا۔ تیری استقامت کا نام ہے فیض! تو اپنے آپ میں اپنے حال میں استقامت اختیار کرو۔ یہی فیض ہے۔ اس کے اندر سارے حجاب کھل جاتے ہیں۔ استقامت قائم ہونے کا نام ہے۔ جب آپ کو یہ حالت مل جاتی ہے تو ایمان کی سمجھ آ جاتی ہے۔ تو اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ آپ کے خیال میں کون آدمی ہے جس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے۔ تو آپ کو چاہیے کہ فوراً" بتا دیں۔ اس طرح آپ فقیر ہو جائیں گے اور آپ کو فقیروں کا گروہ مل جائے گا۔ اگر آپ دنیا دار ہو جائیں گے تو دنیا داروں کا گروہ مل جائے گا' کافروں کا گروہ مل جائے گا۔ اگر آپ میز پر تاش کے پتے رکھ دیں تو کچھ دیر بعد سارے کھیلنے والے آ جائیں گے۔ اگر آپ گھوڑے دوڑا دیں تو ریس لگ جائے گی۔ جیسے انسان آپ ہیں' آپ کو ویسے انسان مل جائیں گے۔ اگر آپ فقیر ہیں تو آپ کو فقیر ملیں گے۔ اگر آپ اعلان کر دیں کہ پڑھنے والے بندے مل جائیں تو وہ مل جائیں گے آپ کو۔ یہ آپ کا اپنا اندیشہ ہوتا ہے جو آپ کو تنہا لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس لیے آپ کو آپ کے ایمان کا حسن' آپ کو اپنے ایمان کی شکل ضرور نظر آنی چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ آپ یہاں اس دنیا سے

اندھے ہو کر گزریں۔ آپ اس ایمان کی شکل کو ضرور دیکھنا۔ پھر آپ کو کسی انسان ہی کی شکل نظر آئے گی۔ یہی ہے آپ کا عرفان۔ باقی یہ کہ آپ سب لوگوں کو میرے سفر کا پتہ ہے۔ یہ علم کا پراسیس ہے کہ آپ لوگ مجھ سے ملتے رہتے ہیں، ہم مل کر بیٹھتے ہیں، میں آپ کو گیٹ پر کبھی ریسیو کرتا ہوں اور کبھی گیٹ تک چھوڑنے بھی جاتا ہوں۔ جب میں اس سیٹ پر بیٹھتا ہوں تو یا تو آپ نے بٹھایا ہے یا میں بیٹھا ہوں۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کے بعد اس سیٹ کے مالکوں کی طرف سے میں نے آپ کو سکھانا ہے اور آپ عقیدت میں بیٹھ گئے۔ اگر میرے ہاتھ میں قرآن کا علم ہے تو میں آپ کو قرآن کی طرح احترام سکھاؤں گا۔ اگر صداقت کا علم ہے تو میں صادقوں کی طرح آپ کے اندر احترام پیدا کراؤں گا۔ ذاتی تعلق میں آپ سارے میرے لیے محترم ہیں مگر جب میں یہ بات کرتا ہوں تو پھر خاموشی کے ساتھ سنا جائے تاکہ Disturbance پیدا نہ ہو۔ آپ کی خاموشی میری گویائی ہے، آپ کا ادب، میرا مقام ہے۔

اب دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمارے اپنے عمل میں صداقت عطا فرمائے۔ ہمیں فکر میں صداقت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نواز۔ یا رب العالمین دنیا میں اتنی کمی نہ دے کہ ہم تیرے خیال سے غافل ہو جائیں، اتنا کرم نہ کر کہ ہم تمہیں بھول جائیں اور اتنا ستم بھی نہ کر کہ ہم تمہیں یاد ہی نہ کر سکیں۔ ہمیں اپنے قریب رکھ اور اپنے قریب والوں کے قریب رکھ۔ ہمیں آسانی عطا فرما۔ یارب العالمین! صاحبانِ اولاد کو

اولاد کی طرف سے آسانی عطا فرما۔ پاکستان کو بھی آسانی دے۔ مشکلات کو آسان کر یا اللہ! آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۵
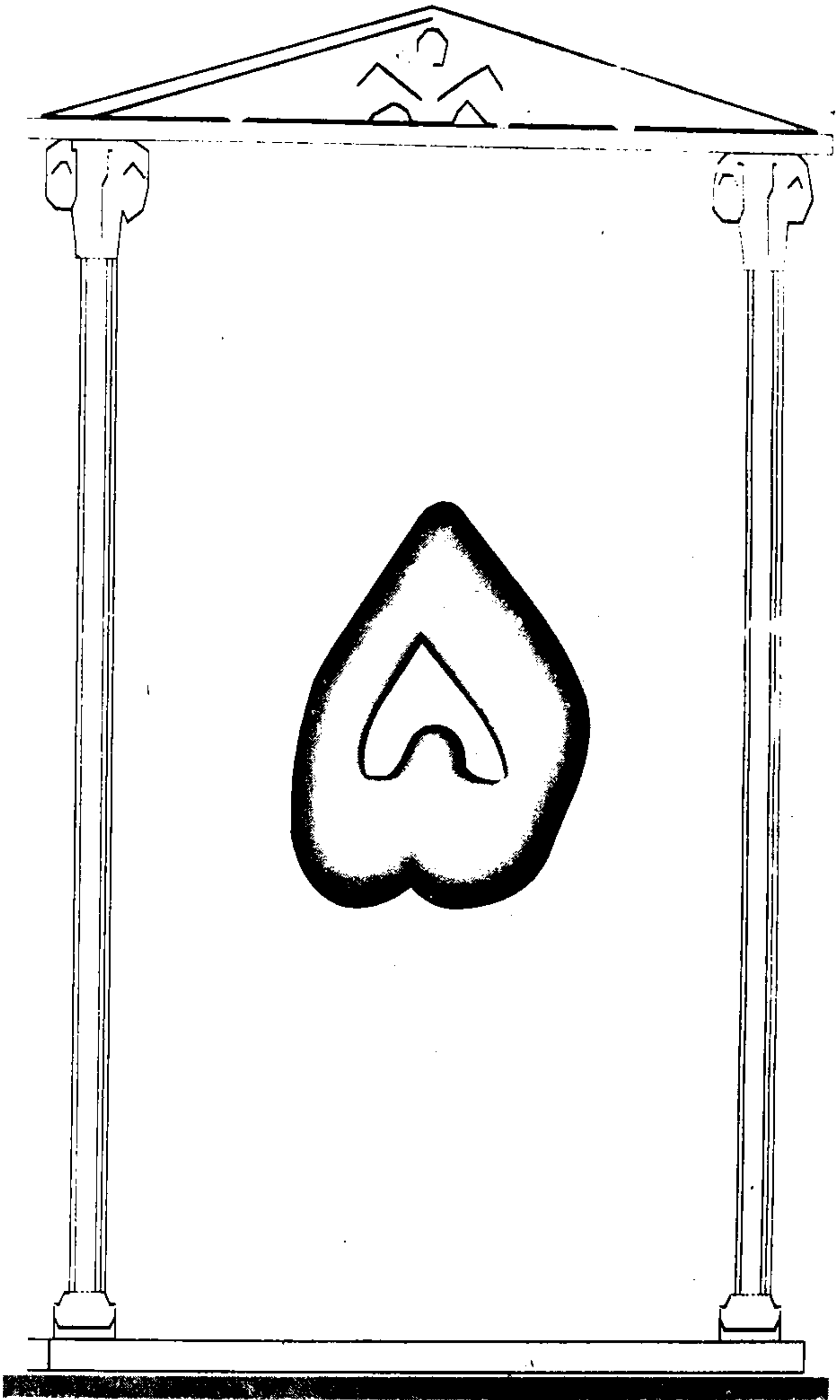
۱ آج کل دین کے بارے میں طرح طرح کی کئی کنفیوز کرنے والی باتیں ہیں۔۔۔۔پھر ہم کیا کریں؟

۲ عرض یہ ہے کہ وجدان کیا چیز ہوتی ہے؟

۳ آپ کی کتاب ''شب چراغ'' میں ایک نظم ہے ''سن رہا ہوں میں دور کی آواز''۔اس میں بڑا وجدان ہے۔

۴ وجد اور وجدان میں فرق کیا ہے؟

۵ کیا وجدان کو علم کی طرح پھیلایا جا سکتا ہے؟

۶ جتنے بھی اولیاءاللہ ہیں ان کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے تو ہم کیا کریں؟

۷ یہ جو بزرگوں کی تعلیمات ہیں یہ اسلام اور ایمان کی تبلیغ کے لیے ہیں۔

۸ بہت کوشش کے باوجود اب تک ہمارے باطن کی اصلاح نہیں ہو رہی اس کے لیے کیا کریں؟

۹ ہم اپنے معاشرہ میں لوگوں کو اسلام سے کم وابستہ دیکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور کیا بنے گا؟

۱۰ جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوتا رہتا ہے۔

سوال :۔

آج کل دین کے بارے میں طرح طرح کی کئی کنفیوز کرنے والی باتیں ہیں ------- پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بہت ساری چیزیں ہیں جو پتہ نہیں چلتا کہ کس طرح سے ہمارے ہاں آ گئی ہیں۔ ایسی چیزیں نماز میں بھی آ گئی ہیں اور تو اور آپ یہ دیکھو کہ کہتے ہیں کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھو' کبھی آپ اذان سنو تو ایک نے جب یا رسولُ اللہ کہہ دیا تو دوسرے نے کہا کہ یہ کافر ہے' تو اس نے کہا کہ تم یا رسولؐ اللہ نہیں کہتے ہو لہٰذا تم کافر ہو اور یہاں پر جتنے لوگ ہیں ان میں یا رسولؐ اللہ کہنے والے بیٹھے رہیں اور باقی نکل جائیں۔ تو دوسرے نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ پڑھنے والوں کو باہر نکال دیا جائے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی کو پکارنا گناہ ہے بلکہ شرک ہے۔ اللہ کو پکارنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ کو کچھ بیماری کا تو پتہ ہو تاکہ اس کا علاج کر کے بچا جا سکے۔ تو ایک نے دوسرے کو کافر کہہ دیا اور دوسرے نے پہلے کو کافر بنا دیا۔ یہ تو حساب کا سوال بنا ہوا ہے کہ کس طرح کا کافر اور کس طرح کا مومن! جو کام کافر کے ساتھ ہوتا ہے وہی کام مومن کے ساتھ بھی ہو رہا

ہے' یہ ایمان والی بات تو نہ ہوئی۔ مرنا اور زندہ ہونا تو دونوں کے ساتھ ہو رہا ہے' ہندو بھی روتا ہے اور مسلمان بھی روتا ہے۔ جب آپ روتے ہیں تو کیا آپ کے آنسو مسلمان آنسو ہیں اور ہندو کے آنسو ہندو ہیں؟ اور یہ سب آنسو مرنے والے ہیں۔ وہ کام جو زندگی میں آپ کرتے ہیں وہی کام کافر بھی کرتا ہے۔ آپ ایسے کاموں کو اپنی زندگی سے نکال دیں۔ لہٰذا پیدائش اور موت پر کوئی بحث نہیں ہے' آپ کے رونے یا ہنسنے پر بھی بحث نہیں ہے' ہر انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھاتا ہے' اس پر بھی کوئی بحث نہیں ہے' ہندو بھی کھانا کھاتا ہے اور آپ بھی کھانا کھاتے ہو' اس پر بھی بحث نہیں ہے' بیٹیاں آپ بھی بیاہتے ہو' ہندو بھی بیاہتا ہے' بیٹا بیاہ کر ہندو بھی گھر میں لاتا ہے اور مسلمان بھی' اس میں بھی فرق نہیں' پیسے آپ بھی گنتے رہتے ہیں اور ہندو بھی گنتا رہتا ہے بلکہ ہندو زیادہ گنتا رہتا ہے' اور یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آنے والے وقت کا آپ کو بھی انتظار ہوتا ہے اور ہندو کو بھی انتظار ہوتا ہے۔ تو پھر کون سی ایسی بات ہے جو مسلمان میں ہے اور ہندو میں نہیں ہے! وہ آپ بتائیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو دعائیں اور آرزوئیں مسلمانوں کی ہیں اور وہی آرزوئیں ہندوؤں کی ہیں اور کافروں کی بھی ہیں۔ ہندو یا کافر اس طرح تو مسلمان ہونے سے رہا۔ مسلمان کہتا ہے کہ یا اللہ ایک اچھا مکان دے اور یہ کہ میں ایک اچھا مکان بناؤں گا۔ اور کافر کے پاس پہلے سے اچھا مکان ہے۔ اور آپ کا خیال ہے کہ اچھی زندگی ہونی چاہیے اور کافر کے پاس پہلے ہی اچھی زندگی ہے۔ ہمارے پاس ہسپتال اچھے ہونے چاہئیں اور وہاں کافروں کے پاس بہت اچھے ہسپتال ہیں اور یہاں سے لوگ علاج کرانے کے

لیے وہاں جاتے ہیں' بچہ یہاں بھی ویسے پیدا ہوتا ہے جیسے امریکہ کے ہسپتالوں میں' بچوں کے لیے تعلیم اچھی ہونی چاہیے تو وہاں ان کافروں کے پاس تعلیم اچھی ہوتی ہے' یہاں مستقبل اچھا ہونا چاہیے تو ان کے پاس بھی مستقبل اچھا ہے' یہاں اخبار ہونا چاہیے' تو اخبار وہاں بھی چھپتا ہے' یہاں جمہوریت ہونی چاہیے' وہاں بھی جمہوریت ہے بلکہ آپ نے جمہوریت کا پورا نام سنا نہیں' اس کا پورا نام یہ ہے کہ

Government of the poeple,for the people,by the people.

یعنی عوام کی حکومت' عوام کے لیے اور عوام کی جانب سے۔ تو یہ ڈیموکریسی یورپ میں آئی اور وہاں سے چلتی ہوئی ہمارے پاس آ گئی اور یہی ہمارے فیل ہونے کی وجہ ہے کہ ہم اکثریت کا فیصلہ نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اکثریت بے وقوف ہے اور اگر آج اکثریت سے پوچھا جائے کہ پاکستان میں اسلام ہونا چاہیے تو اکثریت یہی کہے گی کہ پاکستان میں اسلام نہیں ہونا چاہیے' جب کہ جمہوریت میں اکثریت کا فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کوئی پیغمبر اکثریت کے فیصلے سے نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے اکثریت کا فیصلہ تو نہیں لیا۔ اب آپ بتائیں کہ کیا یہ ووٹ سے ہوا۔ کسی پیغمبر نے ووٹ نہیں لیے۔ کسی ولی اللہ نے ووٹ نہیں لیے اور کسی امام نے ووٹ نہیں لیے۔ دین کے جتنے بھی درجے ہیں وہ کسی نے ووٹ سے حاصل نہیں کیے۔ ووٹ سے اس علاقے کا "غوث" آپ نہیں بنا سکتے! "غوث" کون بنائے گا؟ اللہ بنائے گا۔ تو اسلام کی جمہوریت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ وہ جو مرتبے مغرب سے آتے ہیں وہ آپ لوگ چھوڑ دیں۔ جمہوریت کے فیصلے کہاں سے آتے ہیں؟ تو یہ جمہوریت

کی طرف سے آتے ہیں۔ تو ووٹ کافر بھی دیتا ہے اور مسلمان بھی دیتا ہے۔ پھر آپ بتائیں کہ کون سی ایسی چیز ہے جس پر آپ مسلمان Claim کرتے ہیں' دعویٰ کرتے ہیں' وہ آپ بتائیں۔ یعنی کون سی ایسی چیز ہے جو مسلمان میں ہے اور کافر میں نہیں ہے۔ تو وہ ہے ایمان۔ ایمان سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ کے پاس ایمان ہے لیکن آپ کو اس کا تو کچھ پتہ نہیں ہے۔ جس بس میں آپ بیٹھتے ہیں وہ کافروں کی بنائی ہوئی ہے' جہاز میں بیٹھ کر حج کر آتے ہو اور ان کی چیزیں خرید آتے ہو جو مسلمان نہیں ہیں' تقریباً" چیزیں کافروں کی بنی ہوئی ہیں اور وہ آپ استعمال کرتے ہیں۔ تو پھر فرق کیا پڑا؟ آپ کے ایمان کا یہ حال ہے کہ آپ کا ایمان دنیاوی شے مانگتا ہے۔ آپ وہ چیز بتائیں جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپ مسلمان ہیں اور وہ کافر ہیں۔ آپ کے سارے دن میں اسلام کا کچھ نہ کچھ تو واقعہ ہونا چاہیے۔ تو یہ سب قصہ کیا ہے؟ جب تک یہ ساری بات آپ کو سمجھ نہ آئے تب تک یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ سارا واقعہ کیا ہے۔ اب یہاں پر لوگوں نے سوال شروع کر دیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں درود شریف بھیجتا ہوں اور تم لوگ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو۔ یہ بات صحیح ہے ناں! پھر لوگوں نے سوالات شروع کر دیے کہ اللہ درود کس طرح بھیجتا ہے اور وہ کیا الفاظ ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں اللّٰھم صل علیٰ محمد اے اللہ تو نے رسول پاکؐ کو جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اس میں اضافہ فرما اور سلامتی بھیج۔ اللہ تعالیٰ خود درود بھیج رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مومنو تم بھی درود بھیجو۔ تو سب درود بھیجیں۔ اب پیغمبرؐ اپنی ذات پر خود کیسے درود بھیجتے ہیں؟ انداز تو

وہی ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں یعنی درودِ ابراہیمی۔ تو نماز میں حضور پاکؐ کا نام آتا ہے اور کہتے یہ ہیں کہ نماز میں اگر غیراللہ کا خیال آ جائے تو نماز فسق ہو جاتی ہے مگر نماز میں کتنے ہی اور غیراللہ کے نام آتے ہیں۔ نماز میں آپ کے ماں باپ کا نام آتا ہے' درود شریف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے' ان کی آل کا نام آتا ہے' حضرت ابراہیمؑ کا ذکر آتا ہے' آلِ ابراہیمؑ کا ذکر آتا ہے۔ اعتراض کرنے والے' ان سب کو غیراللہ کہہ رہے ہیں لیکن اسی کا نام نماز ہے۔ تو نماز تو بنتی ہی "غیراللہ" سے ہے۔ ان کو آپ غیراللہ کہتے ہیں لیکن ہم تو کہتے ہیں کہ یہ عین اللہ ہے۔ جب یہ واقعات واضح ہوتے ہیں تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ تو آپ نماز کو بھی اللہ کی نماز سمجھ کر پڑھیں۔ نماز میں جتنے لوگوں کا ذکر آتا ہے ان کے ذکر کے باوجود اللہ' اللہ ہے۔ اور باقی سب غیراللہ نہیں ہیں کیونکہ غیراللہ وہ ہے جس کا نماز میں ذکر نہ ہو۔ گمراہ یہ کہے گا کہ اگر نماز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور آ جائے تو نماز ختم ہو گئی' بلکہ نماز میں ذکر نہ آئے تو ختم ہو گئی۔ اگر نماز میں درود نہ پڑھا جائے تو نماز ختم ہو جاتی ہے۔ تو نماز میں جو درود شریف ہے یہ عباد الصالحین ہے۔ جس کی ذاتؐ کا ذکر قدرت کی طرف سے حکم کے طور پر آ رہا ہے تو ان کا ذکر جو ہے یہ عین اللہ ہے' یہ اللہ کے ذکر میں شامل ہے اور یہ اللہ کی نماز میں شامل ہے۔ تو اللہ کی عبادت میں انسان کا ذکر شامل ہو گیا' ذکر کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کا نام کثرت سے لیا جائے' تو یہ نام شامل ہو گیا۔ قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے اور اس میں اللہ کا ذکر ہے۔ آپ قرآن پاک شروع کریں تو اس میں اللہ تعالیٰ انسانوں کا ہی ذکر کرتا ہے۔ شروع میں

فرمایا گیا ہے کہ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ کتاب ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے مال سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر اس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے' ان کا یہاں تک ذکر ہے کہ وہ لوگ کیا کھاتے تھے اور کیا پیتے تھے' موسیٰؑ کا ذکر ہے' فرعون کا ذکر ہے' عصا کا ذکر ہے' سانپ کا ذکر ہے' گائے کا ذکر ہے' گائے کے بچے کا ذکر ہے' مچھلی کا ذکر ہے' پیغمبر کو مچھلی کا نگل لینا اور پھر پیغمبر کا زندہ ہو جانا' یہ سب انسانوں ہی کا ذکر ہے' عیسیٰؑ کا ذکر ہے' صالحؑ کا ذکر ہے' بلکہ بے شمار انسانوں کا ذکر ہے' بے شمار واقعات ہیں' میرا مطلب ہے کہ سارا ہی ذکر انسان کا ہے اور اللہ تعالیٰ کیا کمال سے ان واقعات کو بیان کرتا ہے کہ انسانوں نے فریاد کی' انسانوں پر مصیبت آ گئی اور ظالموں کو برباد کر دیا گیا' یہ سب اگر غیراللہ ہوتا تو اللہ کہتا کہ ان کا ذکر نہ کرو۔ اللہ فرماتا ہے کہ سلام علٰی نوح یعنی ہم نوحؑ پر سلام بھیجتے ہیں۔ اگر نوحؑ پر اللہ سلام بھیج رہا ہے تو یہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کہ جس پر اللہ سلام بھیجے' وہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ جس پر درود شریف بھیج رہا ہے وہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ یہ سب کم عقل لوگ ہیں جو ایسی بات کرتے ہیں۔ لوگ قرآن پاک تو پڑھتے نہیں ہیں' اور جب قرآن پاک پڑھا کرو تو اس کو دیکھا کرو' غور کیا کرو اور تدبر کیا کرو۔ قرآن پاک میں جتنا ذکر ہے سب انسانوں کا ہے اور یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہوا کہ مسلمان جو ہے یہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ کفار کے لیے لکھا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے لیے قرآن پاک میں بشارتیں لکھی ہوئی ہیں اور آپ لوگ

ہو کہ غیروں سے' کفار سے' مرعوب ہو اور مانتے نہیں ہو۔ تو عذاب کن پر آنے والا ہے؟ جھوٹوں پر! اور مسلمان جو ہے وہ تو جھوٹا ہوتا نہیں ہے۔ اب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ دو تو عذاب نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا سارا کمال یہ ہے کہ وتبارک اللّٰہ احسن الخالقین وہ بہترین تخلیق کرنے والا ہے' Best of the Creators ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خوب صورت کائنات بنائی اور اسے مرقعِ جمال بھی بنایا اور اس کائنات میں سب سے بہتر جو چیز بنائی ہے وہ عین انسان بنایا ہے۔ اس کے ہاں انسان ہی کا سارا ذکر ہے جس کو آپ غیراللہ کہہ رہے ہو۔ انسان جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کمال Creation ہے' کمال کی تخلیق ہے۔ اس نے انسان کو بنایا اور اب انسان کا ذکر کرے تو یہ غیراللہ نہیں ہے۔ غیراللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ سے روکے' چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ ہر وہ چیز جو اللہ کی راہ سے روک رہی ہے وہ غیراللہ ہے اور ہر وہ چیز جو اللہ کی راہ کی طرف لے کر جا رہی ہے وہ عین اللہ ہے' بے شک آپ اسے عین اللہ نہ کہو لیکن اسے قاصد فی اللہ ضرور کہو' جو اللہ کی راہ پر لے جانے والا ہو۔ تو ان لوگوں کا ذکر کرنا ناجائز نہیں ہے جو اللہ کی راہ دکھانے میں معاون ہوتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں ان کا مقصد چاہے کوئی بھی ہو وہ غیراللہ ہیں۔ تو اس لیے عین اللہ کیا ہوا' غیراللہ کیا ہوا' ولی اللہ کیا ہوا' محب اللہ کیا ہوا' یداللہ کیا ہوا' وجہہ اللہ کیا ہوا؟ آپ یہ سب غور سے دیکھ لیں۔ وجہہ اللہ کیا ہوا؟ وہ انسان جس کو دیکھتے ہی اللہ کریم یاد آ جائے' اسے کیا کہیں گے؟ وجہہ اللہ! وہ اللہ کا چہرہ ہو گیا۔ اور جس کو دیکھتے ہی قوت یاد آ جائے وہ یداللہ ہو گیا۔ اور وہ ولی اللہ ہو گیا

جس کو آپ کہیں کہ اب ہم آپ کے پاس آ گئے ہیں لہٰذا ہمیں ڈر کوئی نہیں ہے۔ جب یہ یداللہ ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہو گئی اور طاقت آ گئی۔ اس لیے یہ سارے واقعات تو موجود ہیں' پھر بھی آپ غور نہیں کرتے ہو۔ آپ غور کریں گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا بات سکھائی ہے کہ یدِ اللہ" ولی اللہ اور غیراللہ کیا ہے۔ یہ آپ لوگوں نے بلا سبب سب جھگڑے بنا دیے ہیں۔ آپ نے پڑھا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں یہ کائنات ہی نہ بناتا"۔ تو اگر آپؐ نہ ہوتے تو یہ کائنات ہی نہ ہوتی۔ تو کائنات جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کی تخلیق کا رزلٹ ہے۔ آپؐ کی ذات گرامی اول اور یہ کائنات دوم۔ اب آپ بتائیں کہ غیراللہ کیا ہوا اور عین اللہ کیا ہوا۔ تو پہلے اللہ ہے اور پھر کوئی وجہ تخلیق بنے گی' تو وجہ تخلیق حضور پاک ﷺ ہیں۔ تو اللہ کے بعد کون سی ذات ہے؟ وہ حضور پاک ﷺ ہیں؟ اب اللہ کا ورود کیا ہے؟ وہ اللہ محبت میں ہے' اللہ پاک نے اپنا محبوب پاکؐ بنایا اور پھر اپنے محبوب پاک ﷺ سے محبت کی۔ اب آپ بتائیں کہ پہلے محبت ہوتی ہے یا کہ پہلے محبوب ہوتا ہے؟ اب یہ آپ کو پتہ نہیں کہ پہلے کیا ہوتا ہے؟ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ ہیں اور ان کی خوشنودی کے لیے اللہ نے یہ کائنات بنائی اور یہ کائنات جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کے ذکر کے لیے ہے۔ تو اس کا راز یہ ہے کہ جس شخص نے کائنات میں حضور پاک ﷺ کا ذکر دیکھا اور حضور پاک ﷺ کا ذکر کیا' وہ اس کائنات کے راز کو پا گیا۔ اب کسی اور وضاحت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ

لوگ تو صرف یہی دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں کچھ پیسے ہی دے دو' کچھ اور ہی دے دے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی ان سارے واقعات کو بہتر فرمائے گا اور چلتے چلتے کچھ اور ہی معاملہ ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سے آپ لوگ کچھ لینے کے لیے یعنی پیسہ لینے کے لیے' ضروریاتِ دنیا لینے کے لیے اور بیوی لینے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ آپ کو یہ سب کوشش سے ہاتھ نہیں آیا' لہٰذا اب یہ دعا کے ذریعے لینا چاہتے ہو اور ادھر کافروں نے کمائیاں کی ہیں اور اس کے لیے محنتیں کی ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ چیز نہیں دیتا' کافر وہ چیز مانگتے بھی نہیں ہیں بلکہ وہ چیز محنت سے حاصل کر لیتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے وہ چیز مانگیں جو مومن اور کافر میں فرق کرنے والی ہے کہ یا اللہ مجھے کوئی ایسی چیز دے جو کافر اور مومن میں فرق کرنے والی ہو تاکہ لوگ مجھے کافر نہ کہیں۔ پھر آپ یہ کہیں گے کہ قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے کہ دعا مانگنی چاہیے۔ تو یہ ضرور لکھا ہوا ہے اور دعا ضرور مانگنی چاہیے اگر مسلمان دعا مانگے تو اسے کون سی دعا مانگنی چاہیے؟ آپ ہی بتائیں۔ اگر ہر چیز ہی مانگنی ہے تو ہر چیز مانگو' بہترین مانگو گے تو بہترین ملے گا یعنی The best مانگو گے تو The best ملے گا۔ اور یہ کائنات تو چیزوں سے بھری پڑی ہے اور یہاں آپ نے چیزیں استعمال کرنی ہیں' پیسے کیا کرنے ہیں؟ استعمال کرنے ہیں؟ مکان کیا کرو گے؟ استعمال کرو گے۔ مکان میں ایک شے کو آپ نے استعمال کرنا ہے اور یہ مکان زندگی گزارنے کا وسیلہ ہے' یہ زندگی گزارنے کا ایک سایہ دار درخت ہے مگر آخر اس کو بھی آپ نے چھوڑ دینا ہے۔ وجود ذریعہ ہے اور یہ روح گھوڑا ہے' جب

گھوڑا اڑ جائے گا تو وجود ختم ہو جائے گا' خود بخود لاغر ہو جائے گا۔ تو مکان آپ کو چھوڑ دے گا اور آپ مکان کو چھوڑ دیں گے۔ ایک درویش نے نیا مکان دیکھا تو کہا کہ یہ مکان تم نے غلط بنایا ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہتا ہے کہ اس میں Fault یہ ہے کہ چارپائی کیسے نکلے گی کیونکہ دروازہ تو آپ نے چھوٹا بنایا ہے' اس کا دروازہ تو پھاٹک ہونا چاہیے! پوچھا کیوں؟ تاکہ آپ کی چارپائی سلامت نکل سکے' آسانی سے چارپائی اٹھا کر لے جائی جا سکے۔ "دروازے" کم از کم اتنے کھلے ہونے چاہئیں۔ یہ بات عین حقیقت ہے۔ دروازے کی کیا حقیقت ہے؟ کہ اس سے بندہ بھی جائے اور چارپائی بھی آئے اور چارپائی نکل بھی سکے۔ تو جس کمرے یا مکان سے چارپائی ہی نکلنی ہے اس کمرے میں کیا جانا اور کیا نکلنا! اور یہی زندگی کا انجام ہے۔ اسلام نے یونہی نہیں یہ راز کہا کہ یہاں رہنے کی تمنا کفر ہے اور یہاں سے نکلنے کی تمنا کو اسلام کہا' آخرت پر یقین رکھنے والے کو مسلمان کہا گیا اور اس زندگی پر یقین رکھنے والے کو کافر کہا گیا۔ یعنی وہ آدمی جو اس دنیا کو اپنے لیے سمجھتا ہے اس کو کافر کہا گیا ہے۔ کافر ظاہری شان و شوکت کا قائل ہے اور مومن آخرت کا خیال رکھتا ہے اور آخرت کا قائل ہے۔ مومن ایک اور زمانے کا خیال رکھتا ہے؟ وہ بزرگوں کا خیال رکھتا ہے اور کافر جو ہے وہ کسی شے کا خیال نہیں رکھتا ہے چاہے وہ اجتماعی ہو' وہ صرف اپنے آپ کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو اس فرش اور عرش کا مالک ہے اور انسانوں پر حکم چلاتا ہے یعنی زمین والوں پر حکم فرماتا ہے اور اب زمین والا انسان جو ہے وہ کسی شے کو نہیں جانتا۔ مسلمان اپنے خالق کا حکم جانتا ہے' مانتا ہے' جو غیب کے ساتھ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے' حالانکہ اللہ سامنے نہیں ہے لیکن پھر بھی ڈرتا رہتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ مسجد سے باہر اللہ نہیں ہوتا وہ آدمی جو اللہ کو نہ جاننے کے باوجود ڈر گیا وہ ایمان دار ہے۔ تو ایماندار کون ہے؟ وہ آدمی جو اللہ کو دیکھے بغیر ڈرے۔ تو وہ آدمی جس نے اللہ کو اللہ کہہ دیا اور اس کو مانتا رہا' اللہ نظر نہیں آیا لیکن وہ مانتا رہا اور ڈرتا رہا' اس آدمی پر اللہ کا رحم ہوتا ہے۔ اس لیے صرف ایمان کی اصلاح چاہیے۔ اللہ سے ڈر کر نیکی کرنے والا ہی اللہ کے قریب ہے۔ ایمان کی اصلاح ہو جائے تو کوئی مسئلہ نہیں رہتا ------ اب اور سوال پوچھو -----

سوال :۔

عرض یہ ہے کہ وجدان کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب :۔

میرے خیال میں وجد وہ کیفیت ہوتی ہے جس کا بظاہر کوئی سبب نہیں ہوتا ہے۔ اس چیز کو بغیر سبب کے تسلیم کرنا تو چاہیے لیکن میرا خیال ہے کہ اسے سوچنا بھی چاہیے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ میرا خیال ہے کہ آسمان گرنے والا ہے تو پھر وہ سوچے گا کہ آسمان کے ستون تو بہت پکے ہیں اور یہ کیوں کر گرے گا۔ تو کہتے ہیں کہ اگر چھت گرنے کا خیال آ جائے تو خیال کو صاف کر لو' لیکن بندے کو اندر سے ڈر لگتا ہے۔ وہ کچھ محسوس ہونا جس کی بظاہر وجہ کوئی نہ ہو' اس کو Intuition یعنی وجدان کہا گیا ہے۔ مثلاً" رات کو وجدان ہوتا ہے' رات کو جاگنے والے میں

کیفیت پیدا ہو گی جس سے وہ آگاہ ہو گا۔ مثلاً" آپ دیکھیں کہ جتنی بوٹیاں ہیں اور جو ان کی دوائیاں ہیں ان کی کیفیت سب وجدانی معاملہ ہے' پہلے یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ بوٹی کی کیا تاثیر ہے' تو وہ بزرگ وہاں پر گئے اور بوٹیوں کی تاثیر سے آگاہ ہوئے' پھر کہا یہ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ بوٹی اس کام آئے گی' وہ اسی کام آئی' میرا وجدان کہتا ہے کہ اس بوٹی کا راز یہ ہے تو ویسا ہی ہوا۔ گویا کہ ان واقعات کی آگاہی یا ان واقعات کا علم ہونا وجدان ہے کیونکہ بظاہر علم کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے اور یہ ایک باطنی حس ہے جو عام طور پر محسوس نہیں ہوتی اور یہ کسی نہ کسی کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے مثلاً" ایک بزرگ لیکچر دے رہے ہیں' خطاب کر رہے ہیں یا وعظ کر رہے ہیں یا خطبہ دے رہے ہیں اور پھر وہاں سے آواز دی کہ او بھئی دشمن آ رہا ہے' آپ خیال کرو۔ وہ آواز اس نے نہیں دی بلکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس بزرگ کی وجہ سے سب کو بچا دیا گیا۔ ایک ایسی آواز جو بجلی کے بغیر حرکت کرے اور پہنچ جائے اور یہ بغیر کسی ذریعے کے اور بغیر کسی نگاہ کے پہنچ جائے' تو یہ وجدان کی تعبیر ہے۔ اور یہاں سے بات سمجھ آتی ہے کہ اس کے کتنے معنی ہیں جیسے مکاشفہ اور انکشاف ہے۔ مثلاً" ایسا لگتا ہے کہ کوئی واقعہ ہونے والا ہے اور دل تنگ ہے۔ تو کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ حاصل نہیں ہے' جب آپ اس پر Depend نہیں کر سکتے ہیں تو خاموش ہو جائیں۔ آپ اس کے لیے جلدی نہ کریں۔ آپ Imagination یعنی تصور کو بھی بیان نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی چیز Imagine ہو' تصور میں ہو اور پھر تصور جو ہے وہ مشاہدہ بن سکتا ہے' جب تصور مشاہدہ بن جائے تو اس کو

وجدان کہتے ہیں یعنی وہ شخص کہتا ہے کہ پہلے تو یہ خیال آیا کہ ایسا ہو اور وہ خیال یک لخت سامنے آ گیا' تو وہ کہنے لگا کہ ایسا تو سوچا تھا کہ ایسا ہو گا' تو ایسا ہونا جو ہے یہ تصور بن جاتا ہے اور پھر خیال مشاہدہ بن جاتا ہے۔ یہ وجدان ہے۔ یہ بعض اوقات قریب اور بعض اوقات دور کی خبر لاتا ہے۔ اقبالؒ کا وجدان کہتا تھا کہ ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

تو اقبالؒ کو کیسے پتہ ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی؟ یہ وجدان ہے۔ وجدان سے اس نے کہا کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اور پھر یہ کہا کہ ۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

تو اقبالؒ کو کیسے پتہ ہے کہ آسمانوں پر ان کی بربادیوں کے مشورے ہو رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ وہاں ذکر ہو رہا تھا اور یہ سارے کا سارا وہی بیان ہے۔ تو انسان جب بہت صاف ہوتا ہے تو آنے والا واقعہ اس کی روح پر چمک جاتا ہے اور دل کے آئینے پر اس کی تصویر آتی ہے اور اسے سمجھ آ جاتی ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تو وہ کچھ لوگوں کو پہلے سمجھ آ جاتی ہے لیکن کچھ لوگوں کو واقعہ کے بعد بھی سمجھ نہیں آتی۔ یعنی وہ

واقعہ ہو گیا لیکن پھر بھی سمجھ نہیں آئی۔ مثلاً" پاکستان بن گیا لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ کہ کیا ہوا ہے۔ کچھ لوگ بات کو قبل از وقت جان لیتے ہیں' کچھ لوگ بات آئے تو جان لیتے ہیں اور کچھ بات جاننے کے بعد بھی نہیں جانتے۔ تو یہ آپ کے تصور پر انحصار کرتا ہے۔ جتنا زیادہ اپنے دل کو پالش کیا جائے اتنے جلوے زیادہ ہوں گے' لہٰذا آپ اپنے دل کو چمک دار بناتے جائیں' مزید چمکائیں' اور صاف کرتے جائیں تو پھر آئینہ اور Clear ہو جائے گا' صاف ہو جائے گا' اب آئینے کی صورت دیکھو تو آئینے کے اندر ہی عکسِ آئینہ ہے اور اس کے اندر جواہر ہی جواہر ہیں۔ تو یہ اندر کا شیشہ صاف کرنے والی بات ہے کیونکہ اندر صورت خود موجود ہے۔ تو وجدان جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے قلب کے اوپر آنے والے زمانے کا انکشاف ہو جائے۔ تو آدمی اگر کسی کام کے لیے مقرر ہوتا ہے تو اسے ہم خاص آدمی کہتے ہیں' یہ Deputed بندہ ہوتا ہے اور یہ آنے والے وقت سے Committed ہوتا ہے' متعلق ہوتا ہے اسے کہو کہ کیا حال ہے اور موسم کیسا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ موسم اچھا ہے اور لوگ ہنستے جا رہے ہیں۔ پھر پوچھو کہ تو کیوں روتا جا رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس لیے کہ تم ہنس رہے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں آخر کیا چیز ہے جس پر یہ لوگ ہنستے ہیں بلکہ دنیا میں صرف غم ہی غم ہے' کوئی بھی اپنی خوشی سے دنیا میں نہیں آیا۔ تو رونے والے روتے جا رہے ہیں اور ہنسنے والے ہنستے جا رہے ہیں۔ ہنسنے والا کہتا ہے کہ مجھے تیرے غم پر نہیں بلکہ تیرے رونے پر ہنسی آ رہی ہے اور وہ کہتا ہے کہ تمہارے ہنسنے پر مجھے رونا آ رہا ہے۔ تو دونوں صحیح ہیں اور یہ وجدان کی کیفیت ہے۔ کسی نے کہا کہ

دیکھو چاند ہو گیا ہے' آپ کو مبارک ہو اور وہ خوش ہو گیا۔ کسی آدمی کا
پین گم ہو جاتا ہے یا کوئی اور چیز گم ہو جائے اور وہ رو رہا ہو' اسے اگر
کوئی یہ کہے کہ آپ کو مبارک ہو تو وہ آگے سے کہے گا کہ مبارک کس
بات کی دے رہے ہو' میں تو پریشان ہوں کہ میرا پین گم ہو گیا ہے۔ وہ
پھر کہتا ہے کہ بس مبارک ہو تو وہ پوچھتا ہے کہ وجہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ
جو آپ نیا پین لو گے تو اس کے لیے مبارک دے رہا ہوں۔ تو روشن
آدمی کے لیے ہر شے روشن ہے اور غمگین آدمی کے لیے ہر شے غمگین
ہے۔ ایک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا رو رہا تھا' پوچھا کہ کیوں رو رہے
ہو؟ کہتا ہے کہ دریا جو ہے یہ پہاڑ کے آنسو ہیں اور پہاڑوں پر اتنے
بڑے آنسو ہیں' یہ سب کائنات رو رہی ہے اور روتی چلی جا رہی ہے۔
پھر دوسرا شخص کہتا ہے کہ کائنات کو دیکھو' اوپر بادل ہنستے ہوئے جا رہے
ہیں۔ تو ہر چیز کا روشن پہلو بھی ہے اور تاریک پہلو بھی ہے۔ اگر آپ
اپنے دل کو روشن رکھیں تو اس کائنات کی روشنی آپ میں آ جائے گی'
آپ اس روشنی کو وجدان کہہ لیں' اسے عرفان کہہ لیں یا گیان کہہ لیں
یا Intuition کہہ لیں۔ لیکن یہ عمل سے نہیں ملے گی' کسی کتاب سے
نہیں ملے گی' یہ کسی پریکٹس سے حاصل نہیں ہو گی۔ اگر آپ پریکٹس کر
لیں' Concentration کر لیں' غور کریں تو تھوڑا سا گیان مل جائے گا'
اور آپ اپنے کسی عمل پر غور کرتے جاؤ لیکن جب اللہ چاہے گا تب
آپ کو عرفان اور وجدان حاصل ہو گا۔ اور یہ کیفیت دل پر گزر جاتی ہے
اور یہ من کی دنیا ہے۔ آپ کچھ پڑھیں تو کچھ حاصل ہو جائے گا' آپ
اللہ تعالیٰ کے اسم کو دیکھتے جائیں' پھر کیا سے کیا ہو جائے گا' کبھی سرخ ہو

جائے گا' پھر نور ہو جائے گا اور پھر آپ نور کو دیکھتے جائیں' پھر یہ نور آپ کے دل پر نازل ہو جائے گا۔ لیکن آپ کو اس قابل بھی تو ہونا چاہیے۔ اللہ اگر چاہے تو یہ آسان بھی ہو سکتا ہے۔ وجدان اور عرفان دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک طریقہ تو اللہ کے پاس پہنچتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ خود ہی پہنچ جائے۔ اب اللہ جس پر چاہے جو مہربانی فرما دے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ جس پر رحم کرے' تو پھر اس پر رحم ہو جائے گا۔ آپ اللہ کا رحم مانگا کریں۔ پھر یہ مہربانی ہو جائے گی۔

سوال :۔

آپ کی کتاب "شب چراغ" میں ایک نظم ہے "سن رہا ہوں میں دور کی آواز" اس میں بڑا وجدان ہے۔

جواب :۔

عام طور پر وجدان Poetry میں آتا ہے' شاعری میں آتا ہے۔ وجدان کے معنی عام طور پر شعر کے ہیں اور وہ شعر سلامتی کے پیمان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہوتے ہیں ان کا کلام اونچا ہوتا ہے۔ جس طرح مثنوی مولانا رومؒ کو یہ کہیں گے کہ یہ خاص کلام ہے۔ اور سوال پوچھو ــــــ

سوال :۔

وجد اور وجدان میں فرق کیا ہے؟

جواب:۔

وجدان ایک کیفیت ہے' وجد ایک اور چیز ہے۔ وجد ایک جذبہ ہے جب انسان یک لخت اپنے جذبات سے باہر آ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس پر وجد غالب آ گیا ہے۔ صاحبِ وجد ضروری نہیں ہے کہ صاحبِ وجدان ہو۔ بلکہ صاحبِ وجدان عام طور پر وجد سے گریز کرتے ہیں اور ہوش قائم رکھتے ہیں۔ صاحبِ وجد عام طور پر مجذوب ہو جاتے ہیں اور صاحبِ وجدان مجذوب نہیں ہوتے' وہ جاننے کے باوجود عام طور پر خاموش رہتے ہیں۔ وہ ماہیتِ اشیاء کو جانتے ہیں' وہ نام سے اشیاء کو جانتے ہیں اور اشیاء سے نام کو جانتے ہیں' وہ آواز کو پہچانتے ہیں' وہ آواز سے اشکال بنا لیتے ہیں اور رنگوں سے آواز بنا لیتے ہیں اور ہونے والے کا نہ ہونا دیکھ لیتے ہیں۔ وجدان جو ہے اشیاء اور واقعات کا ایک قسم کا Translator ہے' ان کے تعلق کی وضاحت ہے۔ ایک صاحبِ وجدان نے ایک دن دیکھا کہ شہر پر چیلیں اڑ رہی ہیں تو کہنے لگا کہ لوگوں سے کہو کہ شام کو گھروں کے دروازے بند رکھنا کیونکہ کوئی مصیبت نہ آ جائے حالانکہ صرف چیل اڑ رہی ہے اور اس سے ان واقعات کا کیا تعلق ہے۔ تو قدرت کے واقعات سے ان کو ساری بات کا پتہ چل جاتا ہے۔ شہر میں اگر گدھ اڑ رہے ہوں تو وہ کہتا ہے کہ شہر میں گدھ بڑے منڈلا رہے ہیں' کہ ضرور کوئی موت آ رہی ہے۔ مثلاً" اگر کوئی چھ سات سال کا چھوٹا بچہ دانائی کی باتیں کرنے لگ جائے تو سب حیران رہ جاتے ہیں۔ مثلاً" ماں اسے گلاب کے پھول لا دیتی ہے کہ بیٹا یہ پھول لو تو بچہ کہتا ہے کہ میں پھول ضرور لیتا اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ یہ مرجھاتے نہیں ہیں' یہ

پھول مرجھا جائیں گے تو میں پھر کیا کروں گا۔ ماں اس کی باتیں سن کر حیران ہو جائے گی کہ اس نے یہ کیا بات کی ہے کہ میں ضرور یہ پھول پسند کرتا اگر یہ مرجھانے والی چیز نہ ہوتی۔ یہ حیرانی اس لیے ہوتی ہے کہ بات اس کی عمر سے زیادہ ہے۔ اور یہ واقعہ دنیا میں ہوا' اور ماں نے یہ واقعہ لکھ کر رکھ دیا۔ ایک دن بچے نے اپنے امی' ابو کی بات سن لی کہ بیوی' میاں سے کہہ رہی تھی کہ ہمارے بچے بہت زیادہ ہیں' کمائی کے لیے کچھ اور کرنا چاہیے' وہ ماں باپ بہت پریشان تھے۔ وہ جو دانا بچہ تھا تو وہ اپنے بھائیوں سے کہتا ہے کہ ہم نے ماں باپ کو آسانی دینی ہے' تو انہوں نے درخت کے ساتھ رسی باندھی اور اس کے ساتھ لٹک گئے اور ساتھ ہی ایک پرچی لکھ دی کہ ہم جا رہے ہیں اس لیے کہ ہم بہت سارے ہیں۔ یعنی اے ہمارے ماں باپ! آپ کا یہی مقصد تھا جو ہم نے حل کر دیا ہے۔ تو اس بچے نے اپنے دماغ سے اس کا حل نکال لیا۔ اس لیے جب بچہ عمر سے زیادہ طاقت والا ہو تو یہ خطرے کی بات ہے۔ تو یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ گیان ہے' علم ہے' وجدان ہے۔ اور اس بات کو جاننے والے جانتے ہیں۔ تو بزرگ فرماتے ہیں کہ جس نے طلب کیا اس نے پا لیا' حاصل کر لیا۔ وجد کر کے انسان حاصل کرتا ہے۔ کبھی کبھی محبوب اور طالب کے درمیان رشتہ جو ہے اس کی وجد کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ وہ اور مقام ہے۔ وجدان سے علم اور آگہی ہوتی ہے' اور وجد جو ہے وہ خیال کا پا لینا ہوتا ہے یعنی Concentration۔

سوال :-

کیا وجدان کو علم کی طرح پھیلایا جا سکتا ہے؟

جواب :-

یہ ان کی اپنی مرضی ہوتی ہے' ان کو درجے اور مرتبے دیئے جاتے ہیں کہ یہ تیرا کام ہے اور وہ تو نے کرنا ہے' کسی کو کہا جاتا ہے کہ سٹیج پر چڑھ جا اور کسی سے کہا جاتا ہے کہ تو منبر پر بیٹھ جا اور سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں' ان کو اپنے اپنے درجے کے مطابق علم دیا جاتا ہے۔ جس طرف سے وجدان آتا ہے اس کی طرف سے حکم ہو جاتا ہے کہ یہ کام کرو۔ یعنی جس کو لنگر ملتا ہے وہ مہمانوں کو بلائے گا اور ضرور بلائے گا کہ اب میرا لنگر منظور ہو گیا ہے۔ جو انعام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس کا انتظام کبھی بند نہیں ہوتا۔ جس شخص کو گانا مل گیا یعنی جس شخص کو گانے کا شعبہ مل گیا تو وہ سامعین کو آواز دے گا کہ آؤ آج شام کو گانا ہو گا کیونکہ اس کو گلا ملا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو جو نعمت ملتی ہے وہ نعمت بانٹنے کا حکم ہوتا ہے۔ بعض جاننے والے لوگ تو دنیا میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں' تو یہ علم کا انقلاب ہو سکتا ہے اور یہ جاننے والوں نے' وجدان والوں نے کیا ہے۔ ابھی کچھ عرصے کے بعد اس پر کتابیں چھپ جائیں گی۔ مثلاً" قرآن پاک میں آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آگ سے کہا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا حضرت ابراہیمؑ پر قلنا ینار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم تو اس لفظ کے اندر کتنی سائنٹیفک طاقت ہے اور پتہ نہیں کتنی اٹامک پاور ہے کہ جس نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اب سائنس دان اس پر ساری ریسرچ کریں گے کہ وہ کون سی بات ہے کہ جس سے وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کون سی خاص ریز نکالیں کہ جب یہ ریز یہ کرنیں آگ

میں سے گزریں گی تو آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ تو اس کلام سے یہ ریز نکلی ہیں جنھوں نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ جب پتہ چلے گا تو پھر ہر شے صاف نظر آئے گی۔ تو لفظ میں بڑی طاقت ہوتی ہے' لفظ انسان کو مار دیتا ہے اور انسان کو زندہ کر دیتا ہے' لفظ بیمار کر دیتا ہے' لفظ ہوشیار کر دیتا ہے' لفظ بیدار کر دیتا ہے' لفظ انسان کو بزدل کر دیتا ہے اور لفظ ہی بہادر بنا دیتا ہے۔ تو الفاظ میں تاثیر ہوتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ آپ لوگ کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں' چلو تسبیح کرو! اور آواز اثر کر جاتی ہے۔ تو کون سی آواز کی کیا طاقت ہوتی ہے' اس پر بھی سائنس دان پریشان ہوئے پڑے ہیں۔ ابھی کتابیں آنے والی ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ حیران ہی ہو جائیں گے اور یہ ساری بات سائنٹیفک ہو گی۔ اگر ایک انسان وظیفہ پڑھ رہا ہے, تو وہ اتنے الفاظ پڑھ لیتا ہے کہ پھر اور تسبیح شروع ہو جاتی ہے۔ وہی لفظ عذاب بھی ہے اور وہی لفظ ثواب بھی ہے' وہی لفظ دشمن کے لیے عذاب بن جائے گا اور وہی لفظ مسلمان کے لیے رحمت بن جائے گا۔ جس طرح میں نے بتایا ہے کہ ایک آدمی نے وظیفہ پڑھا' ایک لفظ پڑھا' ابھی اللہ ہو پڑھا ہی تھا تو درختوں کے پھل نیچے گر گئے۔ تو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ یہ تم نے کیا کر دیا تو اس نے کہا کہ خود بخود ہی پھل نیچے گر پڑے تھے میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ دیکھ کر کام کیا کرو۔ تو یہ تو نیت کی بات ہے جو لفظ کی طاقت بن جاتی ہے۔ کیا ہے؟ لفظ وہی ہوتے ہیں اور تاثیر بدل جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس سب کا دارو مدار نیت پر ہے۔ اگر بندہ بدل جائے تو لفظ اپنی نوعیت بدل جاتا ہے۔ اپنا کام کر جاتا ہے۔ توحید اللہ کی طاقت

ہے اور اس کا فنکشن کسی اور کے پاس ہوتا ہے اور وہ خود ہر جگہ موجود ہے۔ مجذوب کا اپنا فنکشن کوئی نہیں ہوتا بلکہ مجذوب کسی اور کا فنکشن ہوتا ہے۔ یہ پاور ہے اور پاور خود اندھی ہوتی ہے' جو اس کو استعمال کرا دے' اس کو کوئی بتائے کہ یوں کر دو تو وہ ایسے کر دیتا ہے۔ مجذوب صرف اپنے محبوب کے مطابق چلتا ہے اور اس کو کچھ نہیں چاہیے۔ تو صاحبِ وجدان جو ہوتا ہے وہ حکم کے مطابق چلتا جاتا ہے اور اس سے کام کرایا جاتا ہے۔

سوال :۔

جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں ان کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے تو ہم کیا کریں؟

جواب :۔

نہیں ! آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی جب تک آپ کی نسبت نہ ہو۔ مثلاً" قادری نسبت ہے' چشتی نسبت ہے اور نقشبندی نسبت ہے' یہ سب ٹریننگ کا حصہ ہے اور ٹریننگ کا انداز ہے۔ اگر آپ کو ان کی بات سمجھ آ جائے تو پھر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ قادری سلسلہ ہے حالانکہ سلسلے سارے ایک ہی ہوتے ہیں کیونکہ سارے سلسلے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑے ہوئے ہیں۔ اب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج ایک مزاج ہے اور آگے صحابہ کرامؓ کے مزاج الگ الگ ہیں اور سب کی نسبت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ پھر مختلف مزاج بنے اور ہر مزاج کا اپنا رنگ ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ وحدت جو

ہے اس میں کثرت ہے۔ بعض اوقات آپس میں مزاج نہیں ملتے۔ اب ایک نام رکھا گیا حضرت صدیق اکبرؓ! میرا مطلب ہے کہ سارے صحابہؓ ہی صدیق ہیں، سارے سچے ہیں، صالح ہیں۔ اسی طرح اولیائے کرامؒ ہیں، تو وہ سارے اولیاء سب ولی ہیں۔ آگے پھر ان سب کی اپنی اپنی صفات ہیں۔ اس طرح نسبتیں آگے چلتی جا رہی ہیں، تو یہ جو نسبت کا سلسلہ لمبا ہوتا گیا ہے، یہ بات سے بات چلی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے بھی اللہ کو دیکھا۔ وہ فیض آگے چلا تو پھر تعلیم بدل گئی، جس کو رحم دیا وہ رحمت میں چلتا جا رہا ہے مگر اسی فیض کی نسبت میں ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ سب ایک درجہ اور حضور پاک ﷺ کے قریب ہو گئے، تو یہ بات اس نے آنے والے کو بتائی، پھر آگے چلتے چلتے کئی کڑیاں ہو گئیں اور اب وہ فیض جو ہے وہ آپ لوگوں تک آیا ہے اور آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کل فیض ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ فیض سو وسیلوں سے پہنچا ہے تو اس کو شجرہ کہتے ہیں۔ شجرہ میں ایک نام لکھا ہو گا کہ ان کی فلاں سے بات ہوئی اور فلاں نے فلاں سے بات کی اور پھر کئی ناموں کے بعد حضور پاک ﷺ کا نام گرامی آ گیا۔ تو یہ شجرہ ایسے بنتا ہے اور ان سب سلسلوں میں ایک جیسا ہی سلسلہ چلتا ہے۔ تو قادری جو ہیں انہوں نے قادری سلسلہ میں پرورش پائی اور چشتی جو ہیں انہوں نے چشتی سلسلہ میں پرورش پائی اور نقشبندی نے نقشبندی سلسلے میں پرورش پائی۔ ان سب نے اپنے اپنے مزاج کی ٹریننگ حاصل کی اور اہلِ حدیث والوں نے اپنے حساب سے

پرورش پائی۔ اگر مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا نہ کریں اور اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کو یاد رکھیں اور ان کا آسرا لے لیں تو پھر سارے ہی کامیاب ہیں۔ مگر یہاں تو اپنی اپنی بولیاں ہیں' کوئی کہتا ہے کہ تم اللہ کو "تُو" کہتے ہو' دوسرا کہتا ہے کہ قادری سلسلہ افضل ہو گیا ہے' تیسرا کہتا ہے کہ ہمارا سلسلہ افضل ہے' چوتھا کہتا ہے کہ نقشبندی سلسلہ سچا سلسلہ ہے۔ ان کا مخالف کہتا ہے کہ اگر نقشبندی فلاح پا جائیں تو سمجھو کہ دوسرے تو پھر سب فلاح پا گئے۔ اور پتہ نہیں یہ لوگ کیا کیا کہتے ہیں۔ بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ آپس میں مقابلہ کرتے ہیں' بحث کرتے ہیں۔ اس لیے صورت حال انتہائی خطرناک ہو چکی ہے۔ ایک جگہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا اور ہم بھی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' ایک آدمی جلدی جلدی بھاگا ہوا آیا اور نیت کر کے نماز میں شامل ہو گیا' مولوی صاحب نے جب ولا الضالین پڑھا تو سارے مقتدیوں نے بلند آواز سے آمین پڑھا۔ تو وہ آدمی جو آیا تھا وہ کہتا ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور نیت توڑ دی اور نماز چھوڑ دی اور بھاگ گیا۔ وہ مسجد سے ہی بھاگ گیا یہ کہتے ہوئے کہ میں کدھر پھنس گیا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی تعلیم دے دی گئی ہے کہ اگر کوئی آمین کہے تو پھر آپ کہتے ہیں لا حول ولا قوۃ کوئی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتا۔ ایک نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ تو ایک اور نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللّٰہ تو دوسرے نے اس کو کافر کہہ دیا۔ تو مولویوں نے اتنا بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ آپ لوگ سمجھ دار ہیں' آپ اس بگاڑ کو ختم کرائیں۔ اگر نیت اللہ ہے تو سب ٹھیک ہے اور نیت اللہ کے حبیب

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو سب ٹھیک ہے۔ آپ لوگ درمیان میں جھگڑا بند کر دیں۔ آپ لوگ اگر جھگڑا بند کر دو گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وحدت جو ہے یہ کعبہ کی ہونی چاہیے' وحدت اللہ کے نام کی ہی کافی ہے۔ تو اسلام وہ ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا' بس اتنا اسلام کافی ہے! زیادہ اسلام نہیں چاہیے آپ مسلمان کی تعریف کر لو' اللہ کو ماننے والا مسلمان ہے اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننے والا مسلمان ہے' کتاب الٰہی کو اللہ کی کتاب ماننے والا مسلمان ہے۔ نبی کریمؐ کے ارشادات کو بھی اللہ کے ارشادات مانو اور اپنے آپ کو بھی انسان مانو اور اس اصلاح کا نام اسلام ہے۔ آپ لوگ اپنی اپنی اصلاح کرو۔ اور اصلاح کیا ہے؟ کہ جتنا آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئے' اتنے ہی آپ بچ گئے۔ اور لمبی چوڑی کوئی کہانی نہیں ہے۔ جتنا قرب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو گا اتنی بات بہتر ہو گی اور یہ خیال دل میں اللہ کے حوالے سے رہے۔

سوال :۔

یہ جو بزرگوں کی تعلیمات ہیں یہ اسلام اور ایمان کی تبلیغ کے لیے ہیں۔

جواب :۔

اسلام میں اس طرح تبلیغ تو ہے ہی نہیں۔ آپ اپنی بچت کی بات کرو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس فارمولا لکھا ہوا ہو' مثلاً" جیسے ایک دوائی ہو تو اس پر لکھا ہوتا ہے کہ اس میں یہ یہ چیزیں شامل کی گئی

ہیں اور اگر آپ وہ ساری چیزیں لے کر وہ دوائی بنانا چاہو تو آپ وہ دوائی اس وقت تک نہیں بنا سکتے جب تک کہ موقعہ پر آپ کا کوئی استاد نہ ہو یعنی اس دوائی کو بنانے کے لیے سکھانے والا استاد نہ ہو۔ تو نسخہ جو اسلام نے بتایا ہے وہ یہی ہے کہ موقعہ پر جو اس سے پوچھا جائے۔ وہ پھر آپ کو بتائے گا کہ اسلام کیا ہے۔

سوال :۔

بہت کوشش کے باوجود اب تک ہمارے باطن کی اصلاح نہیں ہو رہی' اس کے لیے کیا کریں؟

جواب :۔

آپ نے اسلام کا فارمولا ماں سے' باپ سے' استاد سے سیکھ لیا کہ یہ کلمہ پڑھو اور آپ نے کلمہ پڑھ لیا۔ مگر یہ انہوں نے بتایا نہیں ہے کہ اس کا عمل کیا ہے۔ آپ دفتر میں ملازم ہو گئے تو کیا پہلے دن سے آپ دفتر کا کام سیکھ گئے۔ بات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب مانا کیسے جاتا ہے؟ جب وقت پڑتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اب رب کو پکار۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ سے کہا جائے کہ یہ پرائے پیسے ہیں' آپ یہ نہ کھاؤ تو اب یہ بات رب العالمین کی ہے' حکم ہے۔ جب تیرے پاس ناجائز پیسہ آرہا تھا اور تو نے نہیں لیا کہ یہ میرے رب کا حکم ہے' صرف اس کی امید پر قائم رہا' تو وہ تیرا رب ہے۔ تو پھر وہ آپ کو یہ راز بتا دے گا کہ اس کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟ جہاں تمہارا نفس تم پر حاوی ہو اور کوئی فارمولا استعمال نہ کر سکو تو وہ تمہیں فارمولا استعمال کر کے دکھائے گا۔

آپ کوئی عمل کرتے وقت یہ دیکھ لیا کریں کہ اس وقت اللہ کا حکم کیا ہے۔

سوال :۔

ہم اپنے معاشرہ میں لوگوں کو اسلام سے کم وابستہ دیکھتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے اور کیا بنے گا؟

جواب :۔

اگر شہر میں کوئی چیز کم ہو جائے تو لازمی طور پر وہ چیز Precious ' ہو گی اور زیادہ قیمتی ہو گی۔ سونا کم ہے' لہٰذا مہنگا ہے اور اس کی افادیت یہ ہے کہ یہ آپ کی ذات کے لیے مفید ہے۔ جو علم آپ نے کتاب سے پڑھا ہے اس کی عملی شکل آپ نے دیکھنی ہے اور یہ اس کی اصل افادیت ہے۔ ظاہری پہلو جو ہے اس کی بجائے باطنی پہلو دیکھنا چاہیے۔ اور اگر روحانی استاد آپ کو باطنی پہلو دکھائے گا تو آپ دیکھو گے' وہ کوئی بات بتائے گا تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔ باقی جو لوگ ہیں اس کے لیے سسٹم یوں نہیں ہے کہ کوئی فارمولا بن جائے۔ فارمولا چلانے کا ایک سسٹم ہے اور فارمولا توڑنے کا ایک سسٹم ہے۔ اب اگر آپ فارمولے کی بات کر رہے ہیں تو یہ سسٹم فارمولا توڑتا ہے اور اگر یہ بھی Tight بن جائے تو پھر بات مشکل ہو جاتی ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ ایک بھی مشکل بات نہ ہو لیکن آپ پھر مشکل بات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ایک بھی مشکل بات نہ ہو اور مضمون بھی مکمل ہو۔ اگر ایک نیک آدمی ایک علم لے کر

بیٹھا ہے مگر کوئی بھی شخص وہاں تک نہیں پہنچا تو وہ انتظار کرتا ہے' پھر کسی وقت کوئی ایک اہل بندہ آ گیا تو پھر اس کو وہ علم منتقل ہو جاتا ہے۔
اسلام کی خوبی یہ ہے اور باطن والوں کی خوبی یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی فیصلہ شریعت کا ہی ہوتا ہے۔ اگر پانچ نمازیں ہیں تو یہ کسی صورت چار نہیں ہو سکتیں۔ اور اس میں کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو طاقت ور تھے اور صاحبانِ نسبت تھے' کہا کہ ہمارا اسلام وہی پرانا ہی رہے گا۔ اس اسلام والے صرف مسلمان تھے اور تب شیعہ بھی کوئی نہیں تھا اور سنی بھی کوئی نہیں تھا بلکہ سارے صرف مسلمان تھے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے! تو وہ مسلمان اور وہ اسلام کب کا تھا؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کا اور وہ اسلام جو ہے وہ اب بھی وہی رہے گا' نماز وہی رہے گی' مسجد کی شکل تقریباً" Almost وہی رہے گی' قرآن پاک وہی رہے گا' وہ رہتا ہی وہی ہے۔ Almost تقریباً" سب کچھ وہی رہے گا۔ اب قریب کے لوگ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو راز کی بات سمجھاتے ہیں۔ یہ سب اختلاف اس لیے ہے کہ اجتماعی شکل بند ہے۔ جب اجتماع بنے گا تو اسلام بنے گا اور کون سا اسلام بنے گا؟ وہ جو چودہ سو سال پہلے کا اسلام ہے۔ پھر لوگوں کو اصل وابستگی مل جائے گی۔

سوال :۔

جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوتا رہتا ہے؟

جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں کیا اس معاشرے کے ساتھ آپ کی قبر بنے گی۔ کیا وہ لوگ زندہ رہیں گے اور آپ مرجاؤ گے۔ یہ مصیبت ہی تو آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ رہتے ہیں ایک سوسائٹی میں اور مرتے الگ الگ ہیں۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یا تو معاشرے کو سدھارو یا پھر سب کو لٹکا دو تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں معاشرے میں وہاں جا کے کاروبار کرتا تو ان لوگوں کو انعام دیتا۔ تو سوسائٹی جو ہے یہ مجموعی عمل کرتی ہے اور اسلام معاشرے کے اندر رہ کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے' الگ الگ خواص کا نام لیتا ہے' کمال تو یہ ہے۔ یہ آپ کا دور نہیں ہے' تو اس لیے آپ کیا کر سکتے ہیں' لہٰذا آپ سماج کو مانتے اور اسلام کو مانتے ہیں کیونکہ آپ تو مجبور ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ معاشرے نے آپ کو گناہ گار کیا ہے کیونکہ سارے لوگ مال کھا رہے تھے اور آپ بھی کھا گئے' آپ بھی پھانسی لگ گئے۔ میری بات آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرداً فرداً" سب کی جواب دہی ہو گی۔ قبر میں سب علیحدہ جواب دہ ہوں گے' ہر فرد اپنے عمل کا جواب دہ ہو گا۔ اس لیے اپنے عمل کی اصلاح ہونی چاہیے اور اس کے لیے دعا ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

٧
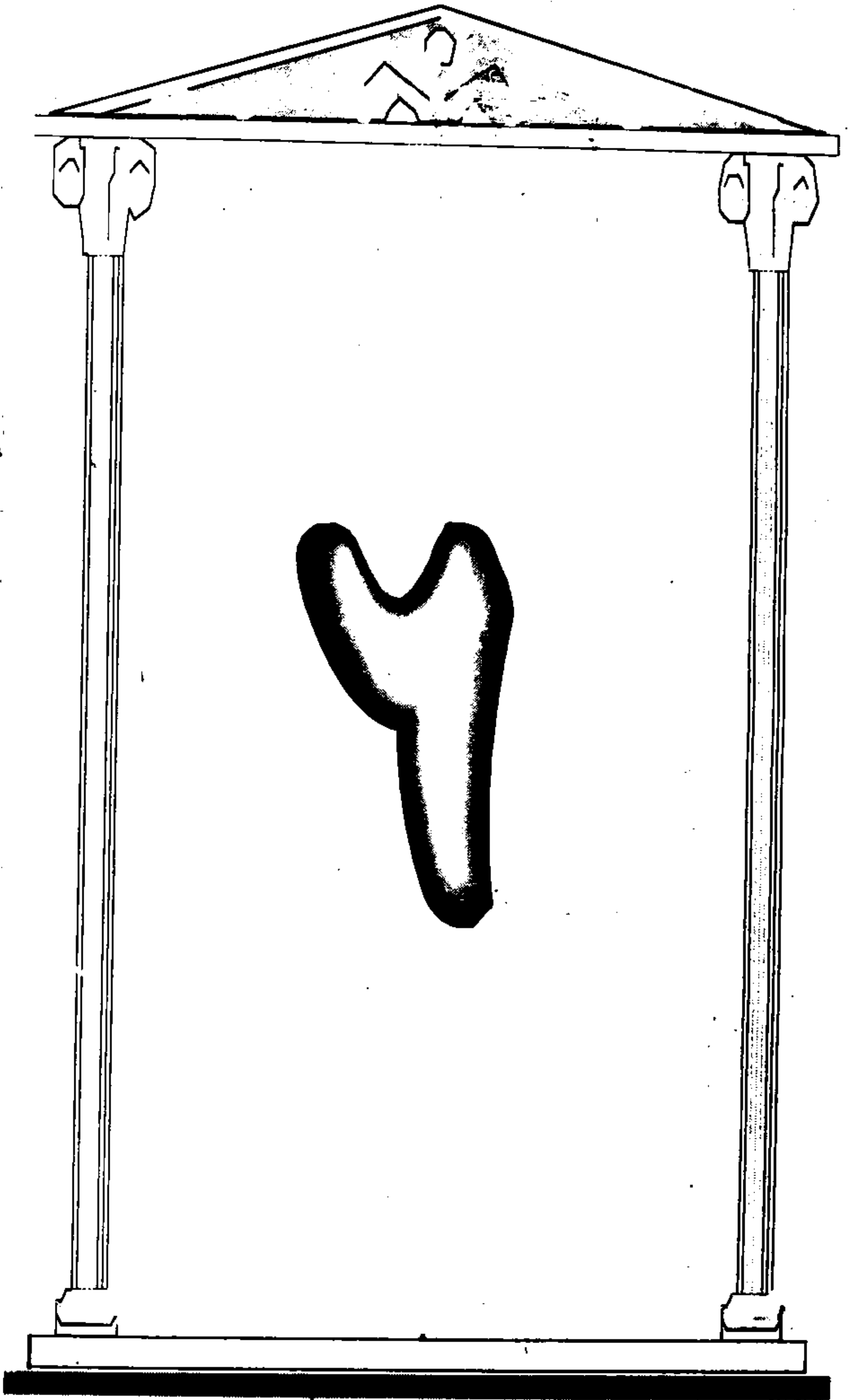
۱ آپ یہ فرماتے ہیں کہ لوگ بیمار کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ نماز کا درس دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ بات تاویل سے بتاتے ہیں؟ تاویل کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہونی چاہییں۔

۲ کیا تاویل کا کوئی ایسا معیار اور پیمانہ ہے کہ انسان اس سے آگے نہ بڑھے۔

۳ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ اپنے آپ کا اظہار کروں۔ یہ حدیث پاک ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟

۴ کیا یہ کسی بزرگ کا کلام ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے کلام میں موجود ہے۔

۵ سر! ابھی آپ نے حضرت علیؓ کا ایک فرمان سنایا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ تو یہ پہچان کیا ہے؟

سوال :-

آپ یہ فرماتے ہیں کہ لوگ بیمار کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ اسے نماز کا درس دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ بات تاویل سے بتاتے ہیں؟ تو تاویل کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہونی چاہئیں؟

جواب :-

آپ یہ دیکھیں کہ اصل میں انسانی تخلیق کا واقعہ کیا ہے اور انسان کی ضرورت کیوں آئی اور اللہ کریم کا منشاء کیا ہے؟ عبادت کرنے والے' ہمہ حال نماز قائم رکھنے والے فرشتے موجود تھے' ایک دو کی بات نہیں ہے بلکہ کروڑ ہا فرشتے روز عبادت کرتے ہیں' نہ انہوں نے کھانا ہے نہ پینا ہے' نہ بحث ہے نہ جھگڑا ہے اور نہ لینا ہے اور نہ ہی دینا ہے' تو ہر وقت عبادت گزار فرشتے موجود تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں اظہار میں آؤں تو پھر میں نے انسان کو پیدا کر دیا۔ اور اگر انسان بھی فرشتے والا کام کرنے لگ جائے تو پھر خزانہ اظہار میں نہیں آتا۔ فرشتے عابد تو ہیں لیکن مظہر نہیں ہیں۔ وہ کون سی چیز ہے جو مظہر ہے؟ فرشتوں کے پاس عابد کی حد تک تو مکمل عبادت ہے بلکہ جنّات کے پاس بھی' اور جو بھی مخلوقات تھیں ان کے پاس بھی عابد کی

حد تک تو مکمل عبادت تھی۔ تو ان سب کے بعد انسان کو بنایا گیا۔ اب انسان میں یہ جو عبادت کے احکامات ہیں اوامر اور نہی' کہ ایسا کرو اور ایسا نہ کرو' تو یہ پیور فرشتہ بننے والی بات ہے۔ تو پھر کون سی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کہا نہیں گیا لیکن کرنی فرض ہے؟ اور اس کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ انسان بنو لیکن انسان بننا پہلے فرض ہے۔ اب انسان ہونے کی حیثیت سے آپ پر کون کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں؟ انسان ہونے کی حیثیت سے آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ راستہ دیکھ کر چلو تاکہ جو سامنے والی چیز ہے اس سے آپ ٹکرا نہ جاؤ۔ پرانے زمانے میں کسی اور قسم کی راستے کی رکاوٹ ہوگی مثلاً" راستے میں کوئی اونٹ ہی نہ آجائے اور پھر اونٹ کے پاؤں کے نیچے کوئی بلی نہ آجائے اور آج کل آپ کے سامنے کار ہی نہ آجائے' لہٰذا آپ دیکھ کے چلو۔ اب دیکھ کر چلنے کا حکم ہے اور پھر کار کو دھیان سے چلاؤ' اچھی طرح بس سے جاؤ اور پھر گھر جا کر دروازے بند رکھو' وقت پر اپنا نظام اور نظام الاوقات قائم رکھو۔ تو جس دور میں آپ کی زندگی ہے اس دور کے اچھے انسان کی طرح آپ نے زندگی گزارنی ہے۔ جب سردی آگئی تو پھر گرم کپڑے پہنو' یہ تو اللہ کریم نے حکم نہیں دیا' یہ تو تاویل ہی تاویل ہے۔ گرمی ہو جائے تو آپ پنکھا لگاؤ بلکہ اگر ہو سکے تو اے سی بھی لگا لو۔ یہ سارے احکامات ہیں جو مخفی رکھے گئے ہیں' یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ انسان ہے اور انسانیت لے گا' بیمار کی تکلیف کم کرے گا اور اپنا ایک مزاج بنائے گا۔ تو اس لیے اگر Sufficient کلام ہوتا اور کلامِ الٰہی اتنا ہی ہوتا جتنا کتاب اللہ کی شکل

میں ہے تو پھر تو حدیث مبارک کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی اور یہ بھی کہ یہی کلام ہے اور یہی کلام پہلے پیغمبر کے ساتھ ہی شروع میں ہی نازل ہو جاتا کہ بس یہ کتاب ہے اور اس کے اندر رہو۔ اور پھر ہم جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ پر اور آپؐ سے پہلے جو صحیفے نازل ہوئے ان پر بھی ایمان ہونا چاہیے' یعنی جو آپؐ سے قبل ہیں والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور جو پہلے نازل ہو چکا ہے وہ بہت کچھ نازل ہو چکا ہے' اس میں اخلاق بھی ہے اور ساری زندگی کے فرائض اور دوسرے واقعات بھی ہیں۔ پھر اس کے بعد حضور پاکؐ کی حدیث مبارک آگئی کہ یہ' یہ کام کرنے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگی دیکھیں کہ کیا کوئی ایسا وقت آیا کہ آپ عبادت میں ہوں اور جنازے میں شامل نہ ہوں اور کسی بیمار کی بیمار پرسی آپ نے نہ کی ہو۔ اب اس میں ایک واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ جو نماز پڑھیں وہ فرض ہی ہے چاہے آپؐ نفل ہی پڑھیں' آپؐ تو آپؐ ہی ہیں۔ سنا یہ ہے کہ اس وقت امام عالی مقامؑ بچے تھے اور اللہ کی نماز اللہ کے پیغمبرؐ اللہ کے حبیبؐ پڑھ رہے ہیں اور سب سے بڑے پیغمبرؐ ہیں اور سب سے بڑے خدا کی سب سے بڑی عبادت ہو رہی ہے' یہ عبادت سب سے بڑا بندہ کر رہا ہے' عبادت ہو رہی ہے اور سجدے کے وقت چھوٹا سا بچہ آ کر پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتا ہے' سب سے بڑا فرض وہی ہے جو پیغمبر عبادت کر رہا ہو اور پھر اللہ کی عبادت کر رہا ہو اور یہ عبادت Openly مسجد میں ہو رہی ہو۔ یہ عبادت فرائض کی شکل میں ہو گی اور یہاں فرائض میں ایک نکتہ آگیا اور آپ ٹھہر گئے۔ اس میں

بحث نہیں ہو سکتی کہ یہ واقعہ ایسے ہی ہو گا بلکہ یہ واقعہ ایسے ہی ہوا اور یقیناً ایسا ہوا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ وہ کون سا فرض ہے جو Delay ' موخر ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اور نمازی بندہ ہوتا اور فرائض والا وقت ہوتا تو وہ بچے کو اڑا کے رکھ دیتا چاہے وہ نواسا ہی ہو۔ مگر انہوں نے کہا کہ نماز ہے تو نماز ہی سہی' تھوڑی دیر بعد ہی ہو جائے گی' بچہ تو پھر بچہ ہی ہوتا ہے۔ اب یہ جو بچے والی بات ہے تو یہ پوری خوشبو آپ کے لیے ہے۔ ایسا ہوا' ضرور ہوا اور یہ جو ایسا ہونا ہے اس کے اندر بہت کچھ ہونا ہو سکتا ہے۔ اس میں بتایا یہ گیا ہے کہ نماز جو ہے وہ اللہ کی نماز ہے اور اللہ کے بندوں پر فرض ہے اور سارے بندوں کی زندگی کا احترام کرنا فرض ہے اور یہ ایک سنت کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک گستاخ یہودی مسجد میں آگیا اور اس یہودی نے مسجد میں غلاظت پھیلا دی' آپؐ نے اسے مارا بھی نہیں اور مسجد صاف کرا دی۔ یہ ساری رواداری کی کہانی ہے۔ ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ تو مسجد کا احترام اپنی جگہ پر اور نماز اپنی جگہ پر' اور یہ نہیں ہم کہتے کہ آپ نماز نہ پڑھو' نماز تو پہلے پڑھنی ہے۔ یہ آدمی جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں اللہ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور یا اللہ تیری بڑی مہربانی میں نماز پڑھ رہا ہوں اور اس کی ماں بلکتی ہوئی دنیا سے گزر گئی' وہ اللہ کے پیچھے لگا ہوا ہے اور ماں کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے' تو اب یہ کوئی نماز نہ ہوئی بلکہ یہ فرائض سے فرار ہے۔ فرائض پورا کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ فرائض جو کتاب میں لکھے ہوئے نہیں ہیں وہ بھی آپ نے پورے کرنے ہیں اور وہ فرائض سامنے ہونے چاہئیں' ان کا علاج ہونا چاہیے اور ان کا خیال ہونا چاہیے۔ ہم آپ کو خوش کرنے

کے لیے یہ نہیں کہتے کہ مریض کا خیال رکھو بلکہ مریض کا خیال رکھنا جو ہے یہ انسانیت ہے اور قرآن پاک کا منشاء یہی ہے کہ آپ اچھے انسان بنو اور بہت اچھے انسان بنو، سچ بولو اور ہمیشہ ہی سچ بولو۔ آپ یہ سمجھ لو کہ اعمال کب ضائع ہوتے ہیں؟ مثلاً" ایک آدمی نماز میں لگا ہوا ہے، بہت سیریس اور سنجیدہ قسم کی نماز پڑھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت کر رہا ہے، بڑے غور و فکر میں ہے اور اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے، اگر حضور پاک ﷺ موجود ہوں اور آواز دے دیں کہ میری بات سنو اور وہ کہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ اب آپ یہ بتاؤ کہ اعمال ضائع ہوئے کہ نہ ہوئے؟ کیوں؟ یہ کوئی تاویل نہیں ہے یہ تو حقیقت کی بات ہے کہ جب وہ تمہیں بلائیں تو فوراً" جاؤ۔ اور یہ پوچھنے والوں نے پوچھا ہو گا کہ جب ہم نماز پڑھ رہے ہوں تو پھر ہم کیسے جواب دیں۔ بات یہ ہے کہ نماز کے بارے میں بتانے والے نے یہ جو کچھ بتایا وہ اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی بات اور ان سے محبت جو ہے یہ ایک الگ کہانی ہے۔ تو لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ ایمان بھی حضور پاک ﷺ پر نثار ہو جائے۔ تو مقصد یہ ہے کہ فرائض سے فرار نہیں ہونا ہے بلکہ فرائض تو پورے کرو اور ضرور پورے کرو۔ اگر تو اتنی بات ہوتی کہ یہ کتاب ہے اور آپ لوگ کتاب پڑھتے جاؤ اور زندگی گزارتے جاؤ تو پھر کسی درویش یا امام کے آنے کی ضرورت نہیں تھی، پیغمبر کے بعد پھر کس نے آنا ہے کیونکہ کتاب بھی آپ کے پاس آ گئی ہے، اب تو صرف آپ کے پاس کتاب خریدنے کے لیے پیسے ہونے چاہئیں۔ تو اور کوئی بات ہے ہی نہیں، لہٰذا آپ لوگ قرآن پاک دیکھتے

جائیں اور پڑھتے جائیں کہ اس میں کون کون سا واقعہ ہے مثلاً" فلاں واقعہ آپ صفحہ نمبر چار اور آیت نمبر پانچ پر پڑھ لو۔ تو اس طرح ہر آدمی کے پاس فوراً" ریڈی ریفرنس ہوتا مگر ایسی بات تو نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ درویش کہاں سے آگئے' اولیائے کرام کہاں سے آگئے' امام کہاں سے آگئے' شہید آکر کیا کہتے ہیں اور جو مخلصین ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ آپ لوگ یہ بتائیں کہ پیغمبرؐ کے آنے کے بعد ان کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان سب کی ضرورت ہے اور ضرورت ہونی چاہیئے تھی۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد اولیائے کرام آپ کو وقت کے عین مطابق منشائے الٰہی کے عین مطابق صحیح راستہ تجویز کریں اور آپ انہی کو قرآن پاک سنانے لگ جاؤ تو یہ تو ایسے ہے کہ خسروؒ کو آپ راگ ہی سنانے لگ جاؤ۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ راگ تو انہی کا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں استادوں کو استادی نہ سکھانا۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ پیغمبرؐ کو نظر انداز کرنے کے لیے قرآن Quote کرتے ہیں کہ آپ ہم جیسے انسان تھے اور یہ قرآن میں صاف لکھا ہوا ہے کہ انا بشر مثلکم کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ لیکن آپؐ اتنے بھی انسان نہیں جتنا تم بنانا چاہتے ہو۔ کہ آپؐ کا نام جو ہے وہ سب لوگوں کا ایمان ہے اور کلمہ آپؐ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اب اگر تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا انسان بناؤ تو پھر تم جیسے تو پھر تم جیسے ہی ہوں گے۔ وہ بشر ہونا تو اس لیے بتایا گیا کہ لوگ کہیں آپؐ کو خدا نہ سمجھ لیں' تو فرمایا کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں لیکن آپ لوگ ان کی فضیلت دیکھو کہ کیا ہے یعنی کہ جس خدا کے لیے تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز کر رہے ہو کہ میں خدا

کی نماز پڑھ رہا ہوں تو تم یہ دیکھو کہ وہ خدا جو ہے وہ ان ؐ پر درود ہی بھیجتا جا رہا ہے۔ تو خدا خود ان کے خیال میں ہے کہ۔

میں تری نماز ادا کروں' تو ہو محو ذکرِ حبیبؐ میں
مجھے مل گئیں تیری نکہتیں' مجھے مل گیا تیرا آستاں

یہ عجب بات ہے کہ تم اللہ کی نماز ادا کر رہے ہو اور اگر اللہ سے پوچھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے تو وہ ذکرِ حبیبؐ میں محو ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب تک آپ دل والے نہ بنو گے آپ کو حقیقت سے آشنائی نہیں ہو گی۔ تو آپ لوگ عبادت سے پہلے اللہ سے محبت کرو' عبادت کے دوران محبت کرو اور عبادت کے بعد بھی اللہ سے محبت کرو۔ پھر آپ لوگ اللہ کی محبت کو دریافت کرو کہ اس کی محبت کس کے ساتھ ہے؟ جس کے ساتھ اللہ کی محبت ہے' آپ ادھر بھی رجوع کرو۔ اللہ کریم جس سے محبت کرتا ہے' ادھر آپ کی اطاعت اور محبت ہونی چاہیئے۔ اللہ کریم نے خود ہی یہ بات کہی ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ آپؐ کی اطاعت کریں' پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ دعویٰ اللہ سے محبت کا اور اطاعت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی' یہ بات کون کہہ رہا ہے؟ اللہ! اللہ کہتا ہے کہ ہم خود ہی ان سے محبت کر لیں گے' لہٰذا یہ انسان میرے ایڈریس کی طرف نہ بھاگے' نہ دوڑے' تو یہ چٹھی غلط جگہ' غلط Direction میں چلی گئی ہے لہٰذا Re-direct کر دو۔ آپ نے تو کہا میں صرف اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہوں لیکن اللہ کریم کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے حبیب پاکؐ کی اطاعت کرو' اور یہ

بات اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جو کائنات کے واحد خالق ہیں کہ مجھ سے محبت کرنے کا ایک ہی طریقہ اور راستہ ہے کہ میرے حبیبؐ کی اطاعت کرو۔ اور اطاعت کی تعریف ابھی میں آپ کے سامنے کر چکا ہوں کہ اطاعت سے پہلے محبت ہو' اگر آپ اطاعت کرتے ہو اور محبت نہیں کرتے ہو تو پھر آپ گستاخ ہو۔ ایسا بھائی جو آپ کا کہنا مانے اور دل سے آپ کی عزت نہ کرے تو پھر آپ یہ کہو گے کہ یہ گستاخ ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کا بیٹا ضدی ہو لیکن آپ کا سارا کہنا مانتا ہو اور اگر وہ محبت سے نہیں مانتا تو پھر آپ کہو گے کہ Something worong somewhere بات غلط ہو گئی ہے۔ لہٰذا اطاعت کیا ہے؟ اطاعت سے پہلے محبت کرو ورنہ اطاعت میں منافقت کا پہلو ہو سکتا ہے۔ کربلا میں امام عالی مقام علیہ السلام کو شہید کرنے والوں نے کہا کہ جلدی جلدی شہید کرو پھر ہم نے نماز بھی پڑھنی ہے۔ شہید کر کے وہ نماز پڑھنے چلے گئے۔ اور وہاں وہ نماز میں درود شریف پڑھیں گے' آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہیں گے اور نماز بھی پڑھیں گے۔ تو میرا خیال ہے کہ آپ لوگ نماز کو پہچانو کہ نماز ہے کیا چیز' کہیں آپ لوگ فارمولے کا نام نماز نہ رکھ لینا کہ وضو کیا اور نماز پڑھ لی۔ تو پھر آپ بڑے شریف بن گئے مگر اندر سے آپ کا دل ویسا ہی ہے تو پھر یہ تو بڑی سفاک بات ہو جائے گی۔ جب تک آپ کے اندر محبت نہ ہو تو دین کیا ہے۔

دین کیا ہے تیریؐ الفت کے سوا
دین کا بس اک یہی معیار ہے

دین کا کیا معیار ہے؟ دین حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الفت کے سوا

اور ہے ہی کوئی نہیں۔ بس اب بات کو ختم کرو کہ دین اسلام کیا ہے؟ صرف اور صرف حضور پاک ﷺ کی محبت' اور پھر حضور پاک ﷺ سے محبت جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کی ساری امت سے محبت ہے' سادہ' غریب اور بے وقوف لوگوں کے لیے دعا کرنا کیونکہ یہ امتی ہیں اور ان کا خیال رکھنا ان کی بخشش کی دعا کرنا۔ جو لوگ مغرور نمازی بن جاتے ہیں تو کہتے ہو کہ یا اللہ آدھے لوگوں کو تو فوراً دوزخ میں بھیج۔ مسجد میں نئے نمازی سے آپ کہتے ہو کہ تو کہاں سے آ گیا اور تو کون ہے؟ نماز کا غرور جو ہے اس نے مسلمانوں کو برباد کیا ہے۔ نماز کا غرور اور عبادت کا غرور برباد کر دیتا ہے۔ عبادت کے غرور نے ہی شیطان کو جنت سے دور کیا اور بے شمار مسلمانوں کو عبادت کے غرور نے تباہ کر دیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ صرف اللہ کی بات کرو' سیدھی سیدھی اللہ کی بات کرو۔ اللہ کی بات اس طرح اللہ کی بات نہیں ہے' اگر کبھی آپ اللہ کریم کے پاس جاؤ وہاں سارا ذکر ہی انسانوں کا ہو رہا ہے۔ اللہ کریم کے ہاں جو شب و روز ہیں وہاں کا ایک شب و روز یہاں ہزاروں کروڑوں سال کا ہوتا ہے' وہاں فرشتے بھی بیٹھے ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہو گی اور ذکر کس کا ہو رہا ہے؟ انسان کا۔ اور یہ انسان جو ہے یہ انسانوں کو چھوڑ کر اللہ کے پاس چلا جارہا ہے۔ اگر آپ اللہ کے پاس جاؤ گے تو پھر بھی اس انسان ہی کا ذکر ہو گا اور وہاں پر آپ سے پوچھا جائے گا کہ پڑوسی کا کیا حال تھا' کیا وہ بیمار تھا؟ تو انسان کہے گا کہ میں تو نماز پڑھتا تھا' مجھے پڑوسیوں کا کیا پتہ۔ یہاں پر آپ کا ایمان کمزور ہو گیا کہ آپ انسانوں سے غافل نہیں بلکہ بد دل ہو گئے اور مایوس

ہو گئے اور جو شخص انسانوں سے مایوس ہو گیا اس کا خالق سے بھی تعلق کوئی نہیں ہے۔ خالق نے تو یہی ایک کام کیا ہے' کون سا کام کیا ہے؟ خالق نے انسان ہی بنائے ہیں۔ تو خالق کا کام کیا ہے؟ انسان بنانا! آپ کے دور کے انسان بھی تو اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور یہ بڑی بات ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے دور کے انسانوں کو سب سے پہلے انسان ہونے کی حیثیت سے قبول کرو' ان کا خیال بھی رکھو اور نماز بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ نماز بھی ادا کرو' نماز سے پہلے اللہ کریم سے محبت کرو اور اللہ سے محبت کرنے سے پہلے اللہ سے پوچھو کہ آپ کی محبت یا اطاعت کا کیا طریقہ ہے تو وہ کہے گا کہ میری اطاعت سے پہلے آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپؐ کی اطاعت یہ ہے کہ آپؐ کی امت کا خیال رکھو۔ خدانخواستہ یہ نہیں کہتے کہ نماز چھوڑ دو بلکہ نماز ضروری ہے' فرض ہے لیکن اس کے اندر دردِ دل شامل ہے' خیال شامل ہے' انسان شامل ہے' اطاعت شامل ہے' وقت کا خیال رکھو' اپنا خیال رکھو' ماں باپ کا خیال رکھو' کسی کی دل آزاری نہ کرو کیونکہ دل آزاری جو ہے یہ اچھی بات نہیں ہوتی۔ آپ انسانوں کو ناراض نہ کرنا۔ اگر کوئی بندہ کسی کو ناراض کر کے حج پر جا رہا ہے تو پھر حج قبول نہیں ہوتا' اسے پھر واپس بھیج دیا جاتا ہے کہ جاؤ پہلے اسے راضی کر کے آؤ۔ تو یہ اتنا سارا راز ہے۔ کل چار دن کا کھیل ہے اور اگر آپ عبادت کے حوالے سے کسی سے نفرت کرنے لگ جاؤ تو پتہ نہیں تمہاری عبادت قبول ہوتی ہے یا اس کا گناہ قبول ہوتا ہے۔ بس یہ کہنے والی بات نہیں ہے! گناہ کبھی قبول نہیں ہوتے' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ گناہ توبہ کے بعد

مغفرت بن جاتے ہیں یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم اسے معاف کر دے۔ اللہ معاف کرنے پر قادر ہے؟ تو پھر اللہ کریم معاف کر سکتا ہے اور اللہ کریم مہربانی فرما سکتا ہے۔ یہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مغرور کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے آپ عبادت کرو لیکن عبادت سے پہلے اللہ سے محبت کرو اور اللہ سے محبت سے پہلے اس سے پوچھ لو کہ ہم آپ سے محبت کرنا چاہتے ہیں' تو باری تعالیٰ کہے گا کہ پہلے حضور پاک ﷺ کی اطاعت کرو۔ آپ لوگ یہ بات یاد رکھو کہ آپ نے انسان کا' بچوں کا' بیماروں کا بڑا خیال رکھنا ہے۔ کسی جگہ ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بزرگ عبادت میں مصروف تھے اور پھر انسان کو نظر انداز کر دیا ہو' ایسا کبھی بھی نہیں کیا اور کسی بیمار کا خیال نہ رکھا ہو' ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ آپ نے نماز کی افادیت دیکھی ہے کہ نماز ہوتی کیا ہے؟ مسجد سے لاؤڈ اسپیکر نکال دو اور پھر اذان دو تو جہاں تک آواز جا رہی ہو وہ آپ کا محلّہ ہے یعنی بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آواز کے اندر جتنے لوگ ہیں وہ ایمانداری سے اکٹھے ہو جائیں اور پانچ وقت اکٹھے ہو جائیں یا جتنے وقت اکٹھے ہو سکتے ہیں وہ اکٹھے ہو جائیں اور ایمان داری سے ایک دوسرے کے ساتھ' محلے کے اندر نیکی کرنے کے خیال میں' اللہ تعالیٰ کے پیغام قرآن پاک کی وضاحت کی روشنی میں نیکی شروع کردیں تو پھر رونق لگ جائے گی اور صاف ستھرا معاشرہ بن جائے گا۔ لیکن اگر آپ عبادت کرتے جاؤ اور دوسروں کو نظر انداز کرتے جاؤ تو یہ عبادت آپ کے فرار کا نام ہے' Escape کا نام ہے۔ یہ تو فرشتوں والی عبادت ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ انسان بڑا ہی ناکام ہو گیا اگر تو وہ فرشتہ بن گیا۔ تو آپ لوگ خدا نخواستہ فرشتہ نہ بن

جانا۔ ویسے فرشتہ بننا بڑی بات ہے لیکن کہیں فرشتہ نہ بن جانا' جن ہونا بڑی بات ہے کہیں جن نہ بن جانا' یہ نہ مانگنا کہ آپ کو پرواز مل جائے اور اڑان پیدا ہو جائے' پرواز بڑی بات ہے لیکن آپ اڑنے نہ لگ جانا۔ تو سب سے اچھی بات کیا ہے؟ وہ ہے انسان بننا! انسان یہ ہے کہ اس میں کچھ کوتاہیاں ہوں' کچھ کمزوریاں ہوں' کچھ خواہشیں پوری ہو جائیں' کچھ خواہشیں ناتمام ہو جائیں' کچھ آرزوئیں پوری بھی ہو جائیں کچھ رہ بھی جائیں' دو چار آنسو مل جانے چاہئیں' دو چار مسکراہٹیں مل جانی چاہئیں' کبھی بات پوری ہو گئی' کبھی بات ادھوری رہ گئی' کبھی آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا' پیسے بھی ہونے چاہئیں اور غریبی بھی ہونی چاہیئے' آپ کے پاس پیسہ کچھ ہونا بھی چاہیئے اور کچھ ضرورت بھی باقی رہنی چاہیئے' کچھ صحت ہونی چاہیئے' کچھ بیماری ہونی چاہیے' تو بس آپ کے ہاں رونق لگی رہے گی۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا کا یہ میلہ ختم ہو جائے اور آپ کو بات ہی سمجھ نہ آئے۔ مثلاً" جس طرح آپ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے۔ تو زندگی کا مطلب کیا ہوا؟ آپ جن لوگوں کے لیے زندگی گزار رہے ہو' ان کو پہچانو۔ زندگی کیا ہے؟ یہ کوئی درخت نہیں ہے کہ درخت کی طرح آپ اگتے چلے جاؤ' اگتے چلے جاؤ اور پھر وہی لکڑی خشک ہو جائے اور جل جائے۔ اس میں کافی کام آپ کا ہے۔ آپ کی جتنی زندگی ہے وہ آپ کی وابستگی کا نام ہے اور آپ ان ساری وابستگیوں کو پہچانو۔ کیونکہ ایک ایک کرکے یہ سب ختم ہو جائیں گی اور پھر آپ بھی ختم ہو جائیں گے۔ تو اپنے ساتھیوں کو' اپنی وابستگیوں کو اسی زندگی میں پہچانو۔ اور اللہ جو کام کر رہا ہے وہ کام جاری رہے گا۔ اور اگر

زندگی آپ نے مسجد میں ہی گزار دی تو پھر آپ مسجد کے اندر ہی زندہ ہو اور مسجد سے باہر کے لیے آپ ختم ہو گئے۔ مسجد کے اندر زندہ ہونا ایسے ہے جیسے پیدائش سے پہلے آپ زندہ تھے یا جب موت کے بعد آپ زندہ ہو جائیں گے۔ تو پھر وہ واقعہ جو انسانوں کے پاس آنے کا تھا پھر تو وہ واقعہ ختم ہو گیا۔ آپ کو انسانوں کے مابین بھیجا گیا رحماء بینھم اشدآء علی الکفار آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے والے ہوں اور کافروں کے لیے سخت ہوں۔ رحم کا مطلب کیا ہے؟ آپس میں یہ سارا رحم ہی رحم ہے' بیمار کو دیکھنا' غریب کو دیکھنا' ساتھی کو دیکھنا' ضرورت مند کو دیکھنا' یہ سارے واقعات ہوتے ہیں' معاشرہ ہوتا ہی یہی ہے۔ آپ یہ سوچتے نہیں تب ہی تو آپ سے معاشرہ بنتا نہیں ہے! آپ سے مسجدیں بنتی ہیں لیکن معاشرہ نہیں بنتا۔ مسلمان ہر جگہ یہ کرتا ہے کہ مسجدیں بنا دیتا ہے مگر معاشرہ نہیں بناتا کیونکہ مسجد بنانا آسان ہے اور معاشرہ بنانا بہت مشکل ہے۔ معاشرے میں رعایت' معافی اور دوسرے کا خیال کرنا پڑتا ہے اور مسجد میں آسان بات ہے کہ پیسے اکٹھے کرتے جاؤ' اینٹ گارہ اور پتھر لگا دو تو مسجد بن گئی' پھر ایک اور مسجد بن گئی مگر نمازی اتنے نہیں بنتے جتنی مسجدیں بن رہی ہیں۔ آپ کے شہر میں کتنی مسجدیں ہوں گی' تو جتنی مسجدیں ہیں اتنے ہی امام ہیں اور لوگ "امام" کی تلاش کر رہے ہیں۔ آپ لوگ اندازہ لگاؤ کہ "امام" ہی نہیں ملتا جبکہ یہاں امام ہی امام ہیں۔ یہ جو امام مسجد ہیں اگر یہ امامت' امامت ہوتی تو پھر آپ کے معاشرے کے مسائل حل ہو جاتے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ لفظ وہی ہے لیکن کام کچھ اور ہو گیا ہے۔ تو پاکستان میں کتنی مسجدیں ہیں' کتنے امام ہیں اور

پاکستانی قوم تلاش کر رہی ہے کہ کوئی لیڈر مل جائے' امام مل جائے یعنی لیڈر کو تھوڑی دیر کے لیے "امام" ہی کہہ دو تو اب تک وہ نہیں ملا۔ مسلم امت اس کو تلاش کر رہی ہے کہ کوئی امام مل جائے' کوئی لیڈر مل جائے' کوئی ایسا سربراہ مل جائے جو مسلمانوں کی ملت کو کنارے لگائے لیکن اب تک امام ہی نہیں ملا۔ سارے کے سارے ظل الٰہ' ظل سبحانی اور جلالت الملک وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ٹائٹل جو ہے وہ انسانوں والا ہونا چاہیے اور خدمت بھی انسانوں کی ہونی چاہیے۔

سوال :۔

کیا تاویل کا کوئی ایسا معیار یا پیمانہ ہے کہ انسان اس سے آگے نہ بڑھے؟

جواب :۔

اصل میں آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ یہ سارا واقعہ جہاں الجھا ہے وہ یہ ہے کہ علماء نے آپ کو الجھایا' اور فقراء نے سلجھا دیا ہے' تو اب بات ختم ہو گئی۔ آپ کے ذہن میں الجھن کب ہو گی؟ جب آپ آدھا علم علماء سے سیکھو گے اور آدھا علم فقراء سے سیکھو گے۔ تو اس طرح آپ مر جاؤ گے یا آپ آدھے زندہ اور آدھے مر گئے جیسے کہ دل زندہ ہو اور دماغ مر گیا ہو یا دماغ زندہ ہو اور دل مر گیا ہو۔ اس بات کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ طریقت اور شریعت کا واقعہ ہے یعنی کہ محبت آپ کو کربلا میں امام عالی مقام علیہ السلام کے کیمپ میں ملے گی اور نماز

دوسری طرف پڑھی جا رہی ہے' کیا آپ وہ نماز پڑھیں گے۔ جب آپ نے محبت کا باب طے کر لیا تو پھر آپ کسی کے ساتھ Discuss نہیں کرنا کہ ہمارے محلے میں ایک جید عالم رہتے ہیں تو ان سے میں نے بات پوچھی تو انہوں نے کہا کہ خبردار! تجھے وہاں الٹا لٹکا دیا جائے گا اور فرشتے دو اڑھائی ہزار سال تک تجھے ماریں گے' پھر آپ کہیں گے کہ میں تو ڈر کر واپس ہی آ گیا۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے اس سے بات ہی کیوں کی؟ محبت کا یہ پیغام میں نے آپ کو دیا تھا۔ یہ اس کے لیے تو نہیں تھا۔ مثلاً" آپ ساری نمازیں پڑھو لیکن پہلے نماز سے محبت کرو لیکن وہ عالم کہے گا کہ محبت فرض نہیں ہے' فرض تو نماز ہے اور یہ بات اس کی سمجھ سے باہر ہے۔ پروانے کی بات جو ہے وہ کس کی سمجھ سے باہر ہے' تمہارا دل پروانہ ہے اور اس کا اور مضمون ہے۔ یہ تو محبت کی بات ہے اور محبت والوں کی بات ہے۔ بابا بلھے شاہؒ محبت میں شراب کو عشقِ الٰہی کہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ؎

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے بُوہا یار دا کعبہ پی کے شراب نفل پڑھ لے
شرع کہے اساں شاہ منصورؒ نوں سولی اوپر چاڑھیا سی
عشق کہے تُسی چنگا کیتا بُوہے یار دے واڑیا سی

یعنی شرع کہتی ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اسے پھانسی لگا دیتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ تم اس کو پھانسی نہیں لگاتے بلکہ تم اس شخص کو اس کے پاس ہی بھیج دیتے ہو اور اس طرح وہ اور قریب ہو جاتا ہے۔ اب یہ بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے اور یہ واقعہ Already ہو چکا ہے کہ یہی

منصورؒ کا واقعہ تھا' اور شہداء کا واقعہ یہی ہے۔ عام طور پر شہداء کو کافروں نے نہیں مارا بلکہ مسجد کے اماموں نے مارا' وہ کہتے تھے کہ شریعت کا یہ حکم ہے۔ اورنگزیب عالمگیر نے بھی ایک درویش کو قتل کرا دیا تھا کہ شریعت کا فیصلہ یہی تھا کہ سرمدؒ پاگل سا آدمی ہے جو کچھ اور کہتا ہے اور شریعت کچھ اور کہتی ہے۔ عالمگیر نے ایک دفعہ تو سرمدؒ کو دو شالا دے دیا کہ اے سرمدؒ تو لباس کے بغیر ہی پھرتا ہے۔ سرمدؒ نے دوشالا ادھر ادھر پھینک دیا اور پھر ویسے کے ویسے لباس سے محروم رہے' اسی طرح دوسری بار ہوا اور پھر تیسری بار ہوا۔ اس بات پر عالمگیر کو بڑا غصہ آیا کہ تجھے لباس دیا اور پھر تم نے پھینک دیا۔ تو سرمدؒ نے کہا کہ میں تیرے لباس سے اپنے بدن کو ڈھانپوں یا تیرے قتل ڈھانپوں' کہ جن لوگوں کو تو نے ایذا دیا ہوا ہے میں ان گناہوں کو چھپاؤں یا اپنے آپ کو چھپاؤں۔ مدعا یہ ہے کہ اورنگزیب نے اپنے بھائی کو تکلیف دی تھی اپنے باپ کو تکلیف دی تھی' آپ ہی بتاؤ کہ تاریخ کیا کہتی ہے؟ کہ بھائی کو قتل کروا دیا اور باپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور پھر خود امام شریعت بن گئے اور فتاویٰ عالمگیری بھی بنا دیا۔ جس آدمی نے بادشاہت کی خاطر اپنے والد کو اذیت دے کر قید کر دیا تو اس کا فتویٰ چل ہی نہیں سکتا۔ اب یہ شریعت کی بات نہیں ہے اور شریعت کی رو سے باپ کو قتل کرنا کہیں نہیں لکھا ہوا ہے اور یہ کہیں نہیں لکھا ہوا ہے کہ باپ کو گرفتار کر لو۔ یہ سب انا کے کھیل ہیں' یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور اتنی بھی زیادتی نہ کرو کہ اپنے باپ کو آپ گرفتار کر لو اور بھائی کو ہی قتل کروا دو اور پھر خود بادشاہ سلامت بنتے چلے جاؤ۔ اگر آپ انسان ہی بن جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اس سلسلے میں بڑے

بڑے واقعات ہیں۔ بادشاہ سلامت کو پتہ چلا کہ ایک آدمی کے دو تین جگہ پر مزار ہیں یعنی روایت ہے کہ یہ بھی بو علیؒ کا مزار ہے اور وہاں بھی ان کا مزار ہے۔ تو بادشاہ نے کہا کہ ایک بندہ دو تین جگہ کیسے دفن ہو سکتا ہے تم لوگ پاگل ہو' جہاں میں جاؤں گا وہاں میں سلام کروں گا اور اگر جواب نہ ملا تو پھر میں اس قبر کو اڑا دوں گا۔ ایک مزار پر گئے اور کہا السلام علیکم تو آگے سے جواب آیا وعلیکم السلام۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ قبر ہے اور یہ مزار شریف ٹھیک ہے۔ وہ دوسری جگہ پر گیا اور کہا السلام علیکم تو آگے سے جواب آیا وعلیکم السلام۔ پھر بادشاہ سلامت تیسری جگہ بھی گیا اور کہا السلام علیکم تو آگے سے انہوں نے اپنا شعر سنا دیا ۔

چہ گفتی ایں سخن کفر است اگر گوئی شوی کافر

برو اے مدعی ناداں چہ دانی سر مستاں را

کہ اے ناداں تجھے کیا پتہ کہ مستوں کا راز کیا ہوتا ہے' ان کی قبر کوئی نہیں ہوتی ہے! آپ بات کو سمجھ رہے ہیں ناں۔ یہ شریعت جو ہے یہ بڑی خوب صورت بات ہے لیکن شریعت کو بیان کرنے والا دل والا ہونا چاہیے اور کہیں وہ کٹھور نہ ہو' کٹھور کا معنی ہے سنگدل۔ کہیں آپ سے شریعت کے حساب سے تازیانہ لگ جائے کہ لوگوں کو مارنا شروع کر دو' ایسے واقعات بھی آ سکتے ہیں کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اور آپ اس کو مار ہی دو۔ مثلاً" بیٹے نے نماز نہیں پڑھی اور باپ مولوی تھا اور طاقت ور مولوی تھا تو اس نے بچے کو زور سے مارا تو بچہ اللہ کو پیارا ہو گیا تو درویش نے کہا کہ تو سمجھتا تھا کہ یہ نماز نہیں پڑھے گا مگر یہ تو اللہ کریم کو پیارا ہو گیا ہے ۔

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

تو اس زندگی کے اندر غور کرنا چاہیے۔ میں آپ کو کہانی نہیں سنا رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت کی باتیں ہیں کہ ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ اب یہی بات بتانے کے لیے فقراء آئے جو یہ بات سمجھانے کے لیے آئے کہ آپ نے زندگی میں عبادت کیسے کرنی ہے' مخلوق کے ساتھ کیسے ڈیل کرنا ہے اور اپنی تنہائیوں میں اللہ کریم سے کیسے محبت کرنی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور ہی راستے پر چل پڑیں۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسلام کو بچا رہے ہیں' دراصل بات یہ ہے کہ اسلام نے انہیں بچانا ہے' آپ خود کو تو بچا نہیں سکتے بلکہ خدا ہی آپ کو بچائے گا۔ تو آپ خدا سے طریقے سے بات کریں کیونکہ وہ آپ کی عبادت کا محتاج نہیں ہے' آپ یہ کریں کہ اس کی دنیا کے اندر آپ کی وجہ سے فساد نہ پھیلے۔ اللہ کریم کا یہی حکم ہے کہ فساد نہ پھیلے اور انسان کو انسان کے قریب رکھا گیا بلکہ انسان کو بنایا ہی انسان کے لیے گیا ہے اور میں نے بار بار آپ کو اس کی تفصیلات بتائی ہیں کہ آنکھیں آپ کی ہیں اور چہرہ کسی اور کا ہے۔ اب اس میں وقت والی کیا بات ہے۔ تیری آنکھوں کا زندہ رہنا اسی وقت تک ہے جب تک تیری پسند کے چہرے زندہ رہیں وگرنہ تیری آنکھیں تیرے کام کی نہیں ہیں۔ تو آپ کی آنکھ کس کے کام آتی ہے؟ کسی کو دیکھنے کے لیے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہونا کسی اور کے ہونے کے ساتھ مشروط ہے اگر کان آپ کا ہو اور بات کسی اور کی ہو' تب کان کا فائدہ ہے ورنہ آپ کان بند کر دو کیونکہ اب یہ نمک کی

کان ہے۔ تو کان کا ہونا کب ہے؟ جب آواز کسی انسان کی ہو اور وہ کسی غیر انسان کی آواز نہ ہو اور کہیں خدا نخواستہ یہ نہ کہنا کہ آواز کسی ستارے سے آ رہی ہے' چاند سے آ رہی ہے' کائنات سے آ رہی ہے اور دور کسی اور طرف سے آ رہی ہے بلکہ وہ صرف انسان کی آواز ہونی چاہیئے اور یہ کہ آپ کی زبان ہو اور سننے والا کوئی اور ہو۔ اگر آپ کو کسی ایسے جزیرے میں بھیج دیا جائے جہاں آپ کی آواز سننے والے صرف آپ کے کان ہوں تو آپ پاگل ہو کر مرجائیں گے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں وہاں پر بولتا رہا لیکن وہاں پورے جزیرے میں میرے علاوہ کوئی سننے والا ہی نہیں تھا' میں بڑا بھاگا دوڑا اور آخر کار پاگل ہو گیا۔ ایسے ویرانے میں انسان جو ہے وہ دریا یا جھیل میں اپنی شکل دیکھتا ہے تا کہ کوئی انسان تو نظر آئے۔ گویا کہ آپ کا تعلق کس بات سے ہے؟ انسانوں کے ساتھ ہے۔ تو آپ کے کان کا تعلق انسانی آواز کے ساتھ ہے' آپ کی آنکھ کا تعلق انسانی چہرے کے ساتھ ہے' آپ کی زبان کا تعلق کسی اور انسان کے کان کے ساتھ ہے اور اگلی بات جو ہے وہ یہ کہ آپ کی محبت کا تعلق انسان کے ساتھ ہے۔ چاہے آپ جتنا بھی خدا کو پسند کرتے جاؤ خدا سے آپ کی محبت بنتی ہی نہیں ہے کیونکہ جنس برابر نہیں ہے کیونکہ وہ خالق ہے' مالک ہے' "ڈاڈھا" ہے اور آپ تابع دار ہو۔ تو اگر عشق کرو گے تو بھی ڈر ڈر کر کرو گے۔ کیا آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ تو آپ کی محبت جو ہے وہ اللہ کریم کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے سے بنتی ہے اور آپ کا اس راستے پر چلنا بنتا ہے۔ تو دل بھی کسی انسان کے کام آئے گا' دماغ بھی کسی انسان کے کام

آئے گا اور آپ مر جائیں تو جنازہ بھی جنات نے نہیں اٹھانا بلکہ وہ آپ کا بھائی ہی اٹھائے گا۔ وہی آپ کے بھائی ہوں گے' چارپائی اور چار بھائی ہوں گے۔ پھر آپ کی شادی بھی انسان سے ہو گی' یہ الگ کہانی ہے جس میں آپ کو اور انسان کی ضرورت پڑ گئی' پھر صاحبِ اولاد ہونا اور پھر صاحبِ نصیب ہونا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کریم نے بڑی مہربانی فرمائی کہ اولاد ہو گئی اور اولاد کیا ہوتی ہے؟ انسان ہوتی ہے۔ اور جنازہ کیا ہوتا ہے؟ انسان ہوتا ہے۔ شادی کیا ہوتی ہے؟ انسان سے ہوتی ہے۔ محبوب کون ہوتا ہے؟ انسان ہوتا ہے۔ نظر کیا ہوتی ہے؟ انسان کی ہوتی ہے۔ آواز کیا ہوتی ہے؟ انسان کی ہوتی ہے اور عبادت کیا ہوتی ہے؟ انسان کا ذکر' نماز میں سارا ذکر انسان کا ہے الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ●

یہ اللہ کی تعریف ہو گئی' پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین اھد نا الصراط المستقیم یہ درخواست ہو گئی انعام والے لوگوں کے راستے کی صراط الذین انعمت علیھم یہاں انسان کا ذکر آ گیا ہے۔ پہلے خدا تھا اور اب کیا ذکر ہو گیا؟ انسان! تو انعمت علیھم والے بندے ڈھونڈے جائیں کہ یہ کون انسان ہیں! یعنی کہ آدمیوں کی راہ خدا کی راہ ہے۔ خدا کہتا ہے کہ میرا راستہ ان انسانوں کا راستہ ہے جن پر میرا انعام ہوا یعنی انعمت علیھم۔ پھر غیر المغضوب علیھم اور وہ بھی لوگ ہیں جن پر اس کا غضب ہوا۔ اور اس کے بعد التحیات، شروع کر دو التحیات للّٰہ والصلوات و الطیبات' السلام علیک ایھا النبی تو نماز میں اللہ کے ساتھ حضور پاک ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ نماز

اللہ کی اور ذکر غیر اللہ کا مگر یہ غیر نہیں ہے بلکہ یہی نماز ہے۔ کہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور اب نماز میں عباد الصالحین ' نیک بندے بھی شامل ہو گئے۔

اپنا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

یہ کئی بندے ہوں گے جنہیں صالحین کہا جاسکتا ہے۔ اشھد لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

یہاں پھر ایک بار حضور پاک ﷺ کا نام آگیا اور یہ نماز کے اندر آیا ہے یعنی کہ خدا کی نماز میں انسان کا نام۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللھم صل علٰی محمد و علٰی آل محمد یہ آل محمدؐ کیا ہے؟ یہ بھی انسان ہیں کما صلیت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم انک حمید مجید حضرت ابراہیمؑ انسان اور آپ کی آل انسان ہیں۔ اللھم بارک علٰی محمد و علٰی آل محمد کما بارکت علٰی ابراھیم و علٰی آل ابراھیم انک حمید مجید یہ سارا انسان کا ذکر ہے۔ پھر رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا و تقبل دعا تو اس میں آپ اور آپ کی ذریت' اولاد سارے آ گئے' بیٹے' بیٹیاں' نواسے نواسیاں' پوتے پوتیاں سارے آ گئے کیونکہ پندرہ بیس سال میں آپ کی ذرّیت کچھ اور بن جائے گی اور کبھی آپ سوچو کہ اگر دو سو سال بعد آپ واپس آؤ تو آپ کی ذریت جو ہے وہ کم از کم ایک شہر بنائے بیٹھے ہوں گے اور اگر آپ پانچ سو سال بعد آ جاؤ تو آپ کی ذرّیت میں لاکھوں کروڑوں بندے ہوں گے تو ذریت' اولاد بڑھتی جائے گی۔ ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب میرے رب میری دعا قبول

فرما' تو مجھے بھی معاف کر اور میرے والدین کو بھی معاف فرما اور والدین سے اوپر جو قبیلہ ہے ان سب کی مغفرت فرما۔ تو نماز میں آپ خدا کی بات کر رہے تھے اور یہ غیر کہاں سے آ گئے۔ تو غیر کا ذکر اللہ کریم نے آپ کو سکھایا ہے۔ بس یہی خاص بات ہے اور یہی راز ہے کہ آپ عبادت میں داخل ہو جائیں اور عبادت کے یہ الفاظ ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھائے ہیں کہ یا اللہ ہمارے والدین کو بخش دے۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ نے خود آپ کو الفاظ سکھا کر بتایا ہے کہ تم والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پھر یہ دعا سکھائی کہ میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا۔ تو آپ نے خود ان کو نماز کا پابند بنانا ہے مگر آپ اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مدد مانگتے ہیں جو کچھ بتایا گیا ہے آپ وہ کام کریں' اسی کو آپ نے کرنا ہے اور یہی بات میں آپ کو بتا رہا تھا۔ یہ نہ کرنا کہ اللہ سے یہ کہو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کہ جن پر تیرا انعام ہوا ان کا راستہ دکھا اور جب اس انعام والا شخص ملے تو آپ اسے نماز کے آداب سکھانے لگ جاؤ' حالانکہ وہ انعمت علیھم والوں میں شامل ہے اور اس پر اللہ کا انعام ہو گیا ہے۔ تو اب آپ بھی وہ راستہ ڈھونڈو اور آپ اس کو قرآن نہ سکھانا شروع کر دینا کیونکہ وہ تو آپ کے لیے راستہ بن کر آ گیا ہے۔ تو اللہ کی راہ کون سی ہے؟ انسانوں کی راہ ہے۔ کون سے انسان' جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو آپ اس راز کو دریافت کرو۔ یہ نہ ہو کہ ان لوگوں کو قرآن سکھانے لگ جاؤ۔ آپ پہلے یہ تو مان لو کہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے' اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر اللہ کا غضب

ہوا ہو۔ اب آپ یہ فیصلہ کریں کہ اگر انعام یافتہ آپ کو مل جائے تو اس سے آپ نے کیا سیکھنا ہے! آپ نے اس سے راستہ چلنے کے آداب سیکھنے ہیں۔ یہ وہ قرآن ہے جو قرآن سے باہر قرآن ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ راستہ بتانے والے ہوں گے' ہر دور میں ہوں گے۔ یہ بھی الٰہیات ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہونا بھی اللہ کی مہربانی ہے۔ تو جن پر اللہ کریم کا فضل ہو گیا پھر ان کی بات بھی اللہ کا فضل ہی ہے۔ وہ بتائیں گے کہ یوں کر لو تو آپ ویسے کر لو اور اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آپ لوگ کسی مولوی سے مناظرہ نہ کیا کرو' مباہلہ نہ کیا کرو ورنہ آپ کا سارا علم چوپٹ ہو جائے گا۔ آپ اپنی زندگی گزارو اور اس کو علم کی بحثیں مت بناؤ۔ ورنہ ہر روز جھگڑا شروع ہو جائے گا کہ کون کیا ہے اور کون کیا نہیں ہے' کس کا علم سچا ہے اور کس کا علم سچا نہیں ہے' یہ سارا جھگڑا ہی ہے۔ آپ انہیں کہو کہ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے' تمہارا اللہ سچا ہے اور ہمارا اللہ بھی وہی ہے اور اس طرح لڑائی جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ تو جو آدمی زیادہ مخلص ہو گا وہی بہتر ہو گا' انسانوں کی جتنی زیادہ سروس کرے وہی بہتر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جو ہے اس نے مالک ہو کر کبھی سروس بند نہیں کی ہے' وہ ہر آدمی کو ضرویات زندگی مہیا فرماتا ہے اور ہر حالت میں Serve کرتا ہے' اس نے کافر کا کبھی کھانا پینا نہیں روکا' وہ کہتا ہے تو کافر ہے' آگے تیرا انجام بہت برا ہونا ہے مگر تو یہاں آرام سے رہ اور کھا پی کر جا' آگے جا کر دیکھا جائے گا۔ تو ہر روز آپ کو راستے میں کوئی مولوی مل جاتا ہے اور وہ کوئی اور بات بتا دیتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ میں کیا کروں' میں تو جنازے کے لیے جارہا تھا' راستے میں

اس نے مجھے ڈرا دیا' میں نے جنازے کو چھوڑا اور مسجد میں داخل ہو گیا' اس نے ڈرا دیا کہ کدھر چلا ہے نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔ تو ٹائم کی نماز اور ہے اور نماز کا ٹائم اور ہے۔ اس لیے وقت کی نماز کا خیال رکھو اور وقت کی آواز کا خیال رکھو کہ آپ پر اب کیا ہے۔ اگر زلزلہ آ جائے تو پھر آپ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جاؤ اور جان بچاؤ۔ تو آپ محاذ آرائی سے بچو' کسی مولوی سے بحث نہ کرنا۔ اس سے کہو کہ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں' میں ذرا کمزور آدمی ہوں کبھی کبھی جنازوں میں چلا جاتا ہوں' کمزوری میں ہی بیمار پرسیاں کرتا رہتا ہوں' میرا دل بڑا ڈرتا ہے' میں اللہ سے بھی ڈرتا ہوں اور بیمار سے بھی ڈرتا ہوں' کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور نماز بھی پڑھ لیتا ہوں اور آج تو اللہ سے درخواست کر دے کہ آج میری نماز لیٹ ہو گئی ہے کیونکہ میں نے انسانوں والی نماز پڑھ لی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یا اللہ ہمیں تیری دنیا میں کوئی بندہ پسند نہیں آیا تو اللہ کریم فرمائے گا کہ سب سے پہلے اسے دوزخ میں ڈالو کیونکہ اسے میری تخلیق میں سے کوئی بندہ ہی پسند نہیں آیا۔ انسان کہے گا کہ میں تیری نماز پڑھتا رہا ہوں تو اللہ کہے گا کہ شیطان بھی پڑھتا رہا تھا لیکن اسے میرا کام نہیں پسند آیا کہ میں نے خلیفۃ الارض کیوں بنایا۔ شیطان نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے' آپ عبادت کی بات کرتے ہیں تو ہم آپ کی عبادت کرنے کے لیے کافی ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے سب سے پہلے فنافی النار کرو اور باہر نکالو۔ تو آپ اللہ کریم کے کام کو پسند کریں' بندوں کا خیال رکھیں بلکہ بندوں کا بہت ہی خیال رکھیں۔ اس لیے آپ لوگ غور کرتے جائیں۔ میں نے کہا تھا کہ مسلمانوں میں زوال

کے جو سبب ہیں تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے عبادت اور عبادت گاہوں کا تو بڑا خیال رکھا مگر انسان کا خیال چھوڑ دیا۔ لہٰذا آپ انسان کا خیال رکھیں، مسلمان کا خیال رکھیں، مسلمان کے معاملے میں آپ اتنی خود غرضی کر لیں کہ انسانوں میں آپ مسلمانوں کو انسان سمجھیں اور باقی جو مرضی کریں اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔ تو آپ کا جو بھائی ہے اس کا خیال رکھیں انسان کا خیال رکھیں لیکن آپ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال کرتے جا رہے ہیں۔ تو اللہ نے تو کہیں جانا نہیں ہے للہ جنود السمٰوٰت و الارض اللہ کے لیے تو زمین اور آسمان کے لشکر ہیں۔ وہ تو کائنات کا مالک ہے، اسے کیا حرج ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے، کن فیکون والا ہے اور کتاب اس کی اپنی ہے۔ تو آپ انسان کا خیال کرو، وہ تو جا رہا ہے اور آپ کے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے، لہٰذا آپ اس انسان کی خدمت کر لو، سروس کر لو، اور یہی آپ کی زندگی ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ کسی اور کام میں لگے رہو۔ یہ سند ہے کہ جب کبھی جنگ کا زمانہ آیا تو کچھ لوگوں نے نماز ادا کی اور کچھ لوگ پہرہ دیتے رہے، تو کچھ آدمی نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد میں نماز ادا کر لیں گے پہلے یہ کام کر لیا جائے۔ تو اس لیے آپ لوگ اس بات کا ذرا خیال رکھو کہ حقائق کیا ہیں۔ اس وجہ سے دنیا بڑی تکلیف میں ہے، میں مسلمانوں کی دنیا کی بات کر رہا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ جو ہے ناں وہ امیر کو اور امیر کر رہا ہے اور کبھی غریب کے کام ہی نہیں آیا۔ یعنی مسلمانوں کے پاس تیل کی دولتیں ہیں اور مسلمانوں کے گھروں کے دیے میں تیل نہیں ہے، تو وہ کیسے مسلمان ہیں جن کے پاس تیل کے خزانے ہیں اور انہوں

نے اپنے غریب بھائی کو چراغ کے لیے تیل نہیں دیا۔ تو پھر ان کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ یعنی ظالم بھائی کی موجودگی میں مظلوم بھائی کا یہ حال ہوا ہے۔ سعودی عرب والے نماز پوری پڑھتے ہیں وہ ایسی ایسی نماز پڑھتے ہیں کہ آپ کو حیران کر دیں یعنی فٹافٹ نماز قائم اور فٹافٹ بندہ غائب۔ اور ظلم اپنی جگہ پر موجود ہے۔ آپ لوگ ذرا اس بات کا خیال رکھیں۔ اس بات کو ظلم میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے محروم بھائی کو مال نہیں دیا۔ بلکہ یہودیوں کو مال دیا ہے اور چالاکوں کو مال دیا ہے۔ یہ ہیرا پھیری کا مقام ہے کہ مسلمانوں کا تیل جو ہے وہ یہودی کے ٹینک میں استعمال ہوتا ہے اور فلسطینی مسلمان مارے جاتے ہیں۔ ایسا ہے کہ نہیں ہے؟ مال ان کا' تیل ان کا اور ان کو پتہ نہیں اندر کے کیا واقعات ہیں' یہ کہنے والی بات نہیں اور یہ شادیوں کے شوقین لوگ ہیں' یہاں سے ان کا بیڑہ غرق ہوا ہے' اس لیے ان کو مسلمان بھائی کہاں سے نظر آئیں گے' ان کو تو وہی چکا چوند روشنیاں نظر آئیں گی۔ اس لیے یہ مسلمان کی تباہی اور زوال کا سبب ہیں بلکہ اب آپ لوگوں کو یہ نعرہ لگا دینا چاہیئے کہ پہلے انسان کی جان بخشی ہونی چاہیئے' پھر اس کی آخرت بخشی ہو جائے گی۔ لہٰذا پہلے انسان کی جان کو بچانے کی کوشش کرو۔ تو بیمار کو پہلے دوائی مہیا کرو۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب کبھی آپ بازار گئے تو پیدل چلنے کا راستہ نہیں ملتا اور وہاں کاروں کی بھرمار ہوتی ہے اور آج بھی ایسے انسان موجود ہیں جن کے پاس بس کا کرایہ نہیں ہوتا' تو آپ حیران ہی رہ جائیں گے' ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے پاس لاہور سے پنڈی کا ریلوے کا کرایہ نہیں ہے اور وہ اسی لاہور شہر میں موجود ہیں۔ اور ایسے

لوگ آج بھی موجود ہیں جن کی گزر اوقات مشکل ہے' ایسی بات ہے کہ نہیں ہے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے پاس مال ہی مال ہے۔ تو اب دونوں مسلمان برابر کیسے ہو گئے؟ اور وہ امیر اپنے ظلم کو نماز کے پردے میں جاری رکھتا ہے۔ وہ ظلم کو نبھاتا کیسے ہے اور اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ میں نماز اور دوسرے فرض ادا کرتا رہتا ہوں اور میں اللہ کو اڑھائی پرسنٹ دیتا ہوں اور وہ جو پروڈکشن کا ذخیرہ تھا وہ اس نے اپنے نام لگا لیا' چراگاہ اپنے نام لگا لی اور وہ چراگاہ کا مالک ہو گیا اور پھر باقیوں کے پاس تھوڑا رہ گیا یعنی گنجائش تھوڑی رہ گئی۔ تو اس لیے پھر باقی لوگوں کے پاس مال تھوڑا ہو گیا۔ ذرائع پیداوار چند لوگوں نے قابو کر لیے ہیں اور باقی لوگوں کو محروم کر دیا ہے اور ضمیر کو نماز کے ساتھ مطمئن کر لیتے ہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ نماز کے دم سے ظالم آدمی نے بھی اپنے ضمیر کو مطمئن کیا ہوا ہے۔ آپ اس کا بہت خیال رکھیں لیکن جو بے نماز آدمی ہے اس نے اپنا ضمیر کیسے مطمئن کیا؟ یہ مجھے سمجھ نہیں آتی کیونکہ بے نماز کو مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کبھی بے نماز نہیں ہونا' نماز کا کوئی متبادل نہیں ہے اور نماز بہت ضروری ہے' بہت افضل ہے' بہت اعلیٰ ہے اور آپ نماز کے حکم کو پورا کرو۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ دو منٹ کی تاخیر سے نماز کو فرق نہیں پڑتا اور یہ بندے اور خدا کے درمیان بات ہے۔ بندے اور خدا کے درمیان جو بات ہے' اگر تو دل خدا کی طرف ہو تو اس میں ٹائم آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ لیکن بندے کی ضرورت میں آپ کے پاس ٹائم آگے پیچھے نہیں ہو سکتا' بندے نے آپ سے سوال کیا ہے' پھر اس کا سوال ہو کہ نہ ہو' شاید کہ وہ رہے کہ نہ

رہے اور کیا سے کیا ہو جائے۔ تو اس لیے عبادت کو کبھی آپ اپنے ظلم کا سہارا یا پردہ نہ بناؤ، عبادت تو عبادت ہی ہے اور وہ ضروری ہے۔

سوال :۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ میں اپنے آپ کا اظہار کروں، یہ حدیث پاک ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟

جواب :۔

کنت کنزاً مخفیاً" میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں تو میں نے خلق کو تخلیق فرما دیا۔ یہ بات آپ تک کیسے پہنچی ہے؟ بس یہ بات سند کے ساتھ ہی آئی ہے کیونکہ یہ حدیث قدسی ہے۔ یہ قرآن پاک میں تو نہیں ہے اور اپنے پاس سے بھی کوئی نہیں بناتا۔ آپ اس کی اور تحقیق کر لیں۔ یہ بات اللہ کی طرف سے ہی ہے اور لازمی بات ہے حضور پاکؐ نے بیان فرمائی ہے۔

سوال :۔

کیا یہ کسی بزرگ کا کلام ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ یہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے کلام میں موجود ہے۔

جواب :۔

آپ اسے کسی بزرگ کا کلام کیوں کہتے ہیں، یہ کسی بزرگ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا ہے۔ یہ کلام تو ہر جگہ موجود ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے

اور یہ سند کے ساتھ ہی آتی رہی ہے۔ حدیث کے کچھ شعبے ایسے ہیں جو کتاب کے بغیر بھی اہم ہیں' کچھ احادیث ایسی ہیں جو حدیث کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ حضور پاکؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر فقرہ حدیث ہے تو جن لوگوں کو زیارت نصیب ہوئی ان سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا' وہ بھی حدیث ہے۔ تو اس طرح سے بات چلتی آ رہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بالمشافہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوتی ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات جب کسی صاحبِ حق نے سنا دی تو وہ حدیث ہے۔ اس لیے اس کی تفصیل میں جانے والی بات نہیں ہے۔ تو جو ہے ٹھیک ہے۔ اگر ٹھیک لوگوں سے بات سنی ہے تو ٹھیک ہی ہے۔ اس لیے ہم نے کبھی نہیں پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس طرح یہ بات کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ بات کس سے منسوب کی جاتی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے۔ اب اس میں تحقیق کی بات نہیں ہے کہ ایسا آپ نے کہا کہ نہیں کہا' وہ بات خود بتاتی ہے کہ وہ ٹھیک ہے اور انہوں نے اپنے پاس سے کہی ہے یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے یا اللہ نے ان سے بات کی ہے۔ تو ایسی باتوں میں نہیں پڑتے۔ بس جو انہوں نے کہا وہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح ایک مصرعہ ہے کہ قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ یہ قصیدہ غوثیہ میں ہے یعنی میرا پاؤں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ اب یہ واقعہ الفاظ میں سمجھ نہیں آتا کہ اس کا مفہوم کیا ہے' جب تک آپ مفہوم میں داخل نہ ہوں اس کا پتہ نہیں چلے گا۔ تو

یہ کرنے والے کام ہیں اور صرف سننے والی بات نہیں ہے۔ کوئی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ آدمی کہے کہ میرے پاس سارے وقت ہو کر جاتے ہیں۔ اب یہ بات تو کسی پیغمبر نے بھی نہیں کہی ہے لیکن یہ بات ہو سکتی ہے کہ ایسا ہو۔ وہاں مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہم موسموں کے مالک ہو گئے' جس طرح کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم کائنات کو نہ بناتے اگر آپؐ کی ذات نہ ہوتی۔ تو حضور پاک ﷺ کے لیے لولاک کا لفظ ہے' پورا لفظ کیا ہے لولاک لما خلقت مطلب یہ ہے کہ یہ کائنات کی ساری چیزیں جو ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے تخلیق ہوئی ہیں یعنی کہ باعث تخلیقِ کائنات آپؐ کی ذات ہے اور یہ کائنات آپؐ کے بغیر چلتی نہیں ہے۔ اصل میں تو بات یہ ہے۔ تو یہ بات اس وقت تک آپ کو سمجھ نہیں آتی جب تک آپ اس راز میں داخل نہ ہوں کہ حضور پاک ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کیا معانی رکھتی ہے' انسان کے لیے کیا معنی رکھتی ہے' اللہ تعالیٰ اور حضور پاک ﷺ کا کیا ریلیشن ہے' اور اگر خالق اور مخلوق کی محبت ہو سکتی ہے تو کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں سلام بھیجتا ہوں وسلام علیٰ نوح' وسلام علیٰ ابراھیم یعنی اللہ کریم ان پر سلام بھیجتا ہے۔ انسانوں کو سمجھانے کے لیے اللہ تو انسانوں جیسی بات کرتا ہے اور یہ انسان ہیں جو اللہ جیسی باتیں کرنا چاہتے ہیں اور پھر یہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے ہر جگہ انسانوں سے بات کی ہے مثلاً" یہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اور یہ انسان والی بات ہے کہ تم نے لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔ اور یہ بات بالکل سمجھ آنے والی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بات

نہیں کی ہے جو انسانوں کی سمجھ سے باہر ہو۔ اللہ نے انسان بنایا تو اس کی عقل کے مطابق اس کو چیزیں دے دیں۔ اگر اللہ اپنی زبان بولنا شروع کر دے تو پھر انسان کو بات کیسے سمجھ آئے گی۔ آپ کی زبان میں ایک لفظ کائنات ہے' اب انسان کے لیے اس میں بے شمار راستے ہیں' اس کا دھیان کہاں کہاں جائے گا' وسیع کائنات ہے کہاں کہاں جائے گا اور کہاں کہاں پھرے گا اور زندگی میں کیا کیا دیکھے گا' کس کس ستارے کو دیکھے گا' اتنی خلائیں ہیں کہ اگر آپ کروڑ بار پیدا ہو جائیں اور کروڑ گنا ہو کر کروڑوں سال دیکھیں تو بھی آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اللہ کریم کی ایک یہ بھی زبان ہے یعنی یہ جو چاند ستارے اور سورج ہیں' اب آپ یہ زبان کیسے پڑھیں گے؟ آپ نے ایک ایٹم کو تھوڑا سا پڑھا ہے تو آپ حیران ہو گئے ہیں کہ یہ واقعہ کیا ہے؟ اور کائنات کی بے شمار وسعت ہے جو دریافت ہونے والی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ اس بات پر غور کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آپ لوگوں سے وہ آپ کی سمجھ کے مطابق بات کرتا ہے کہ یہ کام کر لو اور یہ کام نہ کرو اور یہ کہ یہ دوزخ ہے اور یہ جنت ہے۔ تو اللہ نے دوزخ جنت کو آپ کی زبان میں سمجھایا ہے اور اصل دوزخ جنت کیا ہو گی؟ یہ تو بعد میں پتہ چلے گا' تو یہ بات جانے کے بعد پتہ چلے گی۔ اس لیے آپ اس لائن پر چلیں گے تو بات سمجھ آئے گی وگرنہ یہ علم کی بات نہیں ہے اور تحقیق کی بات نہیں ہے۔

سوال:۔

سر! ابھی آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا ایک فرمان سنایا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا تو یہ

پہچان کیا ہے؟

جواب:۔

رب کو پہچاننے کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ پہلے اپنے آپ کو پہچانو۔ اگر آپ کے اندر کوئی ایسی خوبی دریافت ہو گئی جس کا کوئی ثانی نہ ہو تو پھر آپ یہ پہچانیں کہ یہ خوبی کس نے بنائی ہے۔ پہلے آپ اپنی Human life سے اپنے ونڈر دریافت کرو اور ونڈر دریافت کرنے کے بعد یہ دیکھو کہ وہ کتنا ونڈر فل ہے جس نے یہ Wonder بنائے ہیں۔ یہاں سے آپ کو اللہ کی پہچان ملے گی۔ آپ خود آئینہ ہیں' اگر آپ آئینہ پالش کریں تو وہ چمکتا جائے گا' چمکتا جائے گا' اور پھر اندر سے بنانے والے کی صورت نکل آئے گی۔ اللہ کی تلاش آپ باہر سے نہ کرو' اس کی تلاش آپ کے پاس ہے جیسے کہتے ہیں کہ ۔

بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
تیرے دیار میں لائی مجھے تیری خوشبو

اس کے پاس جانے کا سوچو گے تو پھر اسی کی تلاش میں چلتے جاؤ گے ۔

تیری تلاش مجھے میرے سامنے لائی
میں آئینے میں جو اترا تو روبرو تھا تو

پھر انسان کہتا ہے کہ ہم تو اللہ کو تلاش کرنے جا رہے تھے' اور کہاں تک پہنچے؟ اپنے آپ تک ہی پہنچے۔ آپ نے اپنے آپ میں اترنا ہے اور پھر آپ اس کے روبرو ہو جائیں گے۔ تو اللہ کو جاننے یا پہچاننے

کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ میں اتریں اور جب آپ اپنے آپ میں اترو گے تو پھر یہ کہانی سمجھ آجائے گی۔ یہ سب بعینہٖ ایسے ہے جیسے آپ کے سامنے آئینہ ہو' آپ آئینے کو دیکھتے ہیں' پھر اس کے قریب ہو جاتے ہیں' اور قریب ہو جاتے ہیں تو پھر آپ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ کون دونوں؟ آئینے کا عکس اور آپ! اب کبھی ایسا واقعہ ہو جائے کہ اندر والا عکس باہر نکل آئے تو پھر کمال ہی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ اندر اس سے باتیں کر رہے ہوں اور وہ بھی آپ سے باتیں کر رہا ہو' اشارہ کر رہا ہو' جب آپ چپ ہو جائیں تو وہ آگے سے بول پڑے کہ آگے اب کیوں نہیں بولتا' تو پھر تو بات ہی اور ہو جائے گی۔ ایسا ہو سکتا ہے! مثلاً" آپ ایک آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بات کر رہے ہوں' جیسے آپ اشارہ کرتے ہیں' وہ بھی اشارہ کرتا ہے' آپ آگے ہو جاتے ہیں' وہ آگے ہو جاتا ہے' آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو وہ بھی پیچھے ہٹ جاتا ہے جب آپ چھپ جاتے ہیں تو وہ بھی چھپ جاتا ہے' نظر نہیں آتا' پھر کہتے ہیں کہ دیکھیں اب وہ ہے کہ نہیں ہے' جب پھر آپ آئینے میں دیکھتے ہیں تو وہ اندر موجود ہوتا ہے' پھر آپ اس سے باتیں کرتے ہیں' پھر آپ چپ ہو جاتے ہیں اور آپ جب چپ ہوں اور وہ بول پڑے اور کہے کہ آگے بول' اب کیوں نہیں بولتا۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کے اندر سے' آپ کے ساتھ کوئی بولنے والا' اندر سے آواز دے دے کہ تو بول کیا چاہتا ہے؟ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہ آپ سے تنہائی میں کوئی ہم کلام ہو جائے جب کہ وہاں کوئی پرندہ نہیں تھا' کوئی انسان نہیں تھا' تو وہ کون تھا؟ یہاں سے رب سمجھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔

تو تنہائی میں وہ کون تھا جو آپ سے ہم کلام ہوا تھا۔

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس

انسان کہتا ہے کہ وہاں پر میرے سوا کوئی آدمی نہ تھا تو وہ کون تھا جو مجھ سے بات کر گیا۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ تنہائی میں ایک ایسا مقام آ جائے کہ جب آپ کو تقرب ہو جائے۔ تو جس نے اپنے آپ کو پہچانا اسی نے ہی اپنے رب کو پہچانا۔ تو آپ اپنے آپ کو پہچاننے والے بنو۔ جیسے آپ کی آنکھ کوئی انسانی چہرہ دیکھتی ہے' آپ کو اسی آنکھ کے ذریعے نظر آئے گا اور دل کے اندر احساس پیدا ہو گا' خیال میں اس کی بات آئے گی اور پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کو تنہائی کے اندر آواز بھی آجائے جسے دور کی آواز کہتے ہیں۔ تو راز یہ ہے کہ دور کی آواز بھی قریب سے آتی ہے۔

آرہی ہے یہ دور سے آواز
جو ملا خاک میں بنا ہم راز

تو جب آپ خاک میں مل جاتے ہیں تو پھر آپ ہم راز بن جاتے ہیں اور پھر وہ آپ سے بات کرتا ہے۔ یہ خاک وہی ہے جس کو بوترابؑ سے نسبت ہے۔ تو پہلے آپ اپنے آپ کو پہچانیں پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ آپ کا رب کون ہے؟ رب کا معنی ہے پالنے والا۔ تو آپ اپنے آپ کو پہچانیں کہ آپ کیا ہیں؟ جنہوں نے یہ کہا ہے انہوں نے رب کو پہچان کر بات بتائی ہے اور یہ پہچان رکھنے والوں نے کہا ہے۔ اس لیے آپ کا اللہ جو ہے یہ آپ کے خیال کا نام ہے' اللہ کی ذات ہے تو الگ 'لیکن جتنا آپ کا عقیدہ ہے اتنا ہی اللہ ہے اور عقیدہ آپ کے پاس

ہے جیسے کہ خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے۔

خلقت کوں جیندی گول اے
ہر دم فریدؒ دے کول اے

ایسا دعویٰ خواجہ غلام فریدؒ رکھتے ہیں کہ اللہ تو ہر دم ہمارے ساتھ ہے۔ وہ کون ہے' آپ کون ہو' کیا دونوں ایک ہیں' اور یا دونوں دو ہیں؟ تو یہ بات اپنے آپ کو پہچاننے سے سمجھ آ جاتی ہے۔ اس لیے آپ کی اپنی پہچان ہے یہ آپ کو آپ کے اللہ کے قریب کر دے گی۔ لہٰذا آپ اپنے آپ کو پہچانیں کہ آپ کو بنانے والے نے کیا بنایا۔ ساری پہچان اسی میں ہے۔ تو اللہ باہر کی بات نہیں ہے بلکہ اندر کی کہانی ہے۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

تو اس کے مسافر کہیں دور پیدل نہیں جاتے کہ ہم اللہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ ایک بندہ اللہ کی تلاش میں جا رہا تھا۔ راستے میں اسے درویش ملا اور پوچھا کہ کدھر چلے ہو؟ کہتا ہے کہ میں اللہ کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ تو وہ درویش بولے کہ پیچھے جس کو چھوڑ آئے ہو وہ کون تھا؟ اللہ کسی آگے کا نام نہیں ہے' اللہ پیچھے کا نام بھی ہے' جسے آپ چھوڑ آئے ہو وہ بھی اللہ ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ جس شہر میں آپ رہتے ہو وہاں بھی اللہ ہے' تو اللہ اس شہر میں بھی ہے جہاں آپ رہ رہے ہیں اور اس شہر کا نام بھی ہے جہاں آپ جا رہے ہیں بلکہ یہ ساری آپ کے اپنے باطن کی بات ہے۔ اللہ کسی بھاگم دوڑ کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کریم ٹھہرنے کی بات ہے۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے ٹھہرو اور اپنے آپ میں غوطہ

لگاؤ، بس باہر جانے والی بات نہیں ہے بلکہ اندر جانے والی بات ہے۔ یہ اندر کا سفر ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔
آپ سب سلامت رہو اور آخر میں دعا کرو۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

دعا

☆ جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔

☆ دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے التجا ہے۔

☆ دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔

☆ دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں

☆ دعا منظور کرنے والا ہے۔

☆ ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔

☆ ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔

☆ دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

☆ گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔

☆ دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔

☆ دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔

☆ ہماری دعا دشتِ ہستی میں سایہ ابر ہے۔

☆ پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔

☆ نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

خاموشی

☆ ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

☆ زیادہ بولنے والا انسان مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔

☆ راز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو اپنے آپ سے تعارف کراتی ہے۔

☆ زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔

☆ باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشمِ بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔

☆ خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔

☆ انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے روبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے روبرو نہیں ہونا چاہتا۔

☆ انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔ (واصف علی واصفؒ)

خوش نصیب

خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔

آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔

خوش نصیبی وجود کا ظاہر نہیں، وجود کا باطن ہے۔

خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے، نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔

حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپؐ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔

خوش نصیب اپنے آپ پر راضی، اپنی زندگی پر راضی، اپنے حال پر راضی، اپنے حالات پر راضی، اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

﴿توبہ﴾

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

☆ توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔

☆ جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔

☆ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

☆ نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

(واصف علی واصفؒ)

علم

☆ اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

☆ ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

☆ علم بادِ صبح گاہی اور آہ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

☆ کتاب کا علم فیض نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

☆ ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

☆ ضرورت کا علم اور شئے ہے اور علم کی ضرورت اور شئے ہے۔

☆ علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

☆ لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

☆ آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ یہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقرب پروردگار کے لیے نہیں۔

☆ وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب اکبر ہے۔

☆ زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

☆ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

(واصف علی واصف رح)

تصانیف: واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو 1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو 2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو 3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو 4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو 5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو 6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو 7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو 8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو 9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو 10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور